یا ایها الناس قد جاءکم برهان من ربکم

الحمد للہ الاعلی الاعلیٰ کہ کتاب جواب ماحی رسوم و بدعات دافع اوہام
و ظلمات محی سنن بحجج لامعہ موشحی بدلایل نافعہ اعنی

البراہین القاطعہ علی ظلام الانوار الساطعہ

الملقب

بالدلائل الواضحہ علی کراہۃ المروج من المولود والفاتحہ

بامر حضرت بقیۃ السلف حجۃ الخلف راس الفقہاء والمحدثین تاج العلماء
الکاملین جناب مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی مدظلہ العالی

طبع محمد ہاشمی علی المطبع الہاشمی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ اولاً و آخراً والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ سیدنا محمد و آلہ وصحبہ دائماً و سرمداً اما بعد واضح رہے ذوی الافہام و متبعین سنت
رسول انام علیہ وعلی آلہ وصحبہ الصلوٰۃ والسلام ہو کہ ہر چند ہر زمانہ میں مبتدعین لباس اسلام میں آکر بیخ دین متین میں سعی
کرتے رہے اور مجددین امت نبوی علیہ وعلی آلہ وصحبہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم ہر عصر میں احیائے سنت و اجرائے احکام دین فرما کر
مبتدعین کے کلام کو باطل فرماتے رہے مگر ایسی طرح جمیع بدعات و مخترعات کو اغوائے خلق سے ایسے دلائل واہیہ کبھی کسی نے
جمع نہ کیا ہوگا جیسا اس دور آخر میں مولوی عبدالسمیع نامی رامپوری نے تخریب دین میں کمر باندھ کر اصول و قواعد دینیہ سے
برطرف ہو کر کتاب انوار ساطعہ کو جو واقع میں ظلمات باطلہ ہیں رسائل مبتدعین سے انتخاب کرکے جمع کی اور اوس میں وہ وہ مقا
مات لکھے کہ ایک عالم ان کے دیکھنے سے گمراہ ہوا اور باب تعلیم محدثات مزخرفہ و مفتریات مموہہ ایسا وسیع کیا کہ خدا تعالیٰ ہی
اپنے فضل سے جس کو بچاوے وہ بچے ورنہ مولف نے دھوکہ دہی و اغوائے عوام میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اللہ تعالیٰ
اوسکو ہدایت و انابت نصیب کرے اور رہ راست پر لاوے پس ایسی کتاب کا رد ضروریات دین سے تھا سو بحمد اللہ تعالیٰ
اوس کتاب کی ہر ظلمت کا انکشاف اور ہر ایک بدعت کا ابطال اس جواب باصواب مسمی بالبراہین القاطعہ علی ظلام الانوار
الساطعہ نے کر دیا اور حقیقت ان ظلمات باطلہ کی سب پر منکشف کر دی واقعی یہ کتاب براہین قاطعہ سراپا دلائل کتاب و سنت
و اصول فقہ سے مبرہن ہے اسکی ہر دلیل قاطع بدعات اور ہر حجت دافع ظلمات ہے اسکے مسائل دقیقہ اور تحقیقات انیقہ اسکے مصنف
سلمہ اللہ تعالیٰ کے تبحر علمی اور واقفیت حقائق و اسرار ہونے پر دلائل واضحہ اور براہین لائحہ ہیں مگر چونکہ دلائل اس کے محققانہ اور
تدقیقات اسکی عالمانہ ہیں پس خواص کو بلا تدبر و تامل اور عوام کو بلا مدد عالم محقق کے سمجھنا اسکا دشوار ہے طالب حق کو چاہیے کہ
دیدہ انصاف و حق بینی سے اسکے مسائل کو دیکھے اور کسی عالم منصف سے انکو سمجھے تاکہ حق کو حق اور باطل کو باطل جانے
اور خلاف حکم خدا اور رسول پر اصرار کرکے اپنے دین و دنیا برباد نہ کرے واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم ۔ اور واضح ہو
کہ اس کتاب براہین قاطعہ کے حاشیہ پر انوار ساطعہ بھی طبع کرا دی گئی تاکہ ناظرین مولف کے مفاسد خفیہ و مکائد مستترہ
پر بخوبی آگاہی پاویں مگر چونکہ اکثر اقوال انوار ساطعہ اور ان کے جوابات مختلف صفحات پر ہیں اس لیے بنظر آسانی ایک
فہرست مع نمبر صفحات ان اقوال کی جنکو اس جواب میں بلفظ قولہ نقل کرکے اقول سے رد کیا ہے مع صفحات اقول کے لکھی گئی اللہ تعالیٰ اس تالیف
نفیس و تحقیق عجیب کو قبول فرما کر باعث افادہ متبعین سنت اور ہدایت مبتدعین و گمشتگان کوی ضلالت فرماوے

وما ذلک علی اللہ بعزیز و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد و آلہ وصحبہ اجمعین

فہرست اقوال انوار ساطعہ و اقوال براہین قاطعہ در رد انوار ساطعہ

انوار ساطعہ در بیان مولود و فاتحہ

البراهين القاطعة على ظلام الانوار الساطعة

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یہدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ہادی لہ ونشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشہد ان سیدنا ومولانا محمداً عبدہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین الی یوم الدین۔

اما بعد بندہ احقر الناس **خلیل احمد** انبہٹوی عفا اللہ تعالیٰ عنہ بخدمت متدینان با دانش عرض کرتا ہے کہ ہرچند جناب حق تعالیٰ نے منشور عام واجب الاذعان انزال فرمایا کہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی اور فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اشتہار علی الاعلان فرما دیا کہ علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین عضوا علیہا بالنواجذ وایاکم ومحدثات الامور فان کل بدعۃ ضلالۃ الحدیث

مگر تاہم عوام کالانعام باغوای شیطانی اختراع فی الدین سے باز نہ رہے اور محدثات کو عمدہ عبادت تصور کرکے منہمک ان سیئات کے ہوئے اور پھر علماء ربانیین نے اگرچہ قلع وقمع میں ان محدثات کے سعی بلیغ فرمائی مگر علماء دنیا نے بتسویل نفسانی ان بدع کی تحسین میں رسائل تالیف کیے ہرچند یہ سب کچھ تھا لیکن کسی نے فقہاء مجتہدین وعلماء راسخین کو سب وشتم سے یاد نہ کیا تھا اور نہ علماء واولیا

کے طعن سے اپنا دنیا و دین برباد دیا اس سن تیرہ سو تین ہجری کے ماہ شعبان میں ایک کتاب مسمّٰی بانوار ساطعہ کہ فی الواقع وہ ظلمات باطلہ ہے اس احقر کی نظر سے گذری کہ اوس کے مؤلف نے صراحتہً علماء راسخین اور اولیاء مقبولین پر طعن و شتم کر کے مورد عادی ولیا لی فقد آذنتہ بالحرب کا ہوا ہے اور طرفہ یہ کہ وہ خود علم و فہم سے بالکل عاری جہل مرکب کا مبتلا ہے نہ مسائل کی مراد سے واقف ہوا نہ مجیب کے جواب کو سمجھا اور نہ اپنے دعوے و دلیل کو جانا کہ کیا لکھتا ہوں اور کیا مقصود تھا اور اسپہ دعوی علم و تبحر و تفقہ کا وہ کچھ کہ گویا دنیا میں لاثانی ہے اور باوصف اس زعم و تبحر و ناز اپنے علم کے کہ جہل مرکب ہے اپنے نام کو ستر اخفا میں مکنون کیا ہے کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود اپنی اس تحقیق باطل میں متردد ہو رہا ہے تا گنجایش انکار باقی رہے مگر بقول ع نہان کے ماند آن رازے کزو سازند محفلہا ۝ چونکہ مولف مجمع جہلا میں فخراً اپنی اس تالیف کو بزعم خود بے مثل تصور کر کے تمدح کرتا اور چاہتا ہے اور بریں فہم و دانش و علم چند جہلا کی تحسین پر اپنے جامہ میں پھولا نہیں سماتا چنانچہ خود تحریر رسالہ گواہ اس دعوی کی ہے لہذا خوب روشن ہو گیا اور مثل آفتاب نیمروز کے واضح ہوا کہ مولف اس کا مولوی عبد السمیع رامپوری ہے جو میرٹھ میں بمکان شیخ الٰہی بخش مرحوم رہتا ہے کہ اس نے ابتدای طفلی سے رسائل مبتدعین کی جمع کر کے یہ ملکہ واہیہ بہم پہونچایا اور باوجودیکہ خدمت جناب مولینا احمد علی صاحب سہارنپوری محدث اور مولوی سعادت علی صاحب سہارنپوری اور مولوی شیخ محمد صاحب تھانوی اور مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہم میں یہ بضاعت مزجاۃ علم بے فہم کی حاصل کی تھی اونکو بھی مع دیگر علماء متقدمین و متاخرین کے نشان سہام طعن و شتم بنایا۔ اس سبب سے زیادہ تر موجب ملال و تعجب کا ہوا چونکہ جہلاء ضلال اس کتاب پر ناز کرتے ہیں اور خود مولف بھی اس تار عنکبوت کو حصن حصین تصور کرتا ہے اسکی حقیقت جہل کو کشف کرنا ضرور جانا تاکہ مولف کو مبلغ اپنے علم و فہم کا واضح ہو جاوے اور ہر ناظر کیفیت مولف کی اور استعداد و لیاقت اوسکی ہویدا ہو جاوے اور اس

۳

ردِّ انوار ساطعہ کا نام البراہین القاطعہ علی ظلام الانوار الساطعہ رکھا گیا اور اس ردّ میں مؤلف سے مراد مولوی عبد السمیع رامپوری ہوویگا اور مجیب سے وہ عالم ہیں جنکے جواب پر مؤلف نے بحث شروع کی ہے اور اس جواب میں مقاصد مضامین اس رسالہ کا ابطال اور حاصل مراد مؤلف کا قلع قمع کیا گیا ہے — اور اسکی الفاظ و عبارت کی اغلاط اور ہفوات و خرافات کا جواب اور سب طعن کا انتقام اور جملہ جملہ کا افساد و ابطال بسبب خوف طوالت کے ترک کیا گیا ہے اِلّا ماشاء اللہ تعالی پس بخوبی ملاحظہ طلاب ہے کہ مؤلف کے جملہ مطالب کی بنیت و بنا الودا و جمیع قبائح و مفاسد کو باختصار تمام معائن و مشہود باذنہ تعالی کردیا گیا ہے کہ تھوڑی فہم والا بھی اس تالیف و مؤلف کی قدر پر مطلع ہو جاویگا واللہ ولی التوفیق وعلیہ الاعتماد و بیدہ ازمۃ الحق والتحقیق — **قولہ** کوئی یہہ کہتا ہے کہ جناب باری عز اسمہ الخ **اقول** امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا بلکہ قدما میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف وعید آیا جائز ہے یا نہیں چنانچہ رد مختار میں ہے ہل یجوز الخلف فی الوعید فظاہر ما فی المواقف والمقاصد ان الاشاعرۃ قائلون بجوازہ لانہ لا یعد نقصا بل جود اور کرما الخ ایسا ہی دیگر کتب میں لکھا ہے پس اسپر طعن کرنا مؤلف کا اپنے مشائخ پر طعن کرنا ہے اور اسپر تعجب کرنا محض لاعلمی ہے ہاں حق تعالی کو اپنی مخلوق کی مثل پیدا کرنے پر قادر ہونا آج تک کسی اہل علم نے نہ لکھا تھا جیسا اس سیزدہم صدی کے مبتدعین نے کہا ہے اور عجز قادر مطلق کے مقر ہوئے اور انّ اللہ علی کل شئ قدیر کے خلاف عقیدہ ٹھیرایا اسپر مؤلف کو افسوس اور عبرت نہ ہوئی پس یہہ ماجرا لائق دید ہے کہ تمام امت کے خلاف حق تعالی کے عجز پر عقیدہ ٹھیرانا تو مؤلف کے پیشوایان کا دین ہے اور مؤلف اسپر افسوس نہیں کرتا اور امکان کذب بایں خلف وعید کی فرع ہے جو قدما میں مختلف فیہ ہو چکا ہے اسپر طعن کرتا ہے اس سے حال علم و فہم مؤلف کا ہر شخص امتحان کرکے دیکھے فقط **قولہ** اور حضرت فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم الخ **اقول** انکم مثلی میں مماثلۃ تقرب الی اللہ تعالی کی مراد ہے چنانچہ لفظ بالیہ کا یطعمنی و یسقینی خود ظاہر اسپر دلالت کرتا ہے اور ایسا ہی

ستن کا حد من النساء، مین نفی مماثلۃ شرف زوجیت و لوازم زوجیت کی مقصود ہے پس کوئی اہل
مسلم بھی فخر عالم علیہ الصلوٰۃ کے تقرب و شرف کمالات مین کسیکو مماثل آپ کا نہین جانتا البتہ نفس
بشریت مین مماثل آپ کے جملہ بنی آدم ہین کہ خود حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ انما انا بشر مثلکم اور بعد اسکے
یوحی الیّ کی قید سے پھر وہی شرف تقرب کو بعد اثبات مماثلۃ بشریت کے ثابت فرما دیا پس اگر کسی نے
بوجہ بنی آدم ہونیکے آپکو بھائی کہا تو کیا خلاف نص کہدیا، تو خود نص کے موافق ہی کہتا ہے اور
فخر عالم نے بھی فرمایا وددت انی قد رایت اخوانی الحدیث۔ پس اخوت بوجہ اولاد آدم ہونیکے کہنا
ایسی وجہ قائل کی ہے موافق قران و حدیث کے ہوا اسپر طعن کرنا قران و حدیث پر طعن ہے اور اس کے
خلاف کہنا نص کی مخالفت ہے لہذا چونکہ جسنے آپکو اخ کہا ہے بوجہ اولاد آدم ہونے کے کہا ہے
اور تقرب کی مماثلت کا وہ ہرگز قائل نہین تو اسپر طعن سوای مخالفت نصوص کے اور کیا ہو دیگا۔ اور
آپکی ذات کو بشریت سے نکالکر (جو اشرف المخلوقات ہے) کسی دوسری نوع مین داخل کرنا محض
گستاخی اور ہتک شان رفیع آپ کا ہے۔ سو مولف کو ہنوز یہہ بھی خبر نہین کہ قائل کی کیا مراد ہے اور
طعن مولف کا خود قران و حدیث پر ہوتا ہے مگر اپنی کم فہمی کی کہانی کہنی ضرور ہے علی ہذا حال آیۃ
ستن کا حد من النساء کا ہے **قولہ** واضح ہو کہ بھائی جسقدر ہوتے ہین الخ **اقول** اے بے اخترہ
نفس بشریت مین اور اولاد آدم ہونے مین ہے اس مین مساواۃ بنص قران ثابت ہے اور کمالات
تقرب مین نہ کوئی بھائی کہے نہ مثل جانے سو یہہ طعن بالکل ساقط ہے خلاف فہم و عقل کے تامل درکار ہے
قولہ ایک کہتا ہے کہ وتر ایک رکعت الخ **اقول** وتر کی ایک رکعت احادیث صحاح مین موجود ہے
اور عبداللہ بن عمر اور ابن عباس وغیرہما صحابہ اوس کو مقر اور مالک و شافعی و احمد کا وہ مذہب ہے پھر اسپر
طعن کرنا مولف کا ان سب پر طعن ہے کہو اب ایمان مولف کا کیا ٹھکانا جب آنکھہ بند کر کے ائمہ مجتہدین
پر اور صحابہ پر اور احادیث پر تشنیع کی پس یہہ تحریر بجز جہل کے اور کیا وجہ رکھتی ہے معاذ اللہ **قولہ**

تراویح بیس پہنچی الخ اقول تراویح آٹھ سے زیادہ کو بدعت کہنا تو کسی عالم کا نہین بلکہ قول
سفہاء کا ہے ایسے اقوال ساقط کا ذکر یہان بے محل ہے البتہ بعض علماء نے جیسے ابن ہمام آٹھ کو
سنت اور زائد کو مستحب لکھا ہے سو یہ قول قابل طعن کے نہین قولہ اسیطرح ہر مجلس میلاد الخ
اقول نفس ذکر میلاد فخر عالم علیہ السلام کو کوئی منع نہین کرتا بلکہ ذکر ولادت آپکا مثل ذکر دیگر سیر و حالات
کے مندوب ہے چنانچہ یہہ امر فتوی مولوی احمد علی صاحب محدث سہارنپوری مین صراحۃً مذکور ہے اور
مولف اوسکو دیکھ چکا ہے کہ یہہ کتاب اوسکی اوس ہی فتوے کے رد مین تالیف ہوئی ہے البتہ امور
غیر مشروعہ جو اوس کے ساتھ منضم ہو گئے ہین اوسکی وجہ سے حکم مجموعہ پر بدعت ومنکر ہونیکا یا شرک و
حرمت کا لگایا جاتا ہے اور یہہ حکم باعتبار اون قیود غیر مشروعہ کے ہے نہ بوجہ نفس ذکر کے چنانچہ ہمنے سبب
تو سب معلوم ہو جاویگا پس مولف کا یہہ طعن بدون سوچے سمجھے ان فتاوی کے محض کم فہمی سے
اور کم اصلی سوال اور جواب کو غور بھی نکیا اور اعتراض کرنے کو کھڑا ہو گیا قولہ علی ہذا القیاس وہ
اموات جو مجوزون الخ اقول ایصال ثواب طعام وقراءۃ اموات کو کسینے منع نہین کیا اس باب
مین جو منع ہے تو اس طرح وہیئت سے ایصال کو منع کرتے ہین کہ جسمین تشبہ بکفار لازم آجاوے
یا تعیین مطلق کی آجاوے کہ یہہ دونون تمام امت کے نزدیک حرام وبدعت ہین اور یہہ امر کہ منع کرنا
بوجہ قیود وہیئت کے ہے نہ بوجہ ایصال کے اوس فتوی مین جس کا رد کرنیکو مولف نے یہہ کتاب لکھی ہے
مصرح ہے مگر دیدہ حق بین نہو تو اوس کا کیا چارہ۔ پس اگر کسی نے مسلمانون کو خسران مین دو دنیا
سے بچایا کہ مال بھی ضائع ہوا اور مقصود بھی حاصل نہوا کہ مقصود ثواب اموات تہا نہ کہ معصیت سے ملوث ہونا
تو یہہ عین دین ہے اسکو قبیح کوئی اہل دین ودانش ہرگز نہین کہہ سکتا البتہ واعظین ومدرسین جو کہ
ممتثل امر بلغوا عنی ولو آیۃ کے ہین اور امروا بالمعروف وتناہوا عن المنکر کے عامل طعن وتشنیع
کرنا اور بدظنی کو کام فرمانا کہ منہی عنہ بنصوص قطعیہ ہے لاریب تسویل شیطان اور رضاء لعین ہے

اور توہین نواب فخر عالم کی کرکے اپنی عاقبت کا برباد کرنا اور خلق کا گمراہ کرنا ہے پس مولف اپنے
اِس فعل شنیع سے اپنا انجام سوچ کر کیا ہے اور یہہ عذر کہ وہ بطمع دنیا یہہ وعظ و درس کرتے مین
سو اس کا حساب علی اللہ تعالی ہے مولف کو حکم حسن ظن کرنے کا تھا نہ بدظنی کا لقولہ علیہ السلام
ایاکم والظن الحدیث سو مولف عدول حکم ہوکر کون ہوتا ہے اور جو وہ اجرت لیتے مین تو آخر علماء
متاخرین نے درس اور وعظ پر اس کے جواز کا فتوی دیا ہے اور خود مولف بھی ایک رسالہ اس باب
مین طبع کرچکا ہے پس یہہ طعن اپنے اوپر اور علماء متاخرین و فقہاء پر ہوا کہ اپنی غرض فاسد کے
اتباع مین اپنا قول بھی یاد نہ رہا سخت تعجب ہے معہذا جو کچھہ واعظ کو اور مدرسہ مین بہ نیت ایصال ثواب
دیا جاتا ہے اوس کا ثواب بھی اموات کو پہونچتا ہے سو اموات کا حرمان نہ معلوم کہ مولف کس طرح سمجھہ گیا
مگر شاید مولف کے نزدیک وعظ و درس کوئی گناہ ہے کہ اوس کی صرف مین وصول ثواب ہی نہین تھا
معاذ اللہ ورنہ وعظ و درس چونکہ فرض ہے اون کے صرف مین اجر بھی زیادہ ہوتا ہے تو مساکین
کہ دینے سے اس مین اموات کو زیادہ نفع ہے حسب حکم شرع پس مولف کا یہہ کلام محض کینہ کا اظہار
اور بے بہرہ علم دین ہے چونکہ جواب مسئلہ و طعن نا موزون مولف کا حاصل ہوچکا اور جو کچھہ کلام نا
لعنی اس کا لغو اور اسکے ہے اوسکا حوالہ الیوم الجزاء پر کیا جاتا ہے نہ یہہ کام علم کا ہے بلکہ دہلی کے
پھکڑ باز اس سے زیادہ لکھہ سکتے ہین اس کے بعد جو مولف نے وجہ تالیف لکھی اور اپنے عالم متبحر ہونے
اور معتبر زمانہ ہونے کی داد دی ہے اوسکا جواب دینا فضول ہے کیونکہ یہہ کتاب مولف کی خود شاہد
اوسکے علم و فہم کی اور تکذیب اوسکے دعوے کی موجود ہے کہ ہر اہل علم مبلغ فہم مولف کا دریافت
کرسکتا ہے علی ہذا تبویب و تقسیم رسالہ اور لمعہ اولی نور اول کا قابل جواب نہین اس سے عبور کرکے
آگے بڑھتا ہون فقط قولہ لمعہ ثانیہ سوال فتوی الکاریکی نقل الخ اقول سائل نے وہ ہیئت
واقعہ محفل مولود جو مروج ہے درج سوال کرکے اوس کا حکم پوچھا تھا اوسکی غرض یہہ تھی کہ اصل ذکر

٦

مولود کو تو سب علماء جائز کہتے ہین مگر اس ہیئت کا کیا حال ہے مولف نے بنام تمہید شرح سوال کے
اوسکا جواب دیا ہے اور شرح مین اپنی راے سے جو مناسب جانا لکھدیا ہے چنانچہ ظاہر ہوا جاتا ہے
قولہ اقول۔ دیکھو سائل چونکہ سخت عنادِ محفل الخ **اقول** یہہ مولف کا محض کینۂ قلبی ہے کہ سائل
کو معاند ذکر فخر عالم علیہ السلام کا لکھا ہے البتہ سائل اگر متبع سنت ہے تو اس ہیئت کا معاند بیشک
ہوگا کیونکہ اس ہیئت کو بدعت جانکر اوس سے مجتنب ہے لقولہ علیہ السلام کل بدعۃ ضلالۃ
اور اصل ذکر کو وہ مندوب ہی جانتا ہے مگر مولف کے سوء فہم سے جو کچھ اوس نے قلب مین ہے
وہ ٹپکتا ہے **قولہ** ہ لفظ درج کرتا ہے الخ **اقول** اس کلام سے کسقدر معلوم ہوا کہ امردان کا حاضر
ہونا غزل و قصیدہ پڑھنا مولف کے نزدیک بھی موجب بے تامل فتوی کراہت کے دینے کا ہے
جسکے سبب سے سائل پر غصہ ہے کہ کیون ایسا سوال بنایا اور مولف اپنی مجالس مین امردون کی
مولود خوانی سے انکار کرتا ہے مگر مولف کا یہہ قول کسقدر کم فہمی ہے (کہ کیا مجلس میلاد کو خاص
امردان خوش الحان ہی پڑھتے ہین) کیونکہ سائل نے کب کہا ہے کہ امرد ہی پڑھتے ہین یہہ حصر تو
مولف کی فہم ناقص سے پیدا ہوا ہے سائل یہہ کہتا ہے کہ امردان خوش الحان خوانندہ ہون اور
خوانندہ ہونا عام ہے کہ بالکل وہی پڑھین یا کچھ پڑھین اور مطلب سائل کا حسب واقعہ مروجہ کے
قصائد مدح وغیرہ مجلس مین پڑھنے سے ہے نہ خود کتاب مولود کی پڑھنا سو یہہ توجیہہ مولف کی
خواب غفلت ہے کیونکہ اوسکی غرض ضرور امرد اور خوش الحانی سے قصائد پڑھنا ہے اور یہہ امر
مجالس مین موجود ہے چونکہ اس سے انکار کرنا ممکن نہین تھا کہ خود مولف کی محافل مین بھی یہہ امر موجود
ہوتا ہے لہذا اوسکے دفعہ کیواسطے یہہ تدبیر کی کہ قول سائل سے کہ امرد خوانندہ ہون امرد کا کتاب
مولود کی پڑھنا شرح سوال مین مراد لیا اور پھر استشہاد لاے کہ دہلی وغیرہ مین سب بوڑھے
اور ثقہ پڑھتے ہین سبحان اللہ خوب شرح کی اور خوب اغراض کیا عوام کو تو دھوکا شاید لگ جاوے

جسقدر مفتی ہین وہ معتقد ہین ان دو عالمون کے یعنی مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی اور مولوی اسحاق صاحب دہلوی کے پس بعضون کو ان صاحبون کے خاندان مین واسطہ رابطۂ شاگردی حاصل ہے اور بعضون کو پیری مریدی حاصل ہے اور بعضون کو محض تقلید اور اتباع پس مولوی اسمٰعیل صاحب کا خاندان

مگر فہیم آدمی تیاس کاریگری کو خوب واضح طرح پر سمجھ لیویگا پھر یہ کہ اگر بالفرض یہ امر بھی ہوتا تاہم سائل ایک صورت فرض کر کے اوسکا حکم پوچھتا ہے اور ہر روز یہہ ایسے سوالات امر شائع رہتے ہین ہیانتک کہ کتب فقہ مین بعض ایسے سوال مندرج ہین کہ محال عادی ہین پس سائل پر یہہ عتاب مولف کا کہ یہہ صورت کہان ہوتی ہے ایسا سوال کیون کرتا ہے کون عقل کی بات ہے مجیب اور عالم کو واقف سے کیا بحث ہے وہ سوال کی صورت کا جواب دیتا ہے یہہ مولف کا بیا قاعدہ نکتہ ہے مگر بات وہی ہے کہ سائل نے خود عیب مولف کا بیان کیا اوس کے رنج مین غصہ آگیا اور دوسری شرح خلاف مقصود کر کے جواب مین انکار واقعہ کر دیا مگر اس تغیر سے کیا حاصل ہوا کیونکہ قصائد خوانی اور مولود خوانی دونون کا ایک ہی حکم ہوویگا غرض تو حضور امارد خوش الحان سے ہے مگر مولف ایسا فہم کہان سے لاتا جو اسکو سمجھتا یہہ سمجھا کہ جواب سے سبکدوش ہوگیا ۔ حالانکہ یہہ جواب قابل خندہ ہے کیونکہ سائل پوچھتا ہے کہ جس محفل مین امردان خوش الحان قصائد پڑھین اور حالانکہ امرد بعض حسین صبیح بھی ہوتے ہین اور مجالس مولود مین جوانان فساق فجار بھی حاضر ہوتے ہین تو ایسی صورت مین اندیشہ فتنہ کا ہے سو چونکہ سب سامان فتنہ وہان موجود ہوتے ہین تو مظنہ شہوت حرام کا ہے کہ امرد کوئی صبیح کم کوئی زیادہ اور خوش لحنی اور لباس صاف اور خوشبو کا ہونا اور فسق و فجور و شباب کا ہونا داعی پس ایسی حالت مین گو ذکر فخر عالم علیہ السلام کا ہی ہو مگر مظنہ شہوت بظن غالب ہے ایسی محفل کا کیا حکم ہے اگرچہ ذکر مندوب ہے مگر لحوق معصیت اور کراہت کا بھی ہے اور مجموعہ پر حکم باعتبار قیود کے ہوتا ہے تو مولف نے جواب اول تو دیا کہ دہلی وغیرہ مین کوئی امرد مولود نہین پڑھتا اور اگر کوئی امرد آجاوے تو امردون کو قرآن یا مدح پڑھنا کہین منع نہین آیا واہ سبحان اللہ کیا عمدہ جواب ہے وہ تو پوچھتا ہے کہ اس مجمع او رہیئت مین حاضر ہونا اور مدح خوانی کیسی ہے مولف جواب دیتا ہے کہ مکتب مین یا خلوت و گھر مین قرآن پڑھنا منع نہین وہ کب مکتب خانہ مین

قران ومدح کو پوچھتا ہے یا مطلق قران ومدح کو پوچھتا ہے وہ تو ایسے مجمع مین کہ مظنہ فتنہ کا ہے سوال کرتا ہے مطلق قران ومدح کو اوس نے کہان پوچھا ہے اور جو مولف کی یہہ غرض ہے کہ اصل ذکر تو درست ہے گو عروض فتنہ عارض ہوگیا تو یہہ بالکل غلط ہے کیونکہ حرمت عارضی بھی مثل اصلیہ کے محکوم ہوتی ہے اگر یہہ مراد ہے کہ مطلق جب حلال ہوا تو پھر جس قید مین اوس کا وجود ہو حلال ہی رہے گا تو یہہ بھی سراسر غلط ہے کہ مطلق حلال بقید ممنوع ممنوع ہوجاتا ہی چنانچہ نماز ارض مغصوبہ مین ممنوع ومکروہ ہے اور جو مراد یہہ ہو کہ صدور کلمات اشعار پڑہنے تو منع نہین مگر مدح فخر عالم علیہ السلام کا اندیشہ ہے تو یہی محض غلط ہے کیونکہ شہوت پسند اور حیوانات باشہوت کو مدح اور قران اور غزل مین اور صلوۃ وذکر مین کچھہ تمیز نہین ہوتی طبعا اور یہہ امر بدیہی ہے ہر شخص جانتا ہے گو مولف دیدہ ودانستہ انکار کرے یا بوجہ ضعف دماغ کے قوت شہوت زائل ہوگئی ہو دیکھو درمختار مین امرد صبیح کی امامت کو مکروہ لکہا ہے اور وجہ اسکی وہی مظنہ فتنہ ہے جب نماز اور قران مین علما مکروہ لکھتے ہین تو ایسی مجلس مین مدح خوانی کب درست ہوگی اور احیاء العلوم مین امرد کی صورت کو درصورت مظنہ فتنہ کے مکروہ لکہا ہے مولف آنکھہ کہول کر مطالعہ کرے پس ہرگاہ کہ اوس زمانہ صلاح مین اوسکو مکروہ لکھا ہے تو اب اس زمانہ فتن مین تو سلیمان کا بھی حال قابل اطمانیت نہین چہ جائیکہ اوس محفل مین جہان فساق موجود ہون پس حاصل یہہ کہ مولف نے کمال فہم کو کام فرمایا کہ سائل تو ایسی محفل کے حضور کو پوچھتا ہے جس مین فتنہ کا ظن غالب اور امارد کا وہان ہونا موجب فتنہ کا ہے اور مولف جواب دیتا ہے کہ امرد کا قران ومدح پڑہنا درست ہے یہہ علم لغت کا قابل دید ہے **قولہ** باقی رہی الحان خوش الخ **اقول** یہان سے مولف اپنے دعوی پر دلیل لایا ہے کہ صوت حسن جائز ہے حضرت مجدد کا قول اور مواہب لدنیہ کی عبارت اور صراط مستقیم کی تقریر مگر کوئی مولف سے پوچھے کہ ان روایات سے صوت حسن کا جواز معلوم ہوا مگر امردون حسن الصوت کا مجمع فساق مین پڑہنا تو ثابت نہین ہوتا سائل اس ہیئت کو پوچھتا ہے نہ مطلق صوت حسن کو تو آپکو

ان روایات سے کیا سود حاصل ہوا اور سوای تطویل کے کونسا نفع ملا علی ہذا ابن جزری کے قصیدہ مین

پچپس جلتے لڑکون مین قران خوانی کہ وہ بھی بچگان کی قران خوانی کو مفید ہے نہ اوس سائل کے مقصد

کو مفید علی ہذا حدیث لقد اوتی مزمارا من مزامیر آل داود اور قسطلانی کا قول اور سعدی کا شعر ان سب

سے سوال کا جواب ہرگز حاصل نہین ہوتا مولف کی محض تطویل اور خواہ مخواہ جمع کرنا روایات بے محل کا ہے

جس سے جہلا تو سمجھ گئے کہ مولف نے بہت سی دلائل سے مدعی اپنا ثابت کیا اور اہل علم جان گئے کہ مولف

کو سوای جمع الفاظ کے معنی اور مطلب سے کوئی بھی مناسبت نہین سائل کچھ پوچھتا ہے اور مولف کچھ اور ہی

جواب دے رہا ہے جس امر کو سائل لکھتا ہے اوسکو فقہا خود منع کرتے ہین نماز و قران مین بھی اور

جسکا جواب مولف دیتا ہے وہ سبکے نزدیک درست ہے اوسکو اوس سے کچھ مناسبت ہی نہین ہے

پس ایسے فہم مولف پر بڑا اندیشہ ہوتا ہے کہ جب مولف کا یہ طریقہ ٹھیرا اگر کوئی مقید کا حکم پوچھیگا

مولف مطلق کا حکم بتلا کر گمراہ کیا کریگا مثلا سائل کہیگا کہ بکری حرام کی کیسی ہے تو مولف جواب دیگا

کہ بکری حلال ہے قران حدیث مین بکری حلال لکھی ہے حالانکہ یہ نہین کہا کوئی پوچھیگا کہ وجہ

نفاس مین صحبت کیسی ہے؟ تو مولف کہیگا صحبت اپنی زوجہ سے حلال ہے کیونکہ حرام نہین کہا علی ہذا

تمام ابواب فقہ کو قیاس کرلو کہ سائل قید کے ساتھ سوال کریگا اور مولف مطلق کا حکم بتلا کر گمراہ کریگا اور

دین کو برہم کر دیویگا لاحول ولا قوۃ الا باللہ جیسا اس سوال مین علم [illegible] سائل

ایسے مجمع مین کہ مظنہ فتنہ کا ہے امردون کی قصیدہ خوانی کو پوچھتا ہے مولف سوء حسن کا جواز

اور امرد کی قران و مدح پڑہنے کو جواز کی دلیل قرار دیکر جواز اس امر مکروہ کا ثابت کرتا ہے اور پھر اس علم پر

فخر و ناز ہے اور جو کہی اوس سے بزعم مولف کچھ ایسا بظاہر سرزد ہو جاوے تو اوس پر سخت اعتراض کرتا ہے

اور خود اپنی خبر نہین **قولہ** زیب و زینت **اقول** یہ لفظ اکثر نا فہمین الخ **اقول** اسکو بھی مولف خوب سمجھے اور

خوب جواب دیا اور مصداق اتامرون الناس بالبر و تنسون انفسکم کی ہوئی کیونکہ اور مفتیان طعن کرتے

10

مؤلف کچھ اور شئے کا جواب دے رہا ہے اوّلاً سوال عام کو ایک فرد مین مقید کردیا ثانیاً اوس فرد کو بھی بلا تفصیل مطلقاً حلال لکھدیا اور صریح خلاف نصوص کے فتوی جواز کا دیدیا اور پھر تمام دنیا پر اعتراض کہ جواب و سوال مین مطابقت نہین اور جواب مین اجمال ہے اور اپنا یہہ حال کہ سوال جواب کو مناسبت ہی نہین ان بدلے جواب قولہ شیرینی اقول یہہ بھی سن لیجئے الخ **اقول** اس قید کی شرح مین تو مؤلف نے خوب داد اپنے علم کی دی کیونکہ علم کی بحث مین لیسے خرافات کا لکھنا مؤلف ہی کا کام ہے اس کے جواب مین کاغذ سیاہ کرنا فضول ہے مگر جبکہ مؤلف نہ سمجھا ہمکو اوسکی شرح کرنا ضرور ہوا۔ اوّل مؤلف کے فہم کی خوبی قابل غور ہے کہ سوال مسئلہ کا تو علماء مانعین سے ہے اور قید شیرینی کی اوس مین مجوزین کے چڑانے کو لکھی سبحان اللہ اگر یہہ سوال مجوزین کے پیش ہوتا تو یہہ گمان کچھ بجا ہوتا۔ مگر مؤلف صاحب کو مضمون فہمی سے تو کچھ کام ہی نہین اپنے فہم سے آپ ہی جو بیجا ترجمہ کردیا آپ ہی جواب دیدیا اور خوش ہوگئے اور عوام کے نزدیک اپنا تبحر علمی ظاہر کردیا مگر اہل علم آپ کے علم کو خوب سمجھ گئے۔ سنو کہ شیرینی کا ہونا بھی مثل زیب و زینت لباس و بساط و مکان کے ایک جزو ہیئت کذائیہ کا ہے سائل یہہ پوچھتا ہے کہ تقسیم شیرینی فی حد ذاتہ مباح ہے مگر چونکہ کوئی مولود خالی اس سے نہین ہوتا گویا کہ لوازم ضروریہ مجلس مولود کا ہوگیا ہے تو ہر چند غرض صاحب محفل کی یہہ ہو کہ اس کے ذریعہ سے مجمع خوب ہوجاوے کہ اطفال و شباب کے مزاج مین رغبت اسکی رکھی ہے۔ ہم دیکھتے ہین کہ جو نماز فرض اور جمعہ اور وعظ مین کبھی رُخ بھی نہین کرتے اگر ایک ڈلی لڈو کی بھی کہین توقع ہوتی ہے تو معہ تمام فرزندان کے کپڑے بدلکر ان کو بھی سب سے پہلے حاضر ہوجاتے ہین یا کوئی دوسری غرض ہوتی ہوگی مگر بہرحال اسقدر التزام سے عوام کو ضروری ہونا شیرینی کا اس محفل مین عقیدہ ہوگیا ہے اور یہہ مسئلہ محقق ہے کہ مباح کا ایسا التزام کہ عوام کو موجب تاکد کا ہوجاوے مکروہ ہوتا ہے پس جب یہہ محفل محتوی امر مکروہ کو ہوئی تو ایسی مجلس مین جانا جائز ہے یا مکروہ یہہ مراد

سائل کی تھی مگر موٗلف اپنے مذاق کی طرف اوسکو کھینچکر لے گیا اور اصل مطلب سے بالکل غافل خوش طبعی کرنے لگا اور خواہ مخواہ ورق سیاہ کیے سچ ہے ع فکر ہرکس بقدر ہمت اوست ٭ اہل علم کو جانتے ہین اور اہل بطن لذت اکل و شرب کو پس جناب موٗلف نے اوسکو دعوت قرار دیکر چند روایت پیش کین اور اس محفل کی حاضری کو سنت قرار دیکر اپنے موافقین کو متبع سنت اور مانعین کو رد کننوالا دعوت کا ٹھیرایا اور اس علم پر بہت فخر فرمایا مگر یہہ یاد نہ رہا کہ وہ عالمگیریہ جو زیر نظر موٗلف کے ہے وہ ایسی دعوت کو منع کرتا ہے کہ جہان کوئی معصیت یا بدعت ہو اور ابو داؤد کا ابن عمر کے گھر سے دعوت کو رد کر کے چلا آنا پہلے بخاری شریف سے نقل کر چکا ہون اور فخر عالم علیہ السلام کا خانۂ فاطمہؓ سے لوٹ آنا بسبب پردۂ منقش کے لٹکانے کے دیوار پر یہہ روایت بھی بخاری شریف مین موجود ہے پس ہرگاہ اس محفل مین خود سائل لکھ رہا ہے کہ وہان حضور امارد و فساق بلباس غیر مشروع زیب و زینت مکروہ اور کراہت شیرینی کی بسبب التزام کے موجود ہے تو اس ضیافت کا قبول کرنا کونسی حدیث سے سنت ہوا اور کس نص نے اوسکو جائز فرمایا سوای طبعزاد موٗلف کے کونسی علت جواز حضور کے بیان ہے کہ حاضرین متبع سنت ہوئے لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ مگر یان گوشہ چشم بعض جب بدون شیرینی کی ڈلی کے نہ بھرے تو کیا کیا جاوے گناہ ہو یا ثواب جانا ضرور پڑتا ہے معاذ اللہ اب دیکھو کہ یہہ حال موٗلف کے فہم عالی کا ہے کہ سوال کو ہرگز نہ سمجھا اور لڈو کی ڈلی کو ین ہیئت دعوت قرار دیکر مجالس معصیت مین جانا کہ حدیث سے منع تھا سنت قرار دیا اب ہو کہ گناہ کو سنت کہنے والا کون ہوتا ہے اور پھر موٗلف نے اپنی عادت کے موافق کہ سوال سائل کا تو قید و تقید کا حکم پوچھنے کو تھا اور موٗلف مطلق اور اپنے فہم کا جواب دیکر راضی ہوا شیرینی تقسیم کرنیکی اباحت کی دلیل کہین شاہ عبد العزیز صاحب کے قول سے لکھہ رہے ہین اور کہین دعوت کے قبول کرنے کی سند دیرہے ہین غرض بے خبر از حقیقت حال اور ہ و از فہم غرض اپنی طبع زاد کا جواب دیکر عہ آم

کیونکہ عوس میں فاضل بن بیٹھے اور علماء کے نزدیک تو بجز خندہ اور کچھ حاصل نہیں کیا شیرینی کی عمدگی

کی عبارت نقل کر کے وقت ضائع کیا کہ غرض سائل کی اوس سے تعلق رکھتی ہے نہ مولف کو اوس سے

کوئی فائدہ اور نہ سائل منکر اسکا تھا وہ تو قید التزام ما لا یلزم الشرع کو پوچھتا ہے اور سبب دوام

کے موکد جاننے کے اسکی کراہت کو کہتا تھا مولف صاحب شیرینی کی عمدگی کی طرف دوڑ پڑے اور

مطلب سائل سے کچھ کام ہی نہیں رکھا پس مبلغ علم و فہم مولف کا ہر شخص پر ظاہر ہو گیا کہ کسقدر رتبہ

شناسی خداداد رکھتے ہیں اور کیا جواب مطابق سوال دیتے ہیں قولہ روشنیہا

کثیرہ اقول سائل کی بندش اور تقریر الخ **اقول** جہان تک کچھ تھا کہ روشنی زیادہ

از حد ضرورت اسراف اور حرام ہے اور جس محل میلاد میں ایسا ہو گا وہان جانا اور شریک ہونا

بھی حرام کہتا ہے (سائل کی بندش دیکھو کہ روشنی بکثرت تو ذکر کرتا ہے لیکن معنی اوسکے

روشنی مسلو حرام ہوا کئے) جس سے صاف معلوم ہوا کہ کثرت روشنی اوسکے نزدیک بہت

بڑا شک ہے کچھ تو سمجھے مگر مولف کا بیان بھی فہم طلب ہے اسکا یہ مطلب ہے کہ سائل کی غرض

از روشنیہای کثیرہ سے کثرت زائد از حد ضرورت ہے اور مراد مجلس مولود میں یقینا ہوتا ہے

لیکن مولف اوسکو اپنی طبعزاد تقریر سے ٹالا چاہتا ہے کہتا ہے روشنی حد ورد اہل ہند میں زیادہ چراغ

کا نام ہے سبحان اللہ تمام ہند میں روشنی مطلق نور پر بولتے ہیں مگر ہان رامپور گنگوہ انبہٹہ وغیرہ

کے جہلا جلاہے تیلی اور مبتدعین ان قصبات کے روشنی کثرت چراغان یوم عرس کو بولتے ہین

مولف نے اون سے ہی دوستی محبت کر رکھی ہے یہی اصطلاح ذہن میں سما رہی ہے سائل تو متبع نہیں

اوسکو اس اصطلاح سے کیا بحث تھی روشنی ہائے کثیرہ زائد از حاجت اور کثیرہ کا لفظ تاکید کے واسطے

لکھتا ہے پس مولف کی غرض اس تقریر بے معنی سے یہہ ہے کہ سائل کی مراد چارسو پانسو چراغ ہین کیونکہ

روشنی عرس بزرگان میں دو چار سو سے عادۃً چراغ کم نہیں ہوتی پھر اوس کو جمع کرو پس یہہ مراد اپنے

۱۴

ذہن مین قرار دیکر اس کا انکار کر دیا کہ اسقدر چراغ موجود مین کہان ہوتے ہین پس اس مجال سے
ہی ہوئی مگر بہرحال مراد سائل کی جو تہی وہ روشنی زائد از قدر حاجت تھی اگرچہ دو سو چراغ نہون اور وہ
مولف کے مولود اور دیگر مجالس مین خود موجود ہوتے ہین تو اس کے اثبات کی فکر مین ہوتے ہین ٭
بقولہ اصلی حال یہہ ہے کہ بعض امرا ذی مقدور الخ **اقول** سبحان اللہ کیا عمدہ استدلال و تقریر ہے
روشنی والا وجد مین آیا جاتا ہے دیکھو سائل تو زائد از قدر حاجت کو اسراف حرام (لقولہ تعالی ان المبذرین
کانوا اخوان الشیاطین الایہ) کہتا ہے پھر وہ خواہ ایک ہی لیمپ او فانوس کیون نہو اور خواہ امرا عامی
اسراف کی وجہ سے ہو خواہ ان کے انس طبع کے سبب سے ہو خواہ کسیکے گھر اور کوٹھے مین
ہو خواہ محفل میلاد مین ہو سب اسراف ناجائز ہے پس عادت امرا سے حجت لانا کسقدر دور از علم ہے
مقابلہ نص قطعی کے عادت امرا کو دلیل بنایا جاتا ہے نعوذ باللہ منہا اور یہہ کہنا کہ اوسکو کسی نے
حرام نہین لکہا دوستو مفسدہ ذہن ہی خود قران مجید مین موجود ہے اور حضرت عمر کی روشنی کو سند
لانا بھی بے عادت کم فہمی مولف کی ہے کہ غرض سائل کی روشنی سے زائد از حاجت ہے اور حضرت
عمر سے جو منقول ہے وہ روشنی مطلق قدر حاجت تہی اور ان سب روایات منقولہ حلبی مین روشنی قدر ضرورت
ہے پس ان روایات کا نقل کرنا محض لغو غیر مفید مطلب مولف کو ہے کیونکہ کسی روایت سے زائد
از ضرورت ہرگز ہرگز نہین معلوم ہوتا اور نفس روشنی مین سائل کو انکار ہی نہین پس مولف بخبر یہ نہین جانتا
کہ اسراف جیسا ہزار چراغ مین حرام ہے دو ہا چراغ کا بہی حرام ہے وضو کے پانی مین بہی اسراف منع
ہے چہ جائیکہ تیل چراغ مین اور یہہ لطیفہ مولف کا کہ رات کو اگر روشنی کے سبب سے محفل مین نہین آتا
تو دن کو آجایا کرے یہ بھی کمال جزم مولف کا ہے کیونکہ سائل نے نہ تو دعوی التزام و لزوم روشنی کا کیا
اور نہ کراہت اس مجلس کو حصر روشنی مین کیا اگر دن کو روشنی نہین تو دیگر مفاسد تو موجود ہین دن کو
جلوہ امارد رات سے بھی زیادہ ہوتا ہے اور علی ہذا دیگر امور التزام شیرینی و لباس و ذی فسق و تداعی

وغیرہ کا حال ہے البتہ اگر حق تعالیٰ مولف کو توفیق فرماوے اور یہہ کہدے کہ ہم سب امور غیر مشروعہ کو یکقلم موقوف کردینگے تو البتہ سائل خود شریک اس فرض مندوب کا ہوجاویگا کاش مولف کو یہہ توفیق ہوجاوے القصہ مولف کی خوبی فہم ہر پہلو مین ایک جدید اعجوبہ ہے اور قول حلبی کا کہ حضرت عمرؓ نے قنادیل کثرت سے لٹکائے دلیل کثرت کی وہم عالی مولف مین آگئی او فی الواقع یہ کم فہمی ہے سنو کہ لفظ کثرت دو معنون مین بولا جاتا ہے ایک کثرت اعداد مثلاً دس بیس کو کہتے ہین دوسرے کثرت از حد ضرورت تو یہان حضرت عمرؓ کی نقل مین کثرت اعداد مراد ہے کیونکہ مسجد نبوی ایک بڑا وسیع مکان ہے اوس مین پچاس ساٹھ قندیل ہی کم از حاجت ہین پس حضرت عمرؓ نے قنادیل کثیرہ فی الاعداد کہ حد حاجت سے ہرگز زائد نہ تھے لٹکائے تھے اور اوسکی ہی مع محققین سے منقول ہے پس مولف کثیرہ سے زائد از حاجت سمجھ گیا ماشاء اللہ کیا فہم رسا ہے صحابہ کو قرآن ہی یاد نہ تھا بزعم مولف کہ وہ خلاف قرآن کے تبذیر کرتے اور علی ہذا اوس مالم کے قصہ مین جو مامون کے عہد سے نقل کرتے ہین کثرت عدد مراد ہے اور جو وہان دوسرے معنی ہوان تو کوئی حجت بھی نہین خواب کا قصہ عہد مامون کا معاملہ یہہ دونون حجت شرعی نہین بہرحال قنادیل کثیرہ کا کیا عمدہ استدلال ہے کہ قابل دید ہے ہرگز مولف معنی آثار کو نہین سمجھا اور ہرگز یہ آثار اوسکو مفید نہین اور ہرگز سوال سائل کا جواب نہین ہوسکتی **قولہ** البتہ بعض علماء نے کثیرہ روشنی کرنیکو الخ **اقول** اب اسقدر پریشانی اوٹھا کر اور تقریر لایعنی کرکے مولف کو خیال آیا کہ فقہاء کثرت روشنی کو حرام اور اسراف لکھتے ہین تو یہہ جواب دیا کہ وہ سمجھے نہین انکو یہہ روایات نہین ملین نعوذ باللہ مولف اپنے جہل کو علم سمجھ گیا ہے اور فقہاء علماء کو جاہل قرار دیا فقہاء کی تمام روایات اور آیتہ قرآن پیش نظر تہی اور اونکو حق تعالیٰ نے فہم و علم دیا تھا وہ سمجھ گئے کہ کثرت سے فعل حضرت عمرؓ مین مراد کثرت اعداد ہے اور حضرت عمرؓ قرآن کے خلاف عمل کرنیوالے نہین تھے مگر مولف ہی اپنی جہل مین مبتلا ہے اور روایات کو نہ سمجھا اور قرآن کو بھولا اپنے فہم رکیک سے

اپنے مدعی باطل کو خلاف نصوص کے حق سمجھ گیا اور فقہاء کی طعن و تشنیع کی وجہ سے اہل و نارواں دیا

اور کچھ خیال نہ کیا ذی شان مشہور مایا انا للہ وانا الیہ راجعون افتوا بغیر علم فضلوا واضلوا اسکے آگے کلام

لا یعنی مولف کا کیا جواب لکھوں کہ کوئی علم کی بات نہیں ہاں لکھا ہے کہ روشنی سے ظلمت دور ہوتی ہے

اور بعض نے بہ کی روشنی سے آنکھ بند کر لیتے ہونگے اور دیگر علماء حجاج کی نسبت شیخ ہاشمی سے

شنا ہوگا کہ یہہ سب کام علماء کا نہیں اس جھگڑے کے جواب میں وقت رکا غذ ضائع کیا ہے مولف اوس

کا جواب پاویگا مگر ہان اتنا لکھتا ہون کہ جو روشنی زیادہ حاجت ہے وہ داخل اسراف ہے اور سبب ناراضی

حق تعالیٰ کی موجب شرارت اور ناحق جسم کی روشنی دیکھنا ہوتی ہے ہان قدر حاجت محل عبادت مین

ہو نا اور مثل اوسکے مسجد نبوی کی قندیل جو سائل است دیکھنا نہیں کرتا خود ہوت مین لیکر

دال کر جواب لکھتا ہے اور یہی بلکہ مولف اشیاء کے فعل و قول کو اپنے زعم کا سند سے

خلاف شرع پر عمل کرتے فقہاء کی شان مین گستاخی کر رہا ہے خدا تعالیٰ اوسکو ہدایت و توبہ نصیب کرے

یہہ سب مسا جہل کا ہے اگر کچھ بھی علم ہوتا تو اس روز سیاہ سے بچتا **قولہ لطیفہ ام** **اقول** علماء دیوبند

کا حال تو کچھ پوشیدہ سب پر روشن ہے دیوبند کچھہ دور نہیں ہر مسلمان منصف کا دل چاہے بچشم خود دیکھ لے

کہ ان کا لباس وہیئت موافق شرع کے رہتے ہیں اور نماز کو بجماعت بخوبی ادا کرتے ہیں امر بالمعروف

مین بشرط قدرت کوتاہی نہیں کرتے اور تحریر فتوی مین رعایت غنی و فقیر کی نہیں حق جواب دیتے ہین

اور جو انکو کوئی متنبہ کسی خطا پر کر دیوے تو بشرط صحت کے قبول سے دریغ نہیں بسر و چشم معترف

ہوتے ہیں یہ سب اوصاف واضح ہیں جسکا دل چاہے دیکھ لیوے امتحان کر لیوے اور یہی قبولیت عند اللہ

تعالیٰ کا نشان ہے اور علماء مکہ معظمہ کا حال جس نے عقل و علم کے ساتھ دیکھا وہ خوب جانتا ہے جو

نہیں گیا وہ ثقات کی بیان سے مثل مشاہدہ کے جانتا ہے کہ اکثر وہان کے علماء نہ کہ سب کیونکہ اکثر وہان

متقی بھی ہیں اس حالت مین ہیں کہ لباس ان کا خلاف شرع اسبال آستین اور دامن کا چغہ و قمیص مین

١٧

کرتے ہین ریش اکثرون کی قبضہ سے کم نمازین بے احتیاطی امر بالمعروف کا باوصف قدرت کی نام
نشان نہین اکثر انگوٹھی چھلّے غیر مشروع ہاتہون مین پہنے ہوئے ہین قطع عنفوف شائع ہی فتوی
نویسی مین کچھہ دیگر ہوچکا ہو لکھوا لو اگر اون کے عصیان سے کوئی مطلع کر دیوے تو بارہا نکو موجود پاوین
اور خود شیخ العلما نے جو معاملہ ہمارے شیخ الہند مولوی رحمت اللہ کے ساتھہ کیا وہ کسی پر مخفی نہین
اور بغدادی رافضی سی کچھہ روپیہ لیکر ابو طالب کو مومن للہدیا خلاف روایات صحاح احادیث کے
اور علی ہذا کہانتک لکھون کہ طول ہو اور شرم بہی آتی ہے کہ ہجو علما حرمین کی لکھون مگر ناچار ہوکر
لکھنا پڑا پس اگر کسی نے ایسی حالت مین علما دیوبند کو علما حرمین پر ترجیح بوجہ اعتماد کے دیدی تو
کونسا غضب کیا اہل فہم انصاف کرین کہ ایسی حالت مین علما دیوبند کا فتوی قابل اعتماد ہوگا یا علما
حرمین کا مثلاً ایک عالم فاجر مسجد مین رہتا ہو کہ اشرف مواقع ہے اور دوسرا عالم متقی بازار کی دوکان
مین ہو کہ شر البلاد ہے تو بازاری عالم کا فتوی معتبر ہوگا یا مسجد مین رہنے والیکا پھر ایسی صورت مین
اگر کوئی کہے کہ مسجد خیر البقاع والے سے مسئلہ پوچھو بازار شر البقاع والے سے مت پوچھو اور فضائل
مسجد کے اور برائی بازار کی بیان کرکے حجت لاوے تو اُس مسجدی بھاٹ کو لوگ احمق کہینگے
یا نہین اور اس کلام سے بازار کی افضلیت مسجد پر کون بیوقوف استخراج کریگا پس اس لطیفہ کثیفہ
مولف کو دیکھنا چاہئے کہ بحث تو علما دیوبند کے معتبر اور دیندار ہونیمین اور بعض علما مکہ کے غیر معتبر
فی الفتوی والدین ہونیمین ہے اور اس سے افضلیت دیوبند کی مکہ پر سمجھکر خرافات لکھنی شروع کردی
اور نہ سمجھا کہ یہ مفاسد وہان کے علما کی زیادہ تر موجب بُعد و خسران کے ہین کہ وہانکی معصیت
اشد ہے دیگر بلاد کی معصیت سے مگر یہان شاید مولف کے نزدیک وہان کے لوگونکو مناکیر بہی حلال
ہون معاذ اللہ پس دیکھو کہ گفتگو کیا تہی اور نتیجہ کیا نکالا کیا فہم رسا ہے مولف خود ہی حج کر آیا ہے
اور پھر بہی مکہ سے ویسا ہی لوٹا جیسا گیا تہا سو یہی مصداق تضمین کا ہو رہا ہے اہی مسلمانو اعتبار

قرآن و حدیث و فقہ کا ہے نہ مکہ کے باشندون کی قول و فعل کا ذرا غور کرو کتب دین کو دیکھو کوئی معصیت مکہ کے تعامل سے حلال نہین ہوتی بلکہ زیادہ موجب عذاب و شناعت کی ہے اور موٓلف کی بلاہت کو غور کر کے سنو کہ فصل حجاز مین کہ حرمین شریفین بھی اوس مین داخل ہے حدیث ہے کہ ان الدین لیارز الی الحجاز کما تارز الحیۃ الی جحرہا - سو اسکا ترجمہ موٓلف نے نقل کیا اور خود اوسکی شرح کی ہے بقولہ یعنی جیسے سانپ اپنے بل سے نکلکر ہر جگہہ پھر کر اوسی مین قرار پاتا ہے الخ پس ذی عقل و الا ہی جانتا ہے کہ سانپ جب اپنے بل سے نکل جاتا ہے تو بل سانپ سے بالکل خالی ہو جاتا ہو اور جب پھر سانپ بل مین لوٹ آتا ہے تو اوسوقت بل قرارگاہ سانپ کا ہو جاتا ہے تو اس تشبیہ مذکورہ موٓلف سے صاف ظاہر ہے کہ کسی وقت دین حرمین سے نکلکر دیگر بلاد مین چلا جاویگا اور حرمین دین سے خالی ہینگے اور پھر عود کر کے حرمین مین آ جاویگا اور یہہ امر تقریر موٓلف سے ظاہر ہے گو موٓلف کو ہوش نہین پس اگر کوئی موٓلف کو یہہ کہے کہ اب اسوقت مین حرمین مین حسب تقریر آپ کے کمال دین دیانت نہین دیگر بلاد مین ہے مگر وقت ظہور امام مہدی صاحب کے عود کر کے آویگا جیساکہ حدیث سے ظاہر ہوتا ہے حسب شرح آپ کی تو موٓلف صاحب کی عمر کی تمام ہو جاویگی اور خود حدیث سے حسب زعم موٓلف کے شرح کے ظاہر ہو جاویگا کہ ایسے وقت مین حرمین کے باشندون کا قول قابل اعتماد نہو اور یہہ خلاف مقصود موٓلف کے ہے اور یہہ نتیجہ خود شرح موٓلف کا ہے کہ سلیقہ خداداد سے معنی تشبیہہ کے بیان کئے مین مطلب نہین سمجھا واہ سبحان اللہ کیا خوب استدلال ہے اب سنو کہ حدیث مین یہہ فرمایا ہے کہ دین وہان سمٹ آویگا اور قرار پکڑیگا سو اسکا کسیکو انکار نہین یہہ تو نہین فرمایا کہ وہان بدعات اور امور غیر مشروع نہو وینگے اور وہان کوئی خلاف شرع نہ رہیگا اور عمل بدعت نہ کریگا تو ذی عقل والا ہی سمجھتا ہے کہ اگر دین بھی وہان ہو اور خلاف شرع اعمال بھی وہان ہوتے ہون تو خلاف حدیث کے نہین یہ کہانسے سمجھا گیا کہ حرمین مین جو کچھہ ہو ویگا وہ سب مشروع ہی ہو وینگا اور بدعت

وہان ہرگز نہوو یگی یہ تو بلاف مشاہدہ کے ہے یہ محض کم فہمی موتف کی ہے بیشک حرمین محل دین ہے اور وہان کے باشندگان علماء عوام دیندار ہین خصوصاً مہاجرین کہ اپنا ملک چھوڑ کر حرمین مین متوطن ہوے او شبیہت سانپ کی بوجہ اتم ظاہر ہوئی مگر یہ سب علما اور سب باشندے وہان کے البتہ دیندار کامل ہی ہونے ضرور نہین بلکہ اہل بدعت او خلاف شرع بھی وہان رہتے ہین جیسا سانپ کے بل مین سوا سانپ کے اور آلایش وغیرہ بھی ہوتی ہے اور حدیث مین بھی اس کا اشارہ ہوا اور اس بیچمدان عاجز نے ایک عالم نابینا سے جو مسجد مکہ مین بعد نماز عصر کے وعظ کہتے ہین حال مجلس مولود کا پوچھا تو اُنھون نے فرمایا بدعۃ ہے الحاصل یہان کے علماء حقانی اس عمل کو مذموم جانتے ہین اگرچہ وہان کے ایسے بھی علما ہین جن کا حال اوپر گذرا اب جو کچھ علماء نے اس حدیث کی شرح مین لکھا ہے تو ملاحظہ فرمائیے حافظ ابن حجر نے فتح الباری شرح صحیح البخاری مین لکھا ہے قال الداودی کان ہذا فی حیوتہ علیہ السلام والقرن الذی کان فیہم والذین یلونہم والذین یلونہم خاصۃ وقال القرطبی وہذا اختص بعصر النبی علیہ السلام والخلفاء الراشدین اما بعد ظہور الفتن وانتشار الصحابۃ فی البلاد ولاسیما فی اواخر المائۃ الثانیۃ وہلم جرا فہو بالمشاہد بخلاف ذلک انتہی۔ او علی قاری اور شیخ عبد الحق نے بھی اس کے قریب قریب لکھا ہے اس سب تقریر سے منصف کو معلوم ہوگیا کہ موتف کا فہم کسقدر کم ہے کہ جس مطلب کو نہین سمجھا اپنی راے سے ایک مطلب قرار دیکر جو چاہتا ہے بے جوڑ لکھدیتا ہے اور پھر اپنے مطلب تراشیدہ کے موافق بھی دلائل نہین لاتا کچھ عجب قصہ ہے اہل علم وفہم سے ملاحظہ کرین ایسی تالیف بھی کہین نہ دیکھی سُنی ہوگی **قولہ** او اس خانۂ محترم کے متولیان الخ **اقول** یہانتک تو موتف صاحب نے خارج بحث خواہ مخواہ دیوبند پر مکہ کی فضیلت ثابت کی تہی حالانکہ یہ سب کا متفق علیہ ہے اب اہل مکہ وعلماء مکہ کی فضیلت ولقولہ آیہ ان اولیاءہ الخ سے ثابت کرتے ہین علم موتف کو دیکھنا چاہیے سُنو کہ جب رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار مکہ نے مکہ مین عمرہ کیواسطے نہ جانے دیا اور لوگون نے اونکو ملامت کی تو
جواب دیتے تھے کہ ہم متولی و خدمتگار بیت اللہ و مسجد حرام کے ہین جسکو چاہین آنے دین جسکو چاہین
نہ آنے دین ہم مختار ہین تو اوسکو حق تعالے نے رد فرمایا کہ وہ ہرگز مستحق ولایت بیت اللہ کے نہین
کیونکہ ظالم ہین اور مشرک ہین اور مستحق ولایت بیت اللہ کے مومن موحد ہوتے ہین اور نیز بیت اللہ
کی خدمتگاری خدا تعالی کا گھر ہونیکی وجہہ سے وہی کرتا ہے کہ جو حق تعالی کا بندہ مومن موحد ہو
مشرک کہ دشمن و مخالف حق تعالی کا ہے حق تعالی کے بیت کا کب متولی ہو سکتا ہے بلکہ
وہ تو اپنی دنیا کی وجہ سے اور اپنی معیشت کی وجہ سے اوسکی کارگذاری کرتا ہے پس استحقاق ولایت
بیت اللہ کا مشرکین کو ہونا محض غلط ہے اور علی ہذا خدام ہونا بیت اللہ کا بوجہ حق تعالی کے
بیت ہونیکی دعوی کرنا اون کا بالکل لغو ہے استحقاق اوس کا مومنین ہی کو ہے اور خدا تعالے
کی بیت ہونیکی وجہ سے سواے مومنین موحدین کے کوئی ولی بیت کا نہین ہو سکتا ہے یہ مطلب
آیہ کا تھا جناب مولف صاحب نے ایک اعجاز معنی پیدا کیئے کہ جو ولی بیت ہوتا ہے وہ مومن متقی ہو
جاتا ہے یعنی متقی و ولی خادم بیت کا ہوتا ہی نہین پس جن کو خادم بیت دیکھو جان لینا کہ حسب وعدہ
حق تعالی کے وہ متقی ہی ہے سو اگرچہ کافر یا فاسق ولی بیت کا ہو وہ بھی متقی ہی ہوگا سبحان اللہ
کیا ذہن رسا ہے اول تو بداہۃ معلوم ہے کہ مشرکین خادم بیت رہے ہین تکذیب قران کی حسب
تفسیر مولف کے اسکو لازم آتی ہے پھر یہ کہ خادم اگرچہ فسق و فجور مین مبتلا ہو پھر بھی وہ متقی رہیگا تمام
آیات و احادیث و اجماع کے خلاف ہو فساق خدام بیت کو اگر مولف فاسق نہین جانتا تو اپنے ایمان
کی فکر کرے کہ کفر کو ایمان اور فسق کو تقوی بتلاتا ہے تمام نصوص کا انکار لازم آتا ہے اور فساق خدام
کو متقی ٹھیرا کر اون کا مداح ہو کر مورد عتاب حدیث اذا مدح الفاسق اهتز عرش الرحمن وغضب الرب
کا حدیث کا بنتا ہے اور اس سے درگذر کر اگر یہ آپکی ایسے خلاف نصوص کے کوئی جاہل تسلیم بھی کرلیوے

تو آپکو کسی راہ مفید نہین کیونکہ خدام بیت اللہ کی سلطان و شریف اور شیبی اور خواجہ سرای و خدمتگار
مسجد ہو وین گے نہ علماؤ سکان وہان کے کہ اونکو کچہہ بھی اختیار مسجد و خدمت کا نہین مثل دیگر
ناس کے ہین پس اون مین بحث ہی یا علما مین پس آپ کے ترجمہ نا صواب کے موافق بھی آپکا مدعی
برآمد نہوا اور بیان بھی وہی ہوگیا کہ اصل مدعی کچہہ اور اثبات کچہہ قرآن شریف کی تفسیر کو مسخ بھی
کیا مفتر باآرا سے بھی بنا مگر مطلب نہ نکلا لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ اور حال لباس و معاملات اونکے ام
کا بھی محض خلاف شرع ہے پھر اونکو متقی جاننا مولف جیسے حق پوش ہی کا کام ہے قرآن و حدیث
سے تو وہ ہرگز متقی نہین ہو سکتے معاذ اللہ اور نواب قطب الدین صاحب نے بھی ناحق طعن کرنا ہائکی
علماء کا لکھا ہے اور شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی ناحق کدورت لانے کو منع کیا ہے نہ یہہ کہ وہائے
اہل فسق کو اچھا جانو اور اونکی مدح کرو بغض فی اللہ جزو ایمان کا ہے اون کے فسق کو برا جانو اور
اسو بیت اونکو برا سمجھ کر اونکی برائی ظاہر کرنا واجب ہے تا کہ احمق جاہل اون کے افعال کو دین
اور جائز نہ سمجھ جاوین فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ فساق کی غیبت سے مت اندیشہ کرو
مگر یہان وہ غیبت بوجہ دین اور مسلمانون کی خیرخواہی کے ہو نہ بوجہ اپنے غیظ و کینہ کے پس اب
مولف کا فہم و استدلال خوب واضح ہوگیا مولف ایسے کلمات سے توبہ کرے اور لوہین نکر کچھ پڑھ لیوے فقط

قولہ حضرت فخر عالم اشعار مین مخاطب حاضر ہون الخ **اقول** سائل کی مراد اس سے یہی کہ ندا او خطاب
تو سب لغات مین حاضر موجود کے واسطے موضوع ہے سو اشعار مدح مین جو ندا و خطاب پڑھا جاتا ہے
اگر ذات فخر عالم کو حاضر ناظر بالذات کوئی عقیدہ کرے تو مشرک ہوتا ہے اور اگر یہہ عقیدہ نہین بلکہ
محض محبت مین کہتا ہے یا بوجہ اس کے کہ اگر ضمن صلوٰۃ و سلام مین ہے تو ملائک آپ تک پہونچا دینگے
اور جو بدون اوسکے ہی وقت عرض اعمال کے پیش ہو جاویگا تو جائز ہے مگر چونکہ اوس مجمع مین جہال
سفہا اور اہل بدعت کہ تمام اولیاء تک کی نسبت اونکا عقیدہ عالم بالذات ہونے اور متصرف بالذات

ہونیکا سبب موجود ہوتے ہین تو بصورت ندا و خطاب کے اون کی عقائد کا افساد اور اونکی بدعت و شرک کی تائید ہوتی ہے تو در صورتیکہ یہ امر مظنون بلکہ بحکم یقین ہے لوگو در صورت ثانیہ خطاب مشرک نہین مگر موہم شرک او سبب فتنہ فساد کا ہے تو یہہ جائز ہے یا نہین اور اس امر کے ضم سے مجالس کیا حکم رکہتی ہے یہہ تہی مراد سائل کی تو مولف صاحب نے پہلی شق جس مین شرک لازم آتا تہا مطلقاً ذکر نفرمائی اوسکو بالکل حذف فرمایا گویا یہ معنی خطاب و ندا کے تہے ہی نہین اور دوسری شق کو اپنی اصل پر رکہکر فی حد ذاتہ اوس کا جواب دیا کہ بالکل جائز ہے کون اوسکو منع کرتا ہے اور پہر اوسکے اثبات مین دلائل پیش کردین اب مولف صاحب کو کوئی پوچہے کہ جس شق کے اصل جواز کا آپ فتوی فرمارہے ہین اور اوسپر بڑی دہوم دہام سے مولینا محمد اسحاق صاحب و شاہ عبد العزیز صاحب اور بزاز وغیرہ سے روایت کشی ہو رہی ہے اوس کا سائل کب منکر ہوا اور وہ اوسکو کہان پوچہتا ہے تم کیون بہر بہولا کر تقریر طویل لا حاصل کر رہے ہو یا تو شق اول کا جواب لکہنا تہا کہ آیا وہ شرک ہے یا نہین یا دوسری شق کی عارض بحث کرنی تہی کہ بوصف امن مفسدہ کی بہی مجامع عام مین ایسے اشعار پڑہنے درست ہین یا نہین وہ کب کہتا ہے کہ فی حد ذاتہ یہہ صورت ناجائز ہے اور سنیون کے بزرگون دوستون نے اگر ایسے اشعار کبہی پڑہے تو خود خلوت مین یا خواص مین نہ بازار مین اور نہ عوام جہلا دنیا اور طبع ہوکر اونکی تشہیر کا اگر قصور ہے تو دوسرے لوگون کا ہے بس کیا عجب مولف کے فہم پر ہے کہ جسکو سائل پوچہتا ہے اوسکا تو قلیل کثیر کچہہ بہی جواب نہین اور ایک غیر مسئول امر پر زور شور علم کا جتلایا جاتا ہے پس آپکی سب روایات منقولہ مسلم مین مگر آپ کے فہم پر اور حسن جواب پر صد آفرین ہے الغرض جواب آپکی خوبی علم و فہم کا اور اس تقریر طویل کا تو ہو چکا اب اگر تم لاکہہ دلائل اولیا و علما و صحابہ کے اس باب مین نقل کروگے تو آپ کو ہرگز ذرہ بہر بہی مفید نہین کیونکہ سب کا یہی جواب ہے کہ اونکا عقیدہ ہرگز حضور و اثبات علم غیب کا فخر عالم علیہ السلام کی نسبت نہین اور یہہ کلمات فرط محبت مین

کہ اور خلوت یا جلوت خواص میں طرح ہے اب بولو آپ کی اوراق نویسی اس ایک کلام سے
رد ہو گئی یا نہیں بعد اس کے جو آپنے مولوی محمد حسین فقیر پر ایک طعن کیا ہے محض بیجا ہے کیونکہ
اہل بدعت کا یہ عقیدہ علم غیب بالذات کا محقق و مشہور ہے سو انھوں نے اونکی ہی نسبت یہ شبہ
لکھا ہے اور واضح ہو کہ اس عقیدہ سے خواہ ضمن صلوٰۃ و سلام میں خطاب ہو یا غیر صلوٰۃ و سلام میں بہر حال
شرک ہی ہے اور بدون اس عقیدہ کے خواہ صلوٰۃ و سلام ہو یا غیر اوس کے جائز جب تک مجمع عوام و سفہا
میں نہ ہو اور طرح محض بحل ہے اگر التحیات میں عقیدہ علم غیب کا ہوگا تو اونکو اوس کے شرک
ہونیمیں کب انکار ہے وہ بھی شرک ہو جاویگا اور التحیات میں تو صیغہ محض نقل و حکایت ہے سو سلام
درست ہوا یا بوجہ سلام کے کہ وہ مادہ ایصال ہو چکا ہے اور خلاف اوس کے عقیدہ کرنے میں بھی وہ
حکم ہے پھر طعن کیسا ہی موقع ہوا اگر مولوی محمد حسین صاحب تو آپکے عام میں ادنیٰ بعض کرنے سے
کوئی آپکو بڑائی نہیں حاصل ہوتی البتہ بڑے بڑے علماء چہ جائیکہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب و مولوی
محمد اسحق صاحب اونپر اعتراض کرتے ہیں اور علماء و فقہاء متقدمین میں جو روشنی کثیر کو مکروہ فرماتے ہیں
اونپر طعن لا اعلمی روایات کا کرتے ہیں جیسا روشنی کے مسئلہ میں گذرا اور خود حضرت عمر و علی و عثمان
پر اسراف کی روشنی کرنی اور اوسکی مدح کرنے پر کہ قرآن شریف کے حکم کے خلاف اسراف کیا آپ
صراحۃً و اشارۃً طعن کر چکے ہیں تو وہ البتہ موجب آپ کے تبحر علم کا عوام کالانعام کے نزدیک ہوتا ہے
لو اس باب میں بھی ہم آپکو بتلاتے ہیں کہ بخاری میں ہے کہ ابن مسعود تا حیات فخر عالم السلام علیک
ایہا النبی التحیات میں پڑھتے تھے اور بعد وفات آپ کے السلام علی النبی پڑھنے لگے تھے اب
اونپر طعن فرمائیے تا کہ لوگون کے نزدیک خوب عظیم شان آپکی ہویدا ہو جاوے مولوی محمد حسین
تو پھر ذکی تقلید سے بری ہو جاوینگے ایسون پر طعن کرو کہ اونکی برابر تو ہو ہی نہ سکے معاذ اللہ اب
مؤلف صاحب غور فرماوین اور سب اہل علم نظر فرماوین کہ مؤلف صاحب نے شرح سوال کیا کی اپنی طرف سے

ایک سوال نیا تصنیف فرمایا ہے سائل نے پانچ قید سوال مین لکہی تہی آمردان خوش لحن کا قصائد مع
طبل سنانا زینت و مذینت کا ہونا۔ شیرینی کا ہونا۔ روشنی کثیر کا ہونا۔ فخر عالم کو خطاب و ندا سے یاد کرنا۔ سو پانچون
قید کی وہ شرح فرمائی کہ ہرگز سائل کے ذہن مین بہی نہین گذری ہے اپنی طرف سے خلاف مقصود سائل
کے ایک شرح فرمائی اور پہر جواب جو اوس شرح کے لکہو وہ بہی اکثر جگہہ اوس شرح کے مطابق ومناسب نہین
چہ جائیکہ اصل مقصود سائل کی موافق ہوتی چنانچہ تحریر بالا سے ہویدا ہو گیا۔ سو ایسا جواب سوال اور ایسی
شرح شاید کسی نے آنکھ کھولکر دیکھی ہوگی عجب تماشا ہے اور پہر ان جوابات مین جن جن امور کی نسبت
اونکو ملعون بتاتے ہین وہی امور خود اختیار فرماتے ہین سبحان اللہ کیا اعجوبہ ہے **قولہ** بحدیث نبوی الخ

اقول یہ آخر اعتراض سائل پر ہے کہ فقط حدیث سے ہی کیون طلب جواب کیا قرآن و اجماع و اجتہاد بہی
حجت شرعیہ ہے سو بجا ہے اول تو اوس کا عذر قبول ہو کہ بیچارہ ناواقف ہے مگر خوب محقق ہوگیا کہ
مولف کے نزدیک فقط حدیث سے مطالبہ کرنا کسی حکم کا معیوب و مذموم ہے بلکہ حجج اربعہ مین سے کسی
سے جواب دیدیوے تو کافی ہے اور اتباع امر معیوب کا بہی ناجائز ہے اگر کوئی مستفتی خواہ مخواہ جواب
سوال کا حدیث سے ہی طلب کرے تو مفتی کو اوس پر عمل کرنا جائز نہین کیونکہ اتباع ناروا کا بہی درست
نہین ہوتا سو مولف اس اپنے قاعدۂ مقررہ کو یاد رکھے کہ اس کے خلاف مین مولف ملعون ہووے گا
اور جو اوس بیچارہ کے کلام کی تاویل کر سکو تو کیون اوس پر غصہ ہوتے ہو قرآن کی حدیث تفسیر ہے اور
حدیث بہی وحی باطنی ہے سو قرآن حدیث تو ایک ہی ہوئی معنی و حکماً اور اجماع بلا سند نہین ہوا کرتا
سو سند یا قرآن کی آیت یا کوئی حدیث صراحۃً اشارۃً دلالۃً ہوتی ہے سو وہ بہی حکماً حدیث ہی ہوا
اور قیاس خود مظہر حکم ہے نہ مثبت حکم سو وہ بہی اگر اجماع سے ہے تو وہ معلوم ہوا کہ حدیث ہی ہے حکماً اور
قرآن سے ہے تو وہ بہی یعنی حدیث سے متحد ہے پس اوس کا کہنا با این تاویل درست ہے پس مطالبہ حدیث
مین اگر کوئی قول مجتہد کا پیش کر دیوے یا جزئیہ علماء کا جو قاعدہ کلیہ مجتہد سے نکلا ہے پیش کر دیوے

تو وہ جواب حدیث سے ہی ہوویگا صریح حدیث کی ضرورت نہیں بہرحال مولف اوسکو یاد رکھے الحمد للہ کہ برہان اول نے ملمعہ نور اول کو ظلمات مکنونہ سے کہ ظلمات جہل ہیں نور مثل ملمعہ کے تہا رفع کرکے اوسکی ظلمات اصلیہ کو واضح طور پر نمایاں عیاں کر دکھایا **قولہ نور دوم** الخ **اقول** اس میں مولف نے جواب بلفظہ نقل کیا ہے بعد اوس کے کچھ اپنے علم کے فخریہ کلمات لکھے ہیں کہ اوس کے جواب کی ضرورت نہیں علم مولف کا نور نور اول میں ہی خوب منور ہو چکا **قولہ** انہیں سے ایک صاحب کی عبارت یہ ہے الخ

اقول حسن علی نام کوئی مدرس مدرسہ دیوبند میں نہیں ابتداے بناء مدرسہ سے آج تک کی کیفیات موجود ہیں دیکھ لو مولف کو اگر دیوبند کے مدرسہ پر طعن کرنا مقصود ہے تو ایسی طرح طعن کرنا جیسکا کچھ ٹھکانا نہو شرم کی بات ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے ان بعض الظن اثم پہر خواہ مخواہ حسن علی کو دیوبند کا مدرسہ یا طالب علم قرار دیکر محض اپنی طرف سے یہ لکھنا کسقدر خلاف امر حق تعالیٰ کے ہے اور جو توہین مدرسہ کی غرض مولف کی ہے تو ایسے واہی مطاعن سے کچھ نہیں ہوتا اور مدرسہ دیوبند کا جو کچھ علم ہے اگر کچھ فہم خداداد مولف کو ہے تو آوے اور دیکھے اس فقیر کے گمان میں یہ آتا ہے کہ مدرسہ دیوبند کی عظمت حق تعالیٰ کی درگاہ پاک میں بہت ہی کہ صدہا عالم یہاں سے پڑھکر گئے اور خلق کثیر کو ظلمات ضلالت سے نکالا دیکھ سبب یہی کہ ایک صالح فخر عالم علیہ السلام کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے تو آپکو اردو میں کلام کرتے دیکھکر پوچھا کہ آپکو یہ کلام کہاں سے آگئی آپ تو عربی ہیں فرمایا کہ جب سے علماء دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا ہمکو یہ زبان آگئی سبحان اللہ اس سے رتبہ اس مدرسہ کا معلوم ہوا پس جس کا رتبہ عند اللہ زیادہ ہوگا شیطان عدو مبین اسکی تخریب و توہین میں زیادہ سرگرم ہوگا پس مولف حالانکہ مدرسہ دیوبند سے اوسکو کوئی گزند نہیں پہونچا اور اوسکی دنیا میں مدرسہ نے خلل نہیں ڈالا البتہ اوسکی بدعات کے ظلمات کا کاشف ہے لہذا مولف کو اس مدرسہ دیوبند سے عناد ہے اور اس مدرسہ کو اپنا دشمن جانتا ہے مگر جسکا حامی حق تعالیٰ ہو اوسکا کوئی کیا کر سکتا ہے - الغرض حسن علی نام کوئی مدرس نہیں اور جب حسن علی کے

دستخط مین خواہ مخواہ اوس پر طاعن بغلطی کرنی ہی دور از دیانت ہی کیونکہ مطبع کی غلطی کا احتمال قوی ہے
چنانچہ اوس فتوی مین بہت الفاظ غلط موجود مین حسن ظن کرتا اور کاتب کی یا صاحب مطبع کی غلطی پر
حمل کرنا مناسب تھا مگر یہہ تو جب ہوتا کہ مولف کو حسن ظن پر عمل کرنا مد نظر اور اندیشہ آخرت ہوتا اور چونکہ تخطیہ
مسنوی کا تو مولف کو سلیقہ ہی ملکہ نہین تخطیہ بغلطی سے تسلی کر لیتا ہے خیر یہہ تو سہل ہے لیکن مشکوۃ اور قرآن
شریف دہلی کے مطبع مثلا مولف دیکھکر جو اوس مین غلطی کاتب ملاحظہ کریگا تو معاذاللہ حق تعالی اور جناب
فخر عالم سے مواخذہ نہ کرنے لگے کیونکہ مولف کی عادت تو یہی ٹہیری کہ اصل مصنف کو الزام لگاتا ہے کاتب
کی خطا پر تو حمل کرتا ہی نہین استغفر اللہ استغفر اللہ **قولہ** شکایت اولی الخ **اقول** جناب حاجی صاحب
مسئلہ کا جواب قیام مین اگر یہہ ہے تو یہہ وجہ ہے کہ اونکو جہلا ہند کا حال معلوم نہین کہ کیا کیا عقائد پیدا
ہو گئے ہین اور فتوی دینے مین مفتی کو حال اہل زمانہ کا دیکھنا ضرور ہے کہ اختلاف احوال سے جواب بدلجاتا ہے
اور یہہ تبدیل مباح امور مین ہوتی ہے پس اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ یہان کا حال اونکو معلوم نہین
اور حسن ظن قیام کو مباح جانکر جائز کہا اور مخالفت کو موجب فتنہ جانکر موافقت کا حکم دیدیا اس رای کو مولف
نے بہی پسند کیا لیکن بابت پر اسقدر مار مرش فحش کہین شرع مین درست نہین اور یہہ روایت کہ انہون نے
جناب مولوی محمد یعقوب صاحب مرحوم اور جناب مولوی رشید احمد صاحب کو مسائل مختلفہ فیہا پر مہر لگانے
سے منع کیا تہا خوب تحقیق ہوا کہ محض غلط ہے کسی مفتری کا افترا ہے کہ اپنی بات بنانا مطلب ہے پس یہہ
شکایت بلا اصل محض ہو گئی **قولہ** شکایت ثانیہ الخ **اقول** مولف کو کس طرح معلوم ہوا کہ مولوی محمد یعقوب
صاحب نے بدون فکر کے مہر لگا دی ہے اگر یہہ وجہ ہے کہ مولف بحر العلوم کے فہم کے خلاف ہے اور عوام
خلاف رای ایسے بحر زخار کے ہوگا وہ غلط ہی ہوگا تو مولف صاحب اپنے موٹہہ میان مٹہو ہوتے ہین اور
اول مین تو مولف کے فہم کی ظلمات اہی واضح ہو چکی اگر نظر برین کتاب یہہ کہا جاوے تو لایق ہے کہ جو مطابق رای
مولف کے ہوگا وہ گو بظاہر درست ہو مگر در باطن لاریب غلط ہوگا کیونکہ اکثر جگہہ یہی ظاہر ہوتا ہے پس

۲۷

مولوی صاحب کہیگا کہ جواب صحیح معلوم ہوا مہر لگا دی ورنہ مصداق اس حدیث کے ہوئی من سئل عن علم فکتمہ الجم بلجام النار۔ اور مخالف اگر صادق امر کہے اوسکی تصدیق ضرور ہے یہ بدیہی ہے کہ کوئی بددین اگر دین کی بات کہے تو تکذیب کر دیوے کا اس حق خود مکذب بنتا ہے فخر عالم علیہ السلام نے یہود کی بھی سچی بات کی تصدیق فرمائی ہے چنانچہ صحاح مین یہ روایت موجود ہے پس یہ شکایت محض کم فہمی مولف کی ہے **قولہ** شکایت ثالثہ الخ **اقول** مولف اپنی خوبی فہم سے بلکہ اپنے اسلاف ہم مشرب کی تقلید سے معنی موجود ہونے کے قرون ثلثہ مین اور نہ موجود ہونے کے یہ سمجھہ رہا ہے کہ اگر قرون ثلثہ مین یہہ جزئی خاص حادث ہو کر وجود خارجی مین آجاوے خواہ دلیل اوس کے جواز کی اون قرون مین موجود ہو یا نہو اور خواہ اوسپر کسی نے اون قرون مین انکار کیا ہو یا نہ کیا ہو خواہ وہ امر اون قرون مین شائع ہوا ہو یا نہوا ہو تو وہ سنت ہے اور اگر اوس جزئی خاص نے اون قرون مین وجود خارجی نہین پایا اگرچہ جنس اوس کی اون قرون مین موجود غیر منکر ہو یا دلیل جواز کی موجود ہو تو وہ بدعت سیئہ ہے فقط مگر یہہ فہم بالکل غلط فاحش اور محض کور علمی ہے اور مولف کی فقط اس ہی کجفہمی پر تمام اس رسالہ کی بنا ہے اور اس ہی کوتہ فہمی سے تمام مغالطات وقبائح کا مرتکب ہوا ہے مگر ہرگز ہرگز یہہ معنے نہین بلکہ اس کے معنی یہہ ہین کہ جو شے بوجود شرعی قرون ثلثہ مین موجود ہو وہ سنت ہے اور جو بوجود شرعی نہ موجود ہو وہ بدعت ہے اب سنو کہ وجود شرعی اصطلاح اصول فقہ مین اوسکو کہتے ہین کہ بدون شارع کے بتلانے کے اور فرمانے کے معلوم نہو سکے اور حس اور عقل کو اوس مین دخل نہو پس اوس شے کا وجود شارع کے ارشاد پر موقوف ہوا خواہ صراحۃً ارشاد ہو یا اشارۃً و دلالۃً پس جب کسی نوع ارشاد سے حکم جواز کا ہوگیا تو وہ شے وجود شرعی مین آگئی اگرچہ اوسکی جنس ہی خارج مین نہ آئی ہو اور معلوم رہے کہ سب احکام شرعیہ موجود بوجود شرعیہ ہی ہین کیونکہ حکم حلت اور حرمت کا بدون شارع کے ارشاد کے معلوم نہین ہو سکتا پس جس کے جواز کا حکم کلیۃً ہوگیا وہ مجمع جزئیات شرع مین موجود ہوگیا اور جس کے عدم جواز کا حکم ہوگیا تو شرع مین اوس کا عدم ثابت ہوگیا

اور وجود اسکا متحقق ہو گیا پس یہ حاصل ہوا کہ جس کے جواز کی دلیل قرون ثلثہ میں ہو خواہ وہ جزئیہ بوجود
خارجی اون قرون میں ہوا یا نہوا اور خواہ اوس کی جنس کا وجود خارج میں ہوا ہو یا نہوا ہو وہ سب سنت ہے
اور وہ بوجود شرعی اون قرون میں موجود ہے اور جس کے جواز کی دلیل نہیں تو خواہ وہ اون قرون میں
بوجود خارجی ہوا یا نہوا وہ سب بدعت ضلالہ ہے اور یہ بھی سنو کہ اوس زمانہ کا شیوع بلانکیر دلیل جواز کے
ہے اور نکیر ہونا اوسپر دلیل عدم جواز کی ہے علی ہذا اوس کی جنس پر نکیر ہونا دلیل اوس کے عدم جواز کی
اور قبول کرنا جنس کا دلیل اوس کے جواز کی ہوتی ہے علاوہ یہ بھی یاد رہے کہ حکم کا اثبات قران و حدیث سے
ہی ہوتا ہی اور قیاس مظہر حکم کا ہے مثبت حکم کا نہیں ہوتا پس جو قیاس سے ثابت ہوتا ہو وہ بھی کتاب
و سنت ہی سے ثابت ہوتا ہے اس قاعدہ کو خوب غور کرنا اور سمجھ لینا ضرور ہے مولف اور اوس کے
شاگرد اسکی ہوا بھی نہیں سونگھی اس عاجز کو اپنے اساتذہ جہابذہ کی توجہ سے حاصل ہوا ہے اس جگہ کو
اس کتاب میں ضرورت رکھتا ہوں کہ اپنے موافقین کو نفع ہو اور مخالفین کو شاید ہدایت ہو اگر اوسکو خوب
نگہداشت کیا جاوے تو تمام اس رسالہ اور دیگر رسائل مبتدعین کی غلطی واضح و لائح ہے اور مولف تو کسی مطلب
علمی کو کہیں بھی نہیں سمجھتا اپنی فکر ناتمام سے ایک حتمی قرار دیکر بدون مغز کلام کے سوچے سمجھے جو منہ میں آیا
بکا ہوا الٹا ہے ایسے علم و فہم پر افسوس آتا ہے پس بعد تمہید اس قاعدہ کی دیکھو کہ تقلید شخصی کی دلیل
قرون ثلثہ میں موجود ہے گو وجود خارجی اوس کا کبھی ہو اس سے ہمکو بحث نہیں فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم
لا تعلمون الآیۃ - اس میں وجوب تقلید کا حکم ہے اور باطلاقہ شخصی اور غیر شخصی کو دونوں کو محتوی ہے
اور دونوں ماسور علی التخییر میں لاحقیۃ ولا تفرقوا کونوا فی اللہ اخوانا الحدیث وغیرہ میں امر وجوب تقلید شخصی کا
وقت افتراق اور اختلاف کی موجود و ثابت ہے کیونکہ زمان جہل میں اور وقت اعجاب کل ذی راے
برایہ کی عدم تقلید شخصی میں فتنہ ہوتا ہے چنانچہ اب خود شاہد ہے لہذا بالتعیین وجود وجوب نیزہ
تقلید شخصی کا بعد زمانہ قرون ثلثہ کے ہوا اگرچہ وجود شرعی اس کا قرون ثلثہ میں ثابت تھا پس اسکو

بدعت ضلالہ جاننا حسب حدیث مشہور بدعت کی محض جہل اور سوء فہم ہے کہ بعد اس شرح بسط کے کوئی

عاقل جاہل بہی تردد نکریگا اگرچہ مولف سے توقع قبول کی نہین اور علی ہذا القیاس اشغال مشائخ کا جواب

ہے پس یہہ دو شکایتین مولف کی ثالثہ اور رابعہ محض مولف کے عدم علم و فہم سے ناشی ہوے اور جنہون

نے باتباع بعض علماء کے اسکو بدعت حسنہ سے تعبیر کیا اور یہہ فرق اصطلاحی او لفظی تھا فی الواقع کوئی

خلاف معنوی نہ تھا مطلب سبکا ایک تھا میان مولف نہ سمجھے نہ پڑھے اوسکو نزاع حقیقی سمجھکر ایل

مارنے لگے اور اپنی حقیقت سب پر ظاہر کردی **قولہ شکایت رابعہ الخ اقول** اس کا جواب بہی جواب

شکایت ثالثہ سے واضح ہولیا اور اوس کے جواب مین طول و بسط کیا گیا کہ بہت کارآمد قاعدہ ہے اور

تمام رسالہ کے قمع کو کافی ہے بغور ملاحظہ کرنا لازم ہے **قولہ لمعہ ثانیہ** در جواب مانعین تحقیق بدعت الخ

اقول تحقیق معنی بدعت مین مولف نے نہایت اپنا جوہر فہم دکھایا اور غایت مبلغ علم کا اظہار کردیا

اور اس تحقیق پر مولف کو نہایت فخر و ناز ہے پہلے جواب شکایت ثالثہ مین یہہ عاجز حقیقت بدعت کو

لکھ چکا ہے اب یہان پھر لکھتا ہون سنو کہ تمام علماء اول سے آخر تک متفق ہین اس بات پر کہ بدعت

لغت مین امر جدید کو کہتے ہین اور کتب شریعت مین جو اطلاق اس لفظ کا ہوتا ہے تو کسی جگہہ تو اوسکے

معنے یہہ لیتے ہین کہ جو امر بعد فخر عالم علیہ السلام کے حادث ہوا مطلقاً خواہ محمود ہو خواہ مذموم اعنی اوسکے

جواز کی دلیل شرع مین موجود ہو یا نہو سو اسکی دو قسم کرتے ہین **قسم اول محمود** کہ جسکی دلیل جواز کی شرع مین ہے

دوسری مذموم کہ دلیل اس کے جواز کی نہین پس قسم اول کو بدعت حسنہ نام رکھتے ہین اور ملحق بالسنۃ

بناتے ہین اور دوسری قسم بدعت ضلالہ ہے پس یہہ حد بدعت کی عام کہلاتی ہے اور کسی جگہہ معنی بدعت

کے یہہ ہوتے ہین کہ جو امر حادث ہو خلاف طریقہ مرضیہ شارع علیہ السلام کے یعنی اوس کے جواز کی دلیل

شریعت مین نہو اور یہہ معنی خاص ہین اور کتب شرعیہ مین اس سے ہی بحث ہوتی ہے تو بدعت باین معنی

وہی نوع مذموم ہے اور قسم محمود سنت مین داخل ہے پس یہہ دونون اطلاق درست ہین اس مین کسی کا خلاف

نہین فقط بیان کا فرق ہے اور اصل مراد مین سب متفق ہین جو بدعت کو مطلقاً مذموم کہتے
ہین وہ بدعت کے معنے خاص لیتے ہین اور جو علماء تفریق حسنہ اور سیئہ کی کرتے ہین وہ معنی عام لیتے
ہین اور یہہ جو اسنے لکھا تمام کتب شرعیہ مین موجود ہے اور خود مولف بھی اسکو مانتا ہے خود اس
رسالہ سے ظاہر ہے لہذا نقل روایات کی حاجت نہین اور یہہ بھی ظاہر ہے کہ جو علماء مذموم وغیرہ
کو بدعت کہتے ہین وہ بدعت کو معنی خاص لیتے ہین اور مقام ذم مین ذکر کرنا اور حجت عدم جواز کی
ٹھہرانا دلیل ظاہر اس امر کی ہے ورنہ معنی عام سے کہ ایک فرد اوسکی محمود بھی ہے کس طرح مذموم مراد
ہوسکتا ہے مطلقاً اور یہہ امر جسکو ادنی سلیقہ ہوگا جان سکتا ہے مگر مولف کا سلیقہ علمی اور خوبی فہم قابل
دید ہے کہ باوصف علم اس اصطلاح کے اور قرینہ بینہ کے جگہہ جگہہ اعتراضاً لکھتا ہے کہ تمھارے نزدیک
فلان شے بدعت ہے اور ہمارے نزدیک کچھ حرج نہین کہ بدعت حسنہ بھی ہوتی ہے اور اوس کو
نہایت الزام و اعتراض جانتا ہے تو اس تحریر مولف سے معلوم ہوا کہ مولف کے نزدیک یہہ نزاع
حقیقی اور مخالفت معنوی ہے فرق اصطلاحی نہین ورنہ کیون یہہ توہین مین کرتا اور کسواسطے باوجود
نارسائی ضعف دماغ لا حاصل اسقدر تطویل کرتا کہ سب کا مآل و مقصود ایک ہو اور پھر ایک کو صحیح اور دوسرے
کو غلط بتاوے اور لا حاصل تحریر طویل لکھکر کاغذ سیاہ کرے پس اس سے بھی تبحر علم اور خوبی فہم مولف کا
ہر شخص پر عیان ہوگیا جیسا پہلی شرح سوال مین ہر ہر نے کج فہمی مولف کی ظاہر ہو چکی **الحاصل**
دونون معنی بدعت کے ایک ہی مراد ہے اور پھر جو کتب مین حدود بدعت ہین الفاظ مختلف ہین اون سب
کا بھی حاصل ایک ہی ہے مگر مولف کو چونکہ سلیقہ فہم مراد نہین سبکو مختلف المراد جان رہا ہے اس واسطے
اونکو نقل کر کر مردود و شاذ بتاتا ہے اور ایک معنی عام کو صحیح و معتبر ٹھہراتا ہے اور باہم سبکو مختلف
جان کر غلطی مین پڑ رہا ہے سو اسکا بیان بھی ضرور ہوا تاکہ کج فہمی مولف کی ظاہر ہو جاوے سنو کہ
تعریف بدعت شرعیہ کی بعض نے یہہ لکھی ہے کہ بدعت وہ محدث فی الدین ہے کہ زمان فخر عالم علیہ السلام

مین موجود نہوا یعنی نہ قولاً نہ فعلاً نہ تقریراً اور نہ صراحۃً نہ اشارۃً و دلالۃً پس بدیہی امر ہے کہ جب کسی
طرح زمان فخر عالم مین وہ موجود نہین اور معلوم ہو چکا کہ موجود ہونے سے وجود شرعی مراد ہے
نہ وجود خارجی تو دلیل جواز کی اوس کے لیئے کوئی نہوویگی وہ خلاف شرع شریف کے ہوگا پس اس کے
معنی بعینہ بلا تفاوت وہی ہوئی جو در مختار اور بحر رائق اور ابن حجر وغیرہم لکھتے ہین جسکو قول ناصر
کر کے مولف صاحب نے لکہا ہے اور مسلم الثبوت اور فواتح سے ہو اور معتبر ٹھہرایا ہے سر مو فرق دونون
مین نہین پہر جو شے زمان فخر عالم مین موجود نہوئی لوجود شرعی تو صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین
کے زمانہ مین ہی موجود لوجود خارجی نہوویگی بایں معنی کہ نہ اوس کا شیوع بلا نکیر ہو سکے اور نہ اوس کے
جواز کی دلیل قولاً فعلاً تقریراً صراحۃً اشارۃً نکل سکے کیونکہ وہ زمان خیریت ہی فخر عالم نے اون کی
خیریت اور اتباع کا حکم فرمادیا ہے پس جو کچھہ ان قرون ثلثہ مین موجود ہوگا خلاف قواعد شرعیہ
کے نہوگا اور جو نہ موجود ہوگا وہ بدعت ضلالہ ہوویگا اور پھر یاد دلاتا ہون کہ موجود ہونے سے سب
جگہہ مراد وجود شرعی ہی یہہ معنی کہ دلیل جواز کی ہونا وجود شرعی ہے اور دلیل جواز کی نہونا عدم
وجود شرعی ہے پس بہر حال یہہ دونون تعریف کسیوجہ مخالف نہین اور بعض نے اسیواسطے
اس تعریف مین یہہ زائد کر دیا ہے کہ زمان خلفاء راشدین مین ہی نپایا جاوے اور بعض نے
عدم اور وجود زمانہ صحابہ کا ذکر کیا اور اوس کی وجہ ظاہر ہے کہ جو زمانہ فخر عالم مین نہوگا صحابہ کے
قرن مین ہی نہوگا جیسا ابہی گذرا اور پھر ایک حدیث مین خود فخر عالم نے فرمایا ہے علیکم بسنتی
وسنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین الخ دوسری حدیث مین فرمایا ما انا علیہ واصحابی اور ظاہر
ہے کہ بعض امور زمانہ خلفاء مین اور صحابہ مین شائع اور ظاہر ہوئے کہ فخر عالم کے وقت مین ظہور اون کا
نہوا تھا اگرچہ اصل اور دلیل اوسکی موجود تھی اور یہان وجود شرعی ہی مراد ہے نام ہے کہ وہ خفا
مین کیا ہو زمانہ آیا ہوا اور بعض نے ایک صحابہ کے بعد تابعین کے زمانہ مین نہونا ہی اس جگہ بدعت

نا اندکیا جیسا عالمگیریہ نے محیط سے نقل کیا اوسکی وجہ یہی ظاہر ہے کہ زمان تابعین مین اجتہاد و قیاس ہوا اور قواعد وضوابط بنا ڈگئی اور جو کچھ زمانہ صحابہ مین مخفی تھا ظاہر ہوگیا تو یہہ سب اوسکا ہی اظہار و ضبط تھا جو پہلے موجود تہا کوئی امر جدید خلاف اوس کے نہ تہا اور بعض علما نے تبع تابعین کے قرن مین بہی نہ ہونیکو ذکر کیا اس سبب سے کہ حدیث خیر القرون قرنی مین تبع تابعین بہی ذکر فرمائے گئے ہین اور فی الواقع اس قرن مین ائمہ مجتہدین نے بسط و تفصیل قواعد شرعیہ کی اور کلیات اجتہاد و قیاس کیا ایسے کامل و منضبط کر دیئے کہ قیامت تک کو کافی ہوگئی اور اختلاف امتی رحمۃ کا ظہور بوجہ اتم ہوا پس جسکی دلیل ان قرون ثلثہ مین نہین وہ بدعت و ضلالت ہے اور جسکی اصل یہان ہے وہ جائز و مقبول ہے الحاصل یہہ چہار قول حد بدعت کی جو مولف نے شاذ و غلط لکہے ہین اور قول خامس جس کو قول جمہور و مشہور و معتبر لکہا ہے سب ایک مطلب اور ایک معنی رکھتے ہین سوا اختلاف الفاظ کے کچھ تفاوت سر مو بہی نہین علی ہذا قول تعریف بدعت کا بہی بمعنی عام اور بمعنی خاص دونون موافق ہین سوا خلاف بیان اصطلاح کے کوئی نزاع و خلاف نہین پس ایسے فہم رسا و قوت حدس سے مولف صاحب کی ناظرین ملاحظہ کرین کہ اول تو معنی عام و خاص بدعت کو باہم مختلف معنوی و نزاع حقیقی سمجھ رہا ہے اور پھر ان حدود اربعہ کو قول خامس کے خلاف و معارض جان رہا ہے اور اس اپنی غلطی فاحش پر ناز کر کے کس دعوی سے کہتا ہے کہ مانعین نے کوئی دلیل منع کی نہین لکہی سوائے قرون ثلثہ مین موجود نہونے کے سبحان اللہ جب یہی دلیل منع کی نہین تو پھر کونسی دلیل مولف کے نزدیک معتبر ہووے گی کہ یہہ دلیل حاوی جمیع دلائل کو ہے اور حجج اربعہ اس مین حصر ہوگئے ہین پس بعد حجج اربعہ کے شاید توراۃ و انجیل سے حجت کی خواہش مولف رکھتا ہوگا معاذ اللہ فماذا بعد الحق الا الضلال پھر وہی بات ہے کہ مولف نے اپنے فہم سے اس کلام کے معنی نہ سمجھے اس وجہ سے بے سبب کاغذ سیاہ کیا اور غلط فہمی اوسکی اب یہی ظاہر ہو چکی واذ لم یہتدوا بہ فسیقولون ہذا افک قدیم اب یہہ امر کہ مسئلہ مبحوث عنہا کی دلیل جواز قرون ثلثہ مین ہے یا نہین بجائے خود مذکور ہووے گی

سیہان فقط اس کا بیان تھا کہ موءلف حدود بدعت کو نہین سمجھا اور باہم سیکو متعارض بتا دیا اور ائمہ دین پر طعن

کر کے اپنا نامہء اعمال سیاہ کیا کہ یہہ کام علما کا بلکہ عامی مسلمان کا بہی نہین اور مورد من عادی ولیا لی فقد

آذنتہ بالحرب کا بنا معاذ اللہ اور وجہ یہہ ہوئی کہ بعض مبتدعین نے اپنی کم فہمی سے رسائل لکہے ہین اون مین

مطاعن مولوی محمد اسمعیل صاحب اور مولوی محمد اسحق صاحب کی اور حضرت مجدد صاحب اور دیگر اکابر کے مذکور ہین موءلف

اون رسائل سے مستفید ہوا اور کینہ ان حضرات سے اپنا سینہ سیاہ کر کے خیالات فاسدہ اپنے اس رسالہ مین

تحریر کر دیئے الحاصل ان سب اقوال کا ایک حاصل ہے پھر نہایت جہل ہے کہ بیان قول کو غلط اور خاص کو صحیح کہا جاوے

چنانچہ واضح ہوگیا اور موءلف کی خیانت کا ذکر تو چہارم لمعہ ثالثہ مین کیا جاویگا کہ عبارت تذکیر الاخوان مین تصرف

کر کے نقل کیا ہے **قولہ** اب قول اول جو صاحب تذکیر الاخوان کا ہے اوس مین جو خلل ہے الخ

اقول تعریف تذکیر الاخوان کی خوبی معلوم ہوچکی اور موءلف کی کم فہمی واضح ہوئی اور علی ہذا قول ثانی

اور ثالث اور رابع کی حقیقت محقق ہوچکی اور اعتراضات اور شوخ کلامی موءلف کی مردود ہوگئی حاجت اعادہ

کلام کی نہین خلاصہ یہہ ہے کہ قرون ثلثہ مین موجود نہونے کے معنی معلوم ہوے کہ موجود نہونے سے

دلیل جواز کی نہونا مراد ہے اور آیہ ما آتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا الآیۃ اور حدیث علیکم

بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین الحدیث اور حدیث ما انا علیہ واصحابی الحدیث اور حدیث

خیر القرون قرنی الحدیث اور اقوال متقدمین ومتاخرین ان حدود کی مثبت ہین اور سب متفق المعنی ہین

چنانچہ ظاہر ہولیا مگر موءلف خود نہین سمجھا اور موءلف جو لکہتا ہے کہ ہمنے بارہا اس مذہب والون کو مہلت

دی الخ بالکل کذب ہے سو شاید اپنے احاطہ شیخ الہی بخش مرحوم مین کھڑے ہو کر لکار دیا ہوگا ورنہ موءلف

کو فہمایش کر دیا جاتا اب اس تحریر کو دیکھکر تسکین خاطر کر لیوے اور سمجھ لیوے کہ کسقدر یہہ تعریف درست

اور صحیح ہے **قولہ** اس حدیث کے معنے بعضون نے یہہ کہی ہین الخ **اقول** اس بحث سے کچھ حاصل

نہین ہم نہین رکھتے کہ موءلف سچ کہتا ہے یا جھوٹ اور شاہ ولی اللہ نے یہہ معنی لکھے ہین یا نہین خواہ

کچھ ہو مگر سب حد عدوست ہو گئین اور یہہ حدیس مین مؤلف سرمار رہا ہے قران وحدیث سے ثابت اور اہل حدیث سلف کو موافق ہوئی اور اسکے نہل کی دلیل تمام ہو چکی اب کیا ضرورت کسی اثبات کی ہے یہ سارا صفحہ جو مؤلف نے سیاہ کیا محل افسوس اوس کے فہم کا ہے حرف حرف کا جواب فضول ہے پہلے اس حدیث کے سنے بیان ہو چکے بیان ضرورت اعادہ کی نہین **قولہ** ہم جملہ اولی مین کلام کرتے ہین الخ۔

اقول سبحان اللہ جملہ اولی کو خوب سمجھے اور خوب معنی بیان کیئے مؤلف کی جہلی کا ثمرہ ہے مثل کہ فضیلت کلیہ قرون اولی مین ہے اور پچھلے قرون کی فضیلت جزئیہ اگرچہ ثابت ہے مگر لازم افضل کلی کو نہین ہوتی دیکھو کہ فضیلت کلیہ گھوڑے مین ہے اور ایک فضل جزئی گدھی مین ہی ہے کہ اسپ مین وہ امر موجود نہین بار برداری مثلاً گدھے فضل بارکشی کا لازم فضل کلی اسپ کی اور موجب تفضیل خر کا اسپ پر نہین ہو سکتا علی ہذا پلاؤ قورمہ مین جو فضل کلی ہے اور پاخانہ مین کھات زراعت کا ہونیکی خوبی ہے کہ یہہ کام پلاؤ قورمہ سے ہرگز حاصل نہین ہوتا تو یہہ فضل جزئی کھات کا مقاوم فضل کلی پلاؤ قورمہ کا ہو کر افضل نہین ہو سکتا مؤلف فضل کلی فضل جزئی کو جانتا ہی نہین جو یہہ توجیہات رکیکہ کرتا ہے اور دخل در معقولات علم اور علماء مین ٹانگ دیکر علماء مین دخیل ہوتا ہے اگر کچھ بہی سمجھتا تو ایسی چرپوچ تقریر تحریر نکرتا کہ اصحاب فضل کلی کی برابر فضل جزئی والی ہو کر مساوی اون کے ہو جاوین مثلاً فضل کلی پلاؤ مین ہے اور فضل جزئی پاخانہ مین پس اگر کوئی بوجہ فضل جزئی کے بیان افضلیت مین پلاؤ اور پاخانہ کو مساوی بتانے لگے تو اوسکی غایت کم فہمی کہی جاویگی علی ہذا خیریت قرون ثلثہ کی بوجہ علم نبوت اور تقرب الی اللہ کے ہے کہ فضل کلی ہے اور ایمان بالغیب فضل جزئی قرون ما بعد مین ہے تو یہہ فضل جزئی کس طرح کار علم نبوت کا دبیسکتا ہے اور یہہ خیریت جزئیہ مساوی فضل کلی کے کیونکر ہو سکتی ہے اور ایمان بالغیب کو فضل سے کار علم نبوت کا اور تقرب احسان کا کس طرح یہہ لوگ دے سکتے ہین لہذا قرون ثلثہ کا امر موجود بمعنی وجود شرعی معتبر و معتمد فی الدین ہوا اور پچھلون کا ایجاد جو

خلاف قرون ثلثہ کے ہو مردود ٹھیرا اگرچہ مولف جو ثابت کرتا ہی ہمکو مضر نہین عین مراد ہماری ہے مگر یہہ تقریر و توجیہہ اسکی بالکل غلط ہے کہ اوس کے علم کی قلعی کھولتی ہے پس نقل ان دو حدیث کا اوسکو کچھ مفید نہوا بلکہ اس کے مطلب کو ہدم کر دیا اگر اندیشۂ تطویل نہوتا تو بھی مدعی اپنا ان دو حدیث سے نکال کر دکھا دیتا اور وجہ مغالطہ مولف کی یہہ ہوئی کہ مولف نے لفظ خیر پر نظر کی اور یہی نہ سمجھا یہہ جانا کہ جہان لفظ خیر کا ہوگا یہی خیریت مراد ہوگی جو اس حدیث مین ہے پس اس حدیث مین بہی لفظ خیر کا تھا وہی معنی سمجھکر دونون خیر کو اور ہر دو خیار کو مساوی سمجہہ گیا اور خبط التقریر کرکے خواری اوٹھائی سوا بھی لیا ہے حدیث مین تو اور جگہہ بہی لفظ خیر کا وارد ہوا ہے قولہ علیہ السلام خیر الناس من ینفع الناس پس اب جو لوگون کو نفع رسان ہوگا اوسکی ایجاد کو مولف سنت کہیگا دوسری حدیث مین ہے خیرکم خیرکم لاہلہ پس اب جو اپنی زوجہ کے ساتھ حسن معاملہ کرتا ہوگا اوس کا ایجاد بہی سنت ہو جاویگا بزعم مولف کیونکہ خیر کا لفظ یہان بہی ہے اور دیگر ایسے محل اور بہی ہین پس مولف کسقدر کم فہم ہے اور کیا خوب جملہ اولی کی شرح لکھی ہے حق تعالی اوسکو حیا عطا فرماوے جو شعبہ ایمان کا ہے تو اوسوقت اپنے اس کلام ہمہ غیر خلاف شرع پر شاید شرما کر نادم ہو غرض ان دو حدیث سے یہہ نکلتا ہے جو بندہ نے لکھا اور جو مولف نکالا چاہتا ہے وہ ہرگز نہین نکلتا فافہم **قولہ** دوسرے جملہ کا حال الخ **اقول** اس جملہ حدیث کو بہی مولف نہین سمجھا فخر عالم علیہ السلام نے قرون ثلثہ کے بعد کے لوگون مین چار وصف فرمائے ہین ایک یہہ کہ کوئی اونکی گواہی نہ لیگا وہ گواہی دینا چاہین گے اور یہہ بوجہ اُن کے کاذب لاابالی ہونے کے ہوگا دوسری حدیث مین کہدیا کہ جھوٹی قسمین کھاوینگے سو بدعت کو کذب لازم ہے کہ بدعت خلاف دین حق کے ہوتی ہے اور بدعت بہی خود کذب کی ہے سو چکر دیکھو دوسرے یہہ کہ خائن ہونگے بدعتی بہی خائن ہوتا ہے کہ منصب تشریع جو شارع کا ہے اپنے آپکو ثابت کرکے خلاف شارع کے احکام بتاتا ہے خیانت ہی بدعت کو لازم ہے کہ بدعت خود خیانت کی ہے تیسرے یہہ کہ امانت اونہوں

جانے جاوینگے بدعتی امانت دار نہین ہوتا کہ دین اللہ جو امانت ہے اوس مین تصرف کرتا ہے

دو نذر کو وفا کریگا عہد اللہ بھی مثل نذر کے ہے جو عہد اقرار ربوبیت و عبودیت کا بدعتی نے کیا تھا

اوس کے خلاف خود دعوی شرکت کا کرتا ہے عدم وفا عہد کی ہی بدعت ایک فرد ہے اور یہہ داخل

خیانت مین ہے چوتھے یہہ کہ نفس پرور ہونگے موٹے ہونے کو دوست رکھینگے بدعتی ہی اپنے

نفس کی پرورش مین ہوتا ہے کہ مال دنیا کی طلب اور وجاہت دنیا کی خواہش مین بدعات نکالتا

غرضکہ فخر عالم علیہ السلام نے حدیث مین ہونا ہانث ح قرون مابعد بعضہن دیدہ عیوب کے صاف فرمایا

ما موٴلف کو علم و فہم کی خبر نہین کہتا ہے کہ اس مین بدعت کہان مذکور ہے سبحان اللہ یا مین جہل ہے

دعوی اب موٴلف کو واضح ہو گیا کہ تمام عیوب مین بدعت خاص بھی آپ نے اس حدیث مین ثابت

زیادی ہے کو کوئی اپنی کم فہمی سے مطلع نہو پس حاصل حدیث کا یہہ ہوا کہ پھر بعد ان قرون کے بدعت

سمیت بڑا ابیون کے ظاہر ہوویگی اب یہہ بھی واضح ہو گیا کہ اس حدیث صحیحین مین کذب بھی معنی مذکور

ہے جس کا موٴلف صاحب انکار کرتے ہین اہل فہم سخت تعجب ہو کہ مطلقا مطلب نہین سمجہتا **قولہ البتہ**

نسائی کی روایت مین الخ **اقول** صحیحین کی روایت مرجح دوسری روایت او سوقت ہوتی ہے

کہ باہم معارضہ ہو یہان معارضہ ہی نہین کیونکہ نسائی مین فشو کذب کو لکھا ہے اور صحیحین مین بھی ضمن

یشہدون ولا یستشہدون مین کذب کو فرما دیا ہے پھر معارضہ ہی کہان ہے جو صحیحین کو ترجیح

ہو آپکو اصول حدیث بھی خوب معلوم ہے ماشاء اللہ اور جو الفاظ کے خلاف کا نام معارضہ ہے تو یہہ

عجب العجاب ہے اور جو آپ لا یشہدون مین کذب کو تسلیم نکرین تو جانے دو یہہ دوسری روایت ہے کہ

صحیحین اوس زیادہ سے ساکت ہے ایسی زیادہ بھی مقبول ہے پھر بھی معارضہ نہین ہوتا کیونکہ صحیحین مین

مجہد رہے خلاف مذکور نہین ہوا تا کہ معارضہ ہو پس یہہ قول موٴلف کا بالکل جہل اصول حدیث سے ہے

اگر آپ کے نزدیک ساکت اور ناطق مین معارضہ ہے تو تمام مذہب حنفیہ سے ہاتھ اوٹھانا پڑیگا مگر یہان ہنا

کو مولود اور رسوم کا احیا، چاہیئے باقی مذہب ہے یا جادو کیا کام ہے **قولہ ثانیاً الخ اقول** معلوم ہوچکا کہ بدعت بہی جہوٹ مین داخل ہے کذب عام ہے اور بدعت خاص ایک فرد کذب کی ہے سو یہہ قول مؤلف کا محض جہل یعنی حدیث سے ہے **قولہ ثالثاً الخ اقول** اولاً کہدیا گیا کہ لا یشہدون مین کذب مذکور ہے اور جو نہین مانتے تو حدیث یظہر الکذب تفسیر یشہدون الخ کی کرتی ہے جس سے کذب کا ہونا ثابت ہوا اور بدعت کذب مین داخل ہے اور شہادت عام ہے کہ امور دنیا مین ہو یا دین مین روایت مین ہو یا درایت مین لفظ عام کے معنے خاص لینے کا کوئی قاعدہ نہین سو کذب کو خاص کرنا آپکو مفید نہین اور نہ کذب کو شہادت پر حمل کرنا مفید آپ بلا سوچے جو چاہین لکہتے ہین اور خندۂ صبیان ہوتے ہین پس یہہ کلام مؤلف کا بالکل نادانی ہے **قولہ رابعاً** یہہ کہ جس حدیث سے الخ **اقول** مؤلف ترجمہ غلط کرتا ہے یفشو اور یظہر فرمایا ہے اسکے معنے پیدا ہوگا نہین ہوتے پہیل جاویگا اور ظاہر ہوجاویگا ظہور شئے کا غلبہ کے وقت ہوتا ہے اور یہہ معنی کہ ان قرون مین کذب مخفی قلیل مغلوب ہو دیگا اور کذب مغلوب مضر نہین نفاق و کفر فرد کذب کی ہے اور کذب خود زمان فخر عالم علیہ السلام مین بہی تہا مگر مغلوب تہا ایسا ہی قرون ثلثہ مین رہیگا بعد اُس کے پہیل جاویگا خوب ظاہر ہوجاویگا ایسا ہی ہوا کہ قرون ثلثہ مین اگرچہ فرق باطلہ ہوئی مگر اونکو غلبہ نہوا انکار رد اونپر رہا ظہور اوس کا بعد مین ہوا اور مؤلف از رامی خود ترجمہ تراش رہا ہے کہ پیدا ہوگا کہ پہلے اس سے نہ ہوگا تو یہ مؤلف کا حدیث مین تصرف کرنا ہوا اور ترجمہ غلط بنانا سخت جہل و خیانت ہے مؤلف نے حدیث مین بہی اپنی عادت خراب کو ترک نکیا کہ خود ہی معنی تجویز کرلیا اوس کا شیوہ قدیم ہے جیسا سابق جگہہ جگہہ مطلع کیا گیا ہے پس ارشاد نبوی واقع کے مطابق ہوا حدیث پر کوئی اعتراض نہین مؤلف کے فہم ناتمام پر البتہ اعتراض ہے فقط **قولہ خامساً** یہہ کہ بعض علماء نے الخ **اقول** راست ہے کہ فرق ضالہ فلاسفہ کا شیوع بہی قرون مابعد مین ہوا اور اون کے عقائد بہی بدعت تہے اور خلاف قواعد مقررہ قرون ثلثہ کے مثل دیگر بدعات کے جو بعد قرون ثلثہ خلاف

قواعد شرعیہ ٹہیج ہوئین سو بیشک یفشوا الکذب مین بہہ عقائد فلسفیہ داخل ہین نہ یہ کہ کذب کا حصر اس
مین ہوگیا ہے کیا خوب سمجہی پہر جہان عقائد فلسفیہ بدعت ضلالہ مین ہین وہین دیگر بدعات و کذب اور
وہین مجلس مروجہ مولد و ایصال ثواب کی بدعات ہووین گی مولف کا مصداق کذب کے عقائد حکما مین
حصر کرنا نہایت خوبی علم و رسائی ذہن کی ہے سبحان اللہ فقط **قولہ** سادسًا ۔ جو مطلب یہہ لوگ
ثابت کرتے ہین الخ **اقول** معلوم ہوچکا کہ ظہور غلبہ وشیوع کے ساتھ ہوتا ہے اور علی ہذا فشو بھی ظہور کے
معنی میں ہے اور وضاحت و غلبہ میں مین عرفی ہین اور دوسری حدیث یفشوا الکذب تفسیر اسکی کرتی ہے
پس فقط وجود مراد نہین ہوسکتا کہ وجود مطلق کذب کا تو فخر عالم علیہ الصلوۃ والسلام کی حیات مین بہی تہا
اسیلیا پانچوین شق مین اعتراض کا اندیشہ مولف کو تہا اس سادس شق مین کیون ایسی توجیہہ اختیار
فرمائی جس سے ہر سب تہا اوسکو ہی اختیار کر لیا کیا فہم عالی ہے الحاصل آپکی یہہ توجیہات و تقریرات
سب مغلطہ المعنی ہین ایک ہی علم کی اور فہم کی بات نہین اور ہم کہہ چکے کہ جس مدعی کو تم ثابت کرتے
ہو اوسکو ہم خود اقرار کرتے ہین مگر آپ خود گرداب ضلالت مین پڑے ہوئے ہاتھ پانون مار رہے ہو بے سود
اوراق سیاہ کرتے ہو حدود بدعت ۔ سب متفق المعنی ہین **قولہ** پانچوان قول مذہب جمہور الخ **اقول**
یہہ قول خامس آپکا قول منصور اور قول رابع بعینہ ایک ہین کوئی فرق نہین نہ اس مین زمانہ پر بنیاد بدعت
کی ہے نہ رابع مین علی ہذا اول و ثانی و ثالث مین مگر آپکی کوتہ فہمی سے تفرقہ تہا لیکن یہان اپنی غلطی کو
گوش ہوش سے اوسن لو کہ پہلے واضح ہوچکا کہ قرون ثلثہ مین بلا نکیر ہونا مراد ہے اور یہہ قصص جو آپ نے
ذکر فرمائے سب پر نکیر اون قرون مین ہوا ہے چنانچہ کتب صحاح مین ہین ہے نفس وجود مراد نہین
بلا شیوع بلا نکیر مراد ہے اور یہہ توجیہہ کہ اون قرون مین جو کچہہ ہو خیر ہو یا شر وہ سب سنت ہے اور بعد
اون کے جو کچہہ ہو خیر ہو یا شر وہ بدعت ہی یہ محض آپ کا ہی فہم عالی ہے کسی ایک عالم کا بہی یہہ مذہب
نہین بہر حال کسی متنفس نے نہین کہا کہ مبنی خیر و شر کا زمانہ پر ہے بلکہ یہہ کہا ہے کہ تحدید قواعد شرعیہ

کے قرون ثلثہ مین منحصر ہے جیسا گذرا اگر یہہ مؤلف کی محض لغو ہے **قولہ** حدیث اوّل قال نبیّنا الخ **اقول** مالیس منہ مین لفظ ما فرمایا ہے کہ لفظ عموم کا ہے پس محدث خواہ خود ذات شئے ہو خواہ وصف وقید شئے کا ہو خواہ احداث بلا واسطہ ہو خواہ بواسطہ سب مردود ہوگا اور یہہ قاعدہ بھی محفوظ رہے کہ مرکب مجوز اور لا مجوز سے ناجائز ہے ہوتا ہے پس غیر منازع کتاب وسنت کا وہی ہوتا ہے کہ جسکی دلیل جواز کی کتاب سنت مین موجود ہو علیٰ ہذا مخالف وغیرہ مین سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی وصف پیدا ہوجاوے کہ جس سے تغیر حکم شرعی کی لازم آجاوے وہ بھی مالیس منہ مین داخل ہے کوئی مباح کو سنت جانے یا سنت جیسا معاملہ کرے یا کسی مطلق کو مقید یا مقید کو مطلق کرے یا کسی غیر دین اسلام کے ساتھ تشبہ لازم آوے کہ یہہ سب مالیس منہ مین داخل ہے اس امر کا لحاظ ضرور رہے کہ مؤلف بالکل اس سے غافل وجاہل ہے **قولہ** یہہ مسئلہ اصول مین ٹھہر چکا ہے الخ **اقول** حکم قید پر لگنا بجا ہے مگر اوس وقت مجموعہ مقید کا بسبب قید کے غیر مشروع اور بدعت ہوجاتا ہے اصل کی وجہ سے مشروع نہین ہوتا بلکہ قید کے سبب بدعت ہوجاتا ہے بہرحال اس حدیث کی شرح سے خود ثابت ہوگیا کہ قول چوتھا حد بدعت کا نہایت مقبول اور صحیح ہے اور موافق اس قول خامس کے بھی بلاتفاوت پھر اوسکو اسکے مخالف جاننا اور شاذ کہنا نہایت کم فہمی ہے نعوذ باللہ من ہذا الفہم الردی پس دیکھو کہ عزیت کے قاعدہ سے شرح کرنے سے لازم آگیا کہ بدعت حسنہ وہ ملحق بالسنت ہی ہے اور اوسکی دلیل چونکہ کتاب وسنت مین موجود ہے تو وہ خلاف حکم شارع کے نہین اوسکو بدعت حسنہ کہنا فقط فرق بیانی واصطلاحی ہے نہ نزاع حقیقی جیسا مؤلف سمجھ گیا ہے باقی تقریر مؤلف کی ہمکو مضر نہین لہذا اوس کا جواب ضرور نہین بلکہ وہ عین مدعی ہمارا ہے **قولہ** دوسری حدیث من سن فی الاسلام الخ **اقول** فی الحقیقت اصل اگر کتاب وسنت مین موجود ہے تو اوسکا ایجاد کرنے والا بظاہر موجد ہے ورنہ وہ فی الواقع موجد نہین بلکہ مظہر ہے کہ جو امر شرع مین وجود شرعی رکھتا تھا اوس کا اظہار اس سے ہوا ہے

پس یہہ وجود تحریر میں مظہر ہے اسکو کون برا کہہ سکتا ہے چونکہ مولف وجود خارجی سمجھہ رہا ہے اور وجود شرعی سو واقف ہی نہین تو غصہ کے کلمات اپنے زعم باطل پر لکہہ رہا ہے مگر یہہ ضرور اور واجب ہے کہ تمہید قواعد جواز و عدم جواز کی محدود زمان ہے بعد قرون ثلثہ کے جو کوئی قاعدہ تجویز ہو وہ نہ بمال مردود ہوگا اور اُن قواعد قرون ثلثہ کے موافق جو ہوگا وہ خود اوس زمان مین موجود ہوگا تو یہہ بھی نزاع لفظی ہی ہے کہ وجود شرعی لیتے ہین اور دوسرے وجود خارجی اور واقع مین خلاف کچھہ بھی نہین پھر مولف کا یہہ نقل عبارت مولینا محمد اسحق صاحب مرحوم کے اس شد و مد سے بدعت کے اثبات مین محض تطویل ہے نہ فہم منہ تحن اور یہہ مانتین کو کچھہ مضر نہین محض مولف کی کوتہ فہمی ہے

قولہ اقوال فقہاء و محدثین الخ **اقول** یہہ سب اقوال موافق ہمارے مانتین کے ہین امام شافعی فرماتے ہین مخالف کتاب او سنۃ او اجماعا او اثرا یہہ وہی تو ہوا کہ قرون ثلثہ مین جو مقرر ہو گیا او ٹھہر گیا جسکو شکایت ثالث سی لیکر یہان تک لکہتے چلے آتے ہین اور مولوی محمد اسمعیل صاحب مرحوم کا یہہ عین مدعی ہے الحاصل یہہ سب اقوال اور احادیث اور اسقدر تحریر طویل فقط مولف کی کوتاہی فہمی ہے کہ وجود شرعی کو وجود خارجی سمجھہ گیا ورنہ کچھہ ضرورت نہوتی اور نیت کا لفظ جو بدعت نہ ہوا تو اوسکی دلیل جواز کی موجود ہے کہ حج مین تلفظ لسانی حدیث مین وارد ہوا ہے اور نیت قلبی کو کہ فرض ہے اوس مین قوت بلکہ بعض وقت بدون اوس کے حاصل ہی نہین ہوتی لہذا ملحق بالسنۃ ہو گئی اب بعد ان سب اقوال کے اپنے اصل مطلب پر مولف صاحب آئے کہ چھٹی صدی کے آخر مین محفل میلاد منعقد ہوئی سو اول محقق ہو چکا ہے کہ جس محدث کی دلیل جواز قرون ثلثہ مین موجود ہو وہی جائز ہوتا ہے ورنہ بدعت ہوگا تو یہان اس کو محل استدلال مین لانا حالانکہ یہہ امر متنازع فیہ ہے دور کہلاتا ہے اور یہہ قبیح امر ہے یہہ وہ مدعی ہے کہ جس کے اثبات مین مولف نے اسقدر تطویل بے سود کی پھر قبل ثبوت اوس کو اوسکی دلائل جواز مین ذکر کرتا ہے لہذا تھوڑا اس طرف سے بھی اشارہ ہے کہ خود

۴۱

جعفر ہو کہ جسمین بدعت کی مذمت ہین بنا بر یہہ
موافق تفسیر امام شافعی اون کو محمول نہین
محققین علماء محدثین و فقہاء دین ہین اور
عمل کیا اور فتوی دیا
امام غزالی نے احیاء العلوم کی جلد ثانی مین

قرن صحابہ مین بہی اگر کوئی امر ہوا اور اوسپر انکار کیا گیا تو وہ جائز و حجت نہین ہوتا چہ جائیکہ بعد چھہ سو سال کے ہو پس جب اسپر وقت حدوث اسکے فاکہانی وغیرہ علماء عصر نے انکار کیا تو وہ جائز نہین ہو سکتا سعید ابن کہتے ہین کہ اوس وقت مین فقط ذکر خیر خیر البشر کا بلا قید اور بلا تداعی و اہتمام تہا لہذا اوس وقت علماء کو اوسپر نکیر نہوا اب جو قیود غیر مشروعہ اوسپر اضافہ ہوئین تو نا جائز ہو گیا اصل ذکر ولادت کو تو کوئی بہی منع نہین کرتا جو کچھہ تکرار و انکار ہے وہ قیود بیہودہ ہے کیا مولف دیکھتا نہین کہ سوال مین کس شے سے سوال ہے اور قیود خمسہ کیون لگا کر سوال کیا گیا ہے غرض یہ نظیر محض خوش فہمی مولف کی ہے ابن حجر ہیثمی اور ابو شامہ کے قول کو اگر تسلیم ہی کیا جاوے تو کیا مفید مولف کو ہو گا کہ کلام ہیئت کذائیہ مندرجہ سوال مین ہے نہ نفس ذکر مولود مین ورنہ اصل اصول کے ہوتے قول علماء کا جو خلاف قاعدہ ہو مسلم نہین ہوتا اور بیان تشویہات ایک طول ہے ترک کیا گیا اور اصل مطلب جسکو مولف ثابت کرتا ہے ہمارے ہرگز مخالف نہین لمعہ صاحب تذکیر الاخوان کا مذہب و مطلب بارہا واضح ہو لیا کہ یہی ہے اسیہ طوفان بے تمیزی کی تقریر گستاخ جو کچھہ ہے سبکو معلوم ہے اوس کے جواب سے زبان قلم ملوث کرنا کیا فائدہ ہے غرض تذکیر الاخوان کا یہہ کہنا کہ قید اپنی طرف سے مقرر کرے ظاہر ہے کہ اس سے یہہ مراد ہے کہ ایسی قید کہ جسکی دلیل قرون ثلثہ مین نہو اور صراط مستقیم مین وہ ہیئت تجدید کی مراد ہے کہ حسب قواعد شرع کے ہو سو جو وہان تہا وہی یہان ہے مگر دیدہ بصیرت چاہیئے ومن کان فی ہذہ اعمی فہو فی الآخرۃ اعمی اور اس قاعدہ پر جو مولف سمجہی بیٹہا ہے بنیاد میلاد اور رسوم کے بدعت ہونیکی نہ تہی بلکہ اوس ہی مراد پر ہے جس کو مولف عرق ریزی کر کے ثابت کر رہا ہے کہ بجائے خود کہلجاویگا اور یہہ اسقدر تطویل لمعہ ثانیہ کی شرح کی ہمکو بہی اسی واسطے کرنی پڑی کہ مولف کے حسن فہم و مبلغ علم کا حال لوگون کو معلوم ہو جاوے کسقدر غلط بیانی اور کم فہمی کی تقریر ہے کہ گویا علوم سے مس ہی نہین ورنہ یہہ اصل مدعی تو مین مدعی ہمارا ہے

اور یہ تقسیم بدعت کی کہ بعضی بدعتین واجب ہین اور بعضی حرام اور بعضی مستحب یعنی ثواب کی مستحق اور بعضی بدعتین مکروہ ہین اور بعضی مباح یعنی ان کے کرنے مین نہ ثواب نہ عذاب پانچ قسم پر ... علامہ نووی نے ... طریقہ محمدیہ مین اور مناوی نے شرح جامع صغیر مین اور ملا علی قاری حنفی نے مرقاۃ مین اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات ...

اور سب علما کا یہی مطلب و مراد ہے فقط **قولہ** اول ہم ناصحانہ الخ **اقول** مولوی عبدالخالق صاحب نے ٹھیک سمجھکر لکھا ہے بدعت حسنہ اور سیئہ کی تفریق کا حال اور کل بدعۃ ضلالۃ کے معنے بھی واضح ہو چکے اب یہہ حال خود مولف صاحب کا ہے کہ بزعم خود فاضل اجل ہیں اور ہنوز معنی حدود بدعت کے بھی نہین سمجھتے اور نزاع لفظی و حقیقی کو بھی نہین جانتے چنانچہ مولوی عبدالحی صاحب پر طعن ہے اس تحریر سے واضح ہوگیا کہ وہ آپکا ہی حال ہے اور باوجود دعوی مشکوۃ کے مطالعہ کے کچھہ بھی نہین سمجھے اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم فقط **قول** دوسری نصیحت الخ **اقول** آپ کے نزدیک جس وجہ سے گچ و منار مسجد کے جائز ہین جس کا نام آپنے بدعت حسنہ رکھا ہے اوسی ہی وجہ سے مولوی عبدالخالق نے بھی یہہ بنوائی ہین کیونکہ مدعی آپ کا اور مولوی عبدالخالق کا ایک ہی ہے گو آپکو خبر نہین طوطی کی بول بول رہے ہو سو یہہ تعریض بے معنی ہے فقط **قولہ** تیسری نصیحت الخ **اقول** المعروف کالمشروط قاعدہ فقہ کا ہے ہرگاہ کہ سب چندہ دہندہ گچ و منار وغیرہ مین صرف کرنیسے دلالۃً راضی ہین تو اس مین صرف کرنا درست ہے اور دوسری روایت قاضیخان کی تو آپنے دونون آنکھین بند کرکے ہی الٹ دی ہے مال وقف کا مسئلہ مال مملوک معطی پر جاری فرما رہے ہو خوب روایت فقہ کی سمجھے ماشاء اللہ اور پہلی روایت وصیت کی بھی مطابق اس واقعہ کے نہین کیونکہ موصی ایک امر مبہم کہہ مرا ہے اوسکا محل ایسی شے پر ہونا چاہیئے کہ نافع ہووے اگر موصی زندہ ہوتا اور اجازت تزین مین صرف کی دیدیتا تو جائز تھا یہان تو دینے والے زندہ ہین اور انکی دلالۃً رضا سے صرف ہوتا ہے کاش اگر مولف فقہ کی کتاب کسی معلم سے پڑھ لیتا تو ایسی غلطی فاحش مین نہ پڑتا فقط **قولہ** چوتھی نصیحت الخ **اقول** آپکا مونہہ اور یہہ بات آپ تو مدت ہوئی کہ فتوی جواز اجرت تعلیم قران کا لکھکر طبع کرا چکے ہو اگر اب غصہ مین آکر اوس سے رجوع فرمائی ہے تو وہ روایات متاخرین فقہا کی تو کہین نہین چلی گئین کہ جن روایات سے بضرورت ضروریہ

کہ اس زمانہ جہل مین موجود ہے جو از اجرت وعظ کا حال بتفصیل معلوم ہو سکتا ہے پھر آپکس مونھ سے
طعن کرین سگے یہ فتی جواز وہی آپ کے معتمد پیشوا ہین اور یہہ بدگمانی کرنا کہ مولوی عبد الخالق صاحب
کی نیت طمع دنیا کی ہے کسی مسلمان کو لائق نہین پھر بڑا افسوس کہ تم تو اپنی زبان کو سلف خلف مشائخ
اولیاء اور علماء کے طعن سے بھی پاک نکرو اور مولوی عبد الخالق کو حدیث کے صحیح مضمون لکھنی پر بزعم
خود غلط سمجھکر نصیحت فرماؤ بڑی شرم کی بات ہے دیکھو بمصداق آیہ اتأمرون الناس کا کون ہے
اور آلائش خسیسہ کا ملوث کون فقط **قولہ** لمعہ رابعہ الخ **اقول** لاریب یہہ کام کم نصیبی کا ہے
مگر اس کم نصیبی کا حصہ تو مولف صاحب کے نصیب مین بھی کامل ہے کہ اس کتاب مین اکثر جگہہ درود
نہین لکھی صفحہ اول خطبہ کتاب کی آخر سطر مین اور دوسرے صفحہ مین تین جگہہ آپ نے کلمہ صلی و درود
لکھا ہوا ہے علی ہذا اور جو یہہ عذر ہے کہ مطبع کا قصور ہے تو مولوی عبد الجبار کا بھی یہی عذر قبول
کرنا تھا غرض یہہ تو مولف صاحب کی عادت فاشیہ ہے کہ جو کچھہ کسیکو کہتا ہے اوس مین خود ملوث ہوتا ہے
نہ معلوم کہ اسقدر اپنے حال سے کیون غفلت ہے **قولہ** کم فہمی اسعد حد الخ **اقول** مفتی صاحب سوال مین
مذکور ہو چکا کہ صیغہ خطاب کا حاضر ہو کیواسطے ہی وضع ہوا ہے لہذا اگر کہیں صیغہ خطاب کا بولا جاوے گا
تو بوجہ اصل حقیقی ہونیکے حضور مخاطب کا مفہوم کلام سے ہو ویگا لہذا مولوی عبد المجید نے اوس سوال
کا ہی تو جواب دیا ہے کہ یہہ اشعار خطاب اگر اس اعتقاد سے ہین تو شرک ہین اور دوسرے معنی مجازی
کی شق کو بیان نہین کیا مگر خدا تعالے جانے کہ مولف کی کیا فہم ہے کہ اوسکو سوال کے خلاف اور غیر
جانتا ہے لازم ملزوم وضعی کو غیر جاننا اور مقصود کلام مفتی کا کلام سے منفک سمجھنا مولف ہی کا فہم ہے
لو اول مین بھی ایسا کچھہ مولف نے کہا ہے اور اوسکا جواب کچھہ وہان ہو لیا ہے **قولہ** سبحان اللہ الخ
اقول تمام امت کا یہہ اعتقاد ہے کہ جناب فخر عالم علیہ السلام کو اور سب مخلوقات کو جسقدر علم حق
تعالی نے عنایت کر دیا اور بتلا دیا اوس سے ایک ذرہ بھی زیادہ کا علم ثابت کرنا شرک ہو سکتا ہے

نہین ہوتی اور جو کچھ اپنی صفات کاملہ سے کسیکو عطا فرماتے ہین اوس سے زیادہ ہرگز کسی مین ہونا ممکن
نہین سمع و بصر و علم و تصرف حق تعالیٰ کا حقیقی ہے اور مخلوق کا مجازی لیس کمثلہ شئی الآیہ پھر
جسکو جسقدر کوئی علم وقدرت وغیرہ عطا فرما دیا ہے اوس سے زیادہ وہ ہرگز ذرہ بھر بھی نہین بڑھ سکتا ۔
شیطان کو جسقدر وسعت دی اور ملک الموت کو اور آفتاب و ماہتاب کو جس وضع پر بنایا ہے اوس
سے زیادہ کی اونکو کچھ قدرت نہین اور نہ زیادہ کوئی اون سے کام نہین نکلتا اور نہ اوس کثرت و قلت پر
فضل کی کمی زیادتی موقوف ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام سے بہت اعلیٰ و افضل
ہین معہذا علم مکاشفہ اون کا حضرت خضر سے بہت کم تھا اور پھر جسقدر حضرت خضر کو ملا اوس سے زیادہ
پر وہ قادر نتھے اور حضرت موسیٰ کو جو باوجود افضلیت کے نہ ملا تو وہ حضرت خضر مفضول کی برابر
بھی اس علم مکاشفہ کو پیدا نکر سکے پس آفتاب و ماہتاب کو جو اس ہیئت و وسعت نور پر بنایا اور ملک الموت
اور شیطان کو جو بڑی وسعت علم دی اوس کا حال مشاہدہ او نصوص قطعیہ سے معلوم ہوا اب اوس پر کسی
افضل کو قیاس کر کے اوس مین بھی مثل یا زائد اوس مفضول سے ثابت کرنا کسی عاقل ذی علم کا کام نہین
اول تو عقاید مسائل قیاسی نہین کہ قیاس سے ثابت ہو جاوین بلکہ قطعی ہین قطعیات نصوص سے
ثابت ہوتے ہین کہ خبر واحد بھی یہان مفید نہین لہذا اوس کا اثبات اوس وقت قابل التفات ہو کہ مولف
قطعیات سے اوسکو ثابت کرے اور خلاف تمام امت کے ایک قیاس فاسد سے عقیدہ خلق کا اگر فاسد
کیا چاہتا ہے تو کب قابل التفات ہوگا ۔ دوسرے قرآن و حدیث سے اوسکی خلاف ثابت ہے پس اس کا خلاف
کس طرح قبول ہو سکتا ہے بلکہ یہ سب قول مولف کا مردود ہوگا خود فخر عالم علیہ السلام فرماتے ہین واللہ
لا ادری ما یفعل بی ولا بکم الحدیث او شیخ عبدالحق روایت کرتے ہین کہ مجکو دیوار کے پیچھے کا بھی علم
نہین اور مجلس نکاح کا مسئلہ ۔ بھی بحر الرائق وغیرہ کتب سے لکھا گیا تیسرے اگر افضلیت ہی موجب
اسکی ہی تو تمام مسلمان اگرچہ فاسق ہون اور خود مولف بھی شیطان سے افضل ہین تو مولف سے تمام

مین بسبب افضلیت کے شیطان سے زیادہ نہین تو اوسکی برابر تو علم غیب بزعم خود ثابت کر دیوے اور سواے خود اپنے زعم مین تو بیت بڑا اکمل الایمان ہے تو شیطان سے ضرور افضل ہو کر اعلم من الشیطان ہوگا معاذ اللہ مولف کے ایسے جہل پر تعجب ہے ہوتا ہے اور رنج بھی ہوتا ہے کہ ایسی نالایق بات مونھہ سے نکالنا کسقدر دور از علم و عقل ہے الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھکر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہین تو کونسا ایمان کا حصہ ہے شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے اور خاصہ کی تعریف تہذیب منطق پڑھکر مولف نے یاد کر کے بی تہذیبی عقیدہ کی اختیار کی مگر فہم سے ماشاء اللہ خوب بیت دور ہین خاصہ حق تعالی کے علم کا یہہ ہے کہ اوس کا علم ذاتی حقیقی ہے کہ جسکا لازم احاطہ کل شے کا ہے اور تمام مخلوق کا علم مجازی ظلی اور عطائی حق تعالی کی طرف سے مستفاد ہے پس اعلی علیین مین روح مبارک علیہ السلام کی تشریف رکھنا اور ملک الموت سے افضل ہونیکی وجہ سے ہرگز ثابت نہین ہوتا کہ علم آپ کا ان امور مین ملک الموت کی برابر بھی ہو چہ جائیکہ زیادہ چنانچہ وجہ اوسکی اوپر ذکر ہوئی اور قیاس ہو اس کا اثبات جہل سے ہے کہ شائبہ علم کا بھی اوس کا مجوز نہین الغرض یہ تحقیق واہی مولف کی محض جہل ہے وہ آپ شاید شرک مین مبتلا ہو مگر ایک عالم کا راہ مار دیا بعد اس کے جو حکایات اولیاء اللہ کی مولف نے لکھی ہین تو اول تو یہہ حکایات حجت شرعیہ مثبت حکم کی نہین خصوصاً باب عقائد مین پس ان حکایات کو قبول کر کے نصوص کا رد کرنا کسی جاہل سے بھی متوقع نہین چہ جائیکہ عالم سے اور بعد تسلیم کے جواب یہہ ہے کہ اون اولیاء کو حق تعالی نے کشف کر دیا کہ اونکو یہہ حضور علم حاصل ہو گیا اگر اپنے فخر عالم علیہ السلام کو بھی لاکھہ گونہ اس سے زیادہ عطا فرماوے ممکن ہے مگر ثبوت فعلی اوس کا کہ عطا کیا

منقول ہے کہ اوس پر عقیدہ کیا جاوے یا مجلس مولود میں خطاب حاضر کیا جاوے اس امر کا محض اسکان ہی تو کام نہیں چلتا بالفعل ہونا چاہیئے اور ثبوت ہو جانا نص سے واجب ہی مگر سو فہم مؤلف کا قائل ثابت نہ کچھ نہیں سمجھتا اور یہ بحث اس صورت میں ہے کہ علم ذاتی آپ کو کوئی ثابت کر کے عقیدہ کرے جیسا جہلا کا یہ عقیدہ ہے اگر یہ جانے کہ حق تعالی اطلاع دیکر حاضر کر دیتا ہے تو شرک تو نہیں مگر بدون ثبوت شرعی کے ایسا عقیدہ درست بھی نہیں اور بدون حجت ایسی بات کا عقیدہ کرنا موجب معصیت کا ہے اب ظاہر ہو گیا کہ کوئی محدث و فقیہ و صوفی متقی مشرک نہیں مگر جنکا عقیدہ مؤلف کی تحریر کے موافق ہوگا البتہ وہ مشرک ہو اور ان عبارات و روایات سے حجت اپنے دعوی بے سرو پا کی لانا محض کم فہمی مؤلف کی ہے ورنہ اس میں کوئی دلیل دعوی مؤلف پر نہیں کما لا یخفے **قولہ** اہل حق پر واضح ہو الخ **اقول** اگرچہ دعوی مؤلف کا بالکل غلط اور ان دلائل سے کچھ ثبوت مدعا مؤلف کا نہیں ہوا اگر مؤلف اپنے زعم میں اس دعوی کو ثابت جانتا ہے پھر ایسا عقیدہ نکرنا سخت نادانی بلکہ بد دینی ہے کہ جس امر کو حق تعالی اور رسول نے ثابت کیا ہے اور خلق کو اوس پر دعوت اور قرار دلوے پھر آپ کیوں اس کا دعوی نکرے اور عقیدہ نہ ٹھیراوے شاید خود مؤلف کو بھی ہنوز اس امر میں تردد ہے اور محض نفسانیت سے اپنا الا ہی دنیا ہم سے باطل ظاہر کر دینا تھا نعوذ باللہ گمراہ ہو لوے تو کیا ہرج ہے معاذ اللہ **قولہ** لمعہ خامسہ نقل کلام مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اقول الخ **اقول** خود مؤلف لمعہ ثانیہ شرح سوال میں لکھ چکا ہے کہ سائل نے حصر کر دیا دین کو حدیث میں یوں پوچھنا چاہیئے کہ شرع میں جائز ہے یا نہیں الخ تو ہرگا بکہ فقط حدیث سے جواب طلب کرنا مؤلف کے نزدیک معیوب ہی تو اب یہاں حدیث سے طالب جواب کو حدیث سے جواب ندینے میں طعن کیوں کیا جاتا ہے؟ مؤلف صاحب کسقدر خواب خرگوش میں ہیں کہ سائل پر تو یہ طعن تھا کہ تو نے یہ بیجا کام کیوں کیا کہ یہہ لکھا کہ جواب حدیث سے لکھو حجت شرعیہ حدیث ہی میں حصر نہیں ہو مجیب نے جو اوسکی اس قید کو لغو جانکر جواب حجت شرعیہ سے دیا اور حدیث کی قید کا التفات

سمیا تو مجیب پر طعن ہے موتف کو اپنا مقولہ ہی یاد نہین رہتا تو کیسا قول و روایت کیا یاد رہیگی اسہذا سائل یہ کہتا ہو کہ حدیث سے جواب دو یہ نہین کہتا کہ جواب مین حدیث کی عبارت بہی نقل کرین اپس اس کی خواہش کے موافق جواب سوال کا حدیث سے ہی دیا گیا کہ جواب مجیب کا مستخرج احادیث سے ہی تو ہے جس سے سائل کی تسکین ہو لئی اگر موتف کو کچھ تامل و تردد ہے تو اس سالہ براہین قاطعہ سے اب دریافت ہو جائیگا کہ مجیب کا جواب کیا عمدہ وجہ سے مستخرج احادیث صحاح سے ہے اب تو چہارم مین واضح ہو جاتا ہے فقط **قولہ** دوسری یہ بات کہ وہ پوچھتا ہے الخ **اقول** پہلے گذر چکا کہ خطاب گاہ بوجہ حاضر جانے کے ہوتا ہے گاہ بغیر اس کے اور خطاب کا موضوع نہ حاضر ہی ہے گو مجازاً دوسرے معنے بہی ہون میزان پڑہنے والا ہی جانتا ہے اور یہ بہی گذر چکا کہ سائل عوام جہال کے عقیدہ کو جانتا ہے کہ حضور کا ہی عقیدہ رکھتے ہین اصل سوال انہین کا یہ ہے اور دوسری شق مقصد اصلی نہین لہذا شق اول کی پہلی صراحت ضرور ہونی چاہیئے تہی اور دوسری شق مجیب صاحب کے نزدیک مراد سائل کی نہتی لہذا جواب مین صراحت نکی مگر مولف صاحب سے عجیب ہی کہ ندا مین اون کے نزدیک بہی دو احتمال ہین تو موتف نے شرح سوال مین خطاب و ندا حاضر جانکر کرنے کے جواب مین اپنا پیٹ بھرا اور جواب کو دل سے نوک زبان پہ لائے یہان سے معلوم ہوا کہ موتف صاحب کی ایک شق حضور کا جواب ہضم کرنیکی یہ وجہ تہی کہ مقصود سائل کا دوسری شق سمجہہ گئے تہے پہر اب مولوی صاحب پر کیا وجہ اعتراض کی ہے مولوی صاحب نے تو لفظ اگر لکا کر مفہوم سے دوسری شق کا شریک ہونا ٹال ہی دیا آپنے تو مطلقاً ہی جائز لکہدیا اور شرک کا حصہ شکم مین رکھ لیا مگر ہان درست ہی آپ تو حضور کو واقعی اور جائز ہی جانتے ہین قریب ہی ذکر ہو چکا لا حول و لا قوۃ الا باللہ کیا عجب اعتراض ہے کہ اپنے گھر کی خبر نہین دوسرون پر اعتراض۔ فقط

قولہ سیوم یہ الخ **اقول** یہ اعتراض محض کم فہمی موتف سے پیدا ہوا ہے سنو کہ سائل کا سوال مجلس مولود ہیئت کذائیہ کا اور ایصال ثواب ہیئتہ کذائیہ کا ہی تہا جیسا کہ موتف بہی مقر ہو جواب

دونون سوالون کا تمام ہوگیا مگر چونکہ مجیب کو یہ اندیشہ ہوا کہ اگر کوئی کم فہم مطلب نہ سمجھکر ایصال ثواب کو مطلقاً منع جان جاویگا تو خیر کثیر مقصود شارع کا بند ہو جاویگا لہذا اصل ایصال ثواب کے جواز کی تصریح کردی اور مولود کی مجلس بند ہونے مین کوئی حرج نہین جیسا چھ سو برس تک نہ تھی تو کوئی حرج ونقصان فی الدین نہ تھا اگر اب بھی بند ہو جاوے تو کیا حرج ہے اور ایسے مزخرفات کی رغبت منع کرنے سے بھی موقوف نہین ہوتی لہذا اوسکو اگر ذکر نکیا جاوے تو مناسب ہے بخلاف صدقہ کے کہ اموال کی محبت خود مانع ہوتی ہے وہان تصریح کرنا مناسب تھا اگر کوئی حدیث وفقہ کو جانتا ہے وہ معلوم کرلیگا کہ شارع علیہ السلام اور فقہا اور اونکی اتباع جس امر مین شائبہ لذت کا دیکھتے ہین اوسکو سرے سے بند کرتے ہین ورنہ قید کے ساتھ منع کرتے ہین اگر مولف صاحب کو کچھ مضمون تفقہ ہوتا تو شاید اس نکتہ کو سمجھتے مگر جس کے دلمین فہم کی رغبت وحصہ ہے نہو محض نقل الفاظ سے ہی کام ہو وہ معذور ہے **قولہ** چوتھے یہہ الخ **اقول** یہ مولف کے کمال فہم کی دلیل ہے کیونکہ جواب محفل مولود کا تمام ہوچکا پھر دوسرے سوال کا جواب شروع کیا بقولہ اور فاتحہ ہی خلاف سنت ہے اور سوم بھی سو اس فاتحہ اور سوم کی نسبت لکھا ہے کہ رسم ہنود ہے کیونکہ تیسرے دن کا اجتماع اور کھانا برہمن کے سامنے رکھکر اشلوک گوا نا اونکا ہی دستور ہے پس کون بیوقوف کہدیگا کہ یہہ جواب محفل مولود کا ہے اور کون احمق سمجھیگا کہ مولوی صاحب نے قرآن وکلمہ کو رسم ہنود کہا ہے بلکہ اس اجتماع روز سوم اور کھانا آگے رکھکر ہاتھ اوٹھانیکی ہیئت کو لکھا ہے باقی مشابہت کا جواب ہم بھی آپکی تحریر کے وقت لکھینگے اور آپکی کم فہمی ظاہر کردینگے فقط **قولہ** پانچوین الخ **اقول** یہ مولف صاحب کا کمال علم رکاکت لفظی کا اظہار ہے قطع نظر اس کے کہ یہہ ترکیب درست ہی ایسے فضول مواخذہ کا جواب بھی فضول ہے یہ محض غصہ وکینہ ہے کیونکہ اس طبع مین چند غلطی کاتب کی موجود ہین اس سے زیادہ کہ ناظر پر کچھ مخفی نہین پھر اوسکو تحریر فرمانا کمال ہی کینہ کی وجہ ہے جواب اسکا پہلا ہی

حسن علی کے اعتراض میں گذر چکا پھر ہی ذکر کیا جاتا ہے کہ اب مولف صاحب تمام مصنفین ہدایہ شرح وقایہ کنز اور مشکوۃ بخاری وغیرہ کتب حدیث اور خود قران شریف پر بھی اعتراض غلطی عبارت اور کات نقطے کا فرماوین تو مناسب ہے اس مین علاوہ بلاغت مولف صاحب کا بہت ہو جاویگا فقط

قولہ مجھے الخ اقول محض افترا ہے اون کے حضرت مرشد سلمہ نے ہرگز اونکو اس امر سے منع نہین کیا اس کا جواب شکایت مولوی محمد یعقوب صاحب مرحوم مین گذر گیا ہان مولف ہی مریداون کی مرشد کا ہے اور اوسکو اونکی مخالفت سے اون کے مرشد نے منع فرمایا تھا چونکہ وہ سراسر خلاف امر اپنے مرشد کے کرتا ہے دوسرون کو بھی اپنے اوپر قیاس کرتا ہے ایک تو یہ کمال ادب دوسرے مولف اپنی مرشد کو اس رسالہ مین لکھتا ہی کہ ہم بھی اون سے ملے ہین چنانچہ شکایت اولی مولوی محمد یعقوب صاحب مرحوم مین لکھا ہے اور یہہ لفظ ناسعادتمندی کا ہے حدیث مین ہے کہ جس نے اپنے باپ کو قریب کہا وہ عاق ہی پس استاد پر کی نسبت ایسی کلام کس درجہ مین شمار ہوویگی ہر عاقل جانتا ہے اور مولف نے جو کچھ اپنے استادون کی شان مین اس رسالہ مین لکھا ہے وہ سب لوگ ملاحظہ فرماویں **قولہ ساتوین الخ**

اقول اوستاد کی تقلید کا حکم مولوی رشید احمد مدظلہ کو تو اس زور شور سے دیا جاتا ہے گویا فرض ہے اور مولف خود اپنے استادون کا اسقدر مخالف کہ اتباع کجا سب وشتم اون کے عقیدہ پر کرتا ہے مگر خیر مولف کا تو مثل روافض کے قدیم رویہ ہے کہ کرنا کچھہ اور کہنا کچھہ مولف کو مبارک رہے مگر فرض کیا کہ شاہ عبد الغنی صاحب کی راے مولف کی موافق تھی اور مجیب نے مخالفت اس مسئلہ مین کی تو استاد کی کی مگر مخالفت علما کی اپنے اوستاد سے کسی جزئی مسئلہ مین کوئی امر جدید نہین جو مولف کو محل نقض ہو امام ابو یوسف اور امام محمد امام ابو حنیفہ کی بہت جزئیات مین خلاف پر ہین اور آج تک یہہ امر جاری ہے پھر یہان اسقدر غیظ مولف کا محض سینہ کا کینہ ظاہر کرتا ہے ورنہ اون معتقدات پر بھی اعتراض کرنا لازم و الا جو وہان تامل کرتے ہو یہان بھی کرنا تھا بعد اس کے

۵۱

سنو کہ اس وقت کی مجالس مولود مین کوئی امر غیر مشروع نہ ہوتا تھا اور نفس ذکر ولادت کو محبوب
اور کوئی عالم منع نہین کرتا اوس وقت کی محافل مین اگر کوئی امر مباح اتفاقی تھا اوس پر تاکد کا گمان
نہ تھا اب جو قلوب عوام مین تاکد و وجوب کا منع ہوا تو مکروہ ہو گیا گاہ کوئی امر ہوتا ہے اور علماء کو اوسوقت
اباحت موجودہ کا خیال ہوتا ہے اور مآل کار مفسدہ پر دھیان نہین ہوتا تو اوس وقت جواز کا فتوی
دیتے ہین اور پھر آخر مین اسمین کراہت پیدا ہو جاتی ہے تو اوس وقت ممنوع ہو جاتا ہے پس تعامل
اون لوگون کا موجب جواز نہین ہوتا البتہ قرون ثلثہ کا تعامل حجت ہوتا ہے معہذا خود امر منصوص
مباح بھی بعض اوقات بسبب اس تاکد کے مکروہ ہو جاتا ہے جیسا صلوۃ ضحی کہ تداعی و اہتمام سے
مساجد مین ادا کرنے سے صلوۃ ضحی مستحب کو حضرت ابن عمر نے بدعت فرما دیا تو بس شیخ عبد الحق اور
ابن حجر کی تحریر سے اس حالت موجودہ مین یہہ محفل مروجہ ہرگز جائز نہین ہو سکتی گو اوس وقت مین
مباح تھی اور شاہ صاحب کا بھی یہی منشا اور مراد ہے اگر مولف کو فہم ہوتا تو سمجھتا پس مخالفت شاہ
صاحب کی ہرگز نہین ہوی اگرچہ مولف فہم سے عاری مخالفت جانتا ہے **قولہ آٹھوین الخ اقول**
پہلے بھی گذرا اب پھر کچھ لکھتا ہون کہ یہہ عقیدہ علم غیب تو خواہ کوئی ایسے اشعار پڑھے شرک ہے اور
شوق و محبت مین جائز اور سب مسلمانون صلحاء و علماء پر گمان صالح ہے مگر خلوت مین یا مجمع خواص مین
ایسے اشعار اگر ہون تو اندیشہ نہین اور جب مجمع فجار و مبتدعین بدعقیدہ مین پڑھے جاوینگے تو عوام
کو ایسا سخت ضرر ہوگا لہذا باین وجہ منع اور مکروہ ہوا ہے اور یہی جواب سے معلوم ہوتا ہے سو
اسکی نظیر لانا اور استدلال مین ذکر کرنا محض کم فہمی ہے اور مولف صاحب پر پہلے ہرگز گمان علم حضور
کا کسیکو نہ تھا فقط بوجہ خرابی کے منع کیا جاتا تھا مگر اب تو مولف خود کھل کھیلا اور اپنے عقیدہ کا اقرار کر دیا
اب کیون گردن پھیرتا ہے شیطان کے علم کی دلیل سے مولف نے یہہ عقیدہ پیدا کیا ہے اور مولوی
محمد قاسم صاحب مرحوم اور حاجی امداد اللہ صاحب سلمہ کے اشعار کے ذکر سے مولف کو کچھ امداد نہین ملتی

لا حاصل تکرار دلنشین کرتا ہے اور وجہ اوسکی پہلے لکھی گئی مگر موٗلف کی کج فہمی پر ہزار افسوس **قولہ** نوین الخ

اقول ہر عاقل جانتا ہے کہ کلام غائب کو حاضر جانتے ہین جو نہ حاضر سے خطاب حاضر کر کے مین سو یہ کلام
...بت کا محض سقط ہے قرینہ سیاق سباق کا اور دلالۃ الحال کلام مین ضروری ہوتی ہے اگر موٗلف
اصول شاشی بھی پڑھا ہوا ہوتا تو ایسی بات مونہہ سے نہ نکالتا **قولہ** دسوین الخ **اقول**

یہ کہانی محض غلط ہی اور افترا ایسے قصص قابل احتجاج نہین ہوتے اور جناب حاجی صاحب کا جانا بھی غلط
ہے اگر وہ تشریف لیگئے ہون تو وہ ایسی محفل ہوگی کہ شرعاً مباح ہو خالی از منکرات علی ہذا سید صاحب
مرحوم کا قصہ بھی ایسا ہی تحفہ شاہ عبد العزیز صاحب کا شاہد ہے حسب تحفہ مین درباب اوہام شیعہ
فرماتے ہین کہ یوم موت یا یوم ولادت کو حزن و سرور کا دن ٹھیرایا اوہام شیعہ سے ہے موٗلف ملاحظہ
فرماوین اور شاہ ولی اللہ صاحب قول الجمیل مین لکھتے ہین کہ کربلا اور وفات وغیرہ کا قصہ موسم مین
بیان کرنا بھی آفات واعظین سے ہے پھر شاہ عبد العزیز کیطرف یہہ قصہ نسبت کرنا کسقدر بہتان ہے
ایسی باتون کا حال ایسا ہی ہوتا ہے کہ بے اصل اخبار شہرت پا جاتی ہین اکثر وقائع شاہ عبد العزیز صاحب
اور دیگر بزرگان کے ایسے ہی ہین پس ایسی حکایات واہیہ قابل احتجاج اہل علم کی نہین ہوتی
اور شاہ ولی اللہ صاحب کا روز وفات کے مولد النبی مین جانا جو لکھا ہے وہان مولد سے مکان
ولادت مراد ہے فیوض الحرمین کی عبارت خود شاہد ہے نہ مجلس مولود مگر سلیقہ علمی موٗلف مین مفقود
اور فہم مراد معدوم ہوچکا بالکلیہ اور علی ہذا جلال الدین نے جو اظہار شکر و قراءۃ قران و ذکر ولادت و
اطعام طعام کو جائز فرمایا اوس وقت مین کوئی محذور اس مین خلط نہوا تھا نہ تشبیہ کا خدشہ نہ تقیید اطلاق
کا اندیشہ نہ وجوب مباح کا تردد تھا لہذا جائز فرمایا اب سب اباحت بکراہت متبدل ہوئی اور نوبت بہ بدعت
پہونچی مجلس مروجہ بدعت ہوگئی حکم مباحات کا بہ تبدل زمان متبدل ہوجاتا ہے علی ہذا جو ابن جوزی
سے منقول ہے اوسپر حسن ظن ہی کیا جاتا ہے کہ کوئی امر غیر مشروع اوس مین نہ تھا اگر موٗلف نہ مانے اور

اسراف کو درجہ کی روشنی وغیرہ کا اقرار کرتا ہے تو ابن جوزی کے قول سے ممنوع منصوص جائز نہین
ہو سکتا اور نصوص کے مقابلہ مین کسی کا قول قابل اعتبار و التفات کے نہین ہوتا پس شمار اسماء
علماء کا کرنا محض لاحاصل ہے **قولہ** لمعہ سادسہ نقل عبارت مولوی امیر بار خان الی قولہ۔ **اقول**
سبحان اللہ دیکھنا آپکی فصاحت کلام الخ **اقول** مولف کا غایت علم یہ اغلاط الفاظ ہے۔ اور
محصلین کے نزدیک یہہ امر فضول ہے بھلا اگر متکلم اضافت کو اپنے کلام مین اعتبار نکرے تو کسی کو
یہہ جبر کرنا کہ یہان اضافت ہی کسقدر لغو حرکت ہے مولف کو اپنی خطاہاے معنوی کی ہی خبر نہین اور فقط
حرف و لفظ کی داوگیر ہے **قولہ** اقول۔ ارباب تعیین مین عبارت الخ **اقول** مولف دلالۃ النص اور مفہوم
موافق بالمعنیین کو تو ہرگز جانتا ہی نہین کہ کیا چیز ہوتا ہے ورنہ یہہ اعتراض نکرتا کاش شئی ہی [illegible]
سبب یہی اشارہ اسکا کیا ہے اب پھر لکھتا ہون کہ مجیب کہتا ہے کہ ہر گاہ کہ بدون قیام [illegible] مشتمل
تشبیہ مین میت فعل جائز نہین تو دلالۃ واضح ہو گیا کہ ان قیود کے ساتھ بطریق اولی درست نہوگی پس
لفظ ہی کی کچھ ضرورت نہین مگر مولف علم سے بہرہ نہین رکھتا تفضیح اور تخطیہ مدنظر ہے اپنا فخر ظاہر کرنا
اور نصیحت کا کاذب بہانہ اگر نصح منظور ہوتی تو بذریعہ خطوط دستانہ خفیہ مطلع کرتا غرض مولف کی [illegible]
باتین خلاف ہی خلاف ہین **قولہ** اپنی برادری کا اجماع ہی الخ **اقول** مجیب کے برادران [illegible]
کو مندوب کہتے ہین بشرطیکہ تداعی و اہتمام سے ہی خالی ہو ورنہ کراہت کے مقر ہین اور مولف کے فہم
افسوس ہے کہ سب کے کلام کو ناتمام ہی سمجھتا ہے پس مجیب شامل اپنی برادری کا ہے اور حق یہ ہے
کہ شذوذ کا مضمون تو مولف مین ہے کہ جمہور صحابہ و تابعین و تبع تابعین کے خلاف ہی **قولہ** آپنے
تین امر الخ **اقول** علی قاری اور طیبی کے قول مین یہہ تین امر ہی ہو اور جملا سو چا اس کلیہ مین درج
ہین فہیم ہین اور عوام و خواص سب اسکو جانتے ہین مگر جسکے دیدۂ بصیرت نہین البتہ وہ نہین جانتا
ابہہ مامور بالردی ہین جنکا منع کرنا مولود کا اگر امور مباحہ بطور اتفاق اوس محفل ممنوع مین

میں اور اونکی ذہن میں یا واقعی اوس وقت عوام کو کچھ ضرر اوس میں تھا اور اصرار کا درجہ نہیں تہا تو یہہ
مدح خلاف مجیب کے نہیں اور کلیہ سے خارج ہے کیونکہ مجیب نے التزام و تداعی کو بدعت کہا ہے اور ان
قیود کو بشرط اصرار یا ضرر عوام کے بدعت لکہا ہے لہذا یہہ قول قاری کا سند موتف کی نہیں ہو سکتا اور
اور اگر حسب زعم موتف کے ایسا ہی تہا تو قول و فعل علی قاری کا خلاف قواعد مسلمہ شرع کے قابل
تعویل نہیں البتہ یہہ قول کلیہ اونکا معتبر اور موافق قواعد شرع کے ہے اور دوسر کا خلاف رد ہو یا اوسکا
ہو ہنا افضل ربیع الاول سے مجلس مروجہ کا اوس ماہ میں ہونا کہاں سے لازم آگیا یہہ فہم عجیب موتف
کا ہو بلکہ مجلس مروجہ ربیع الاول میں اشد کراہت میں ہونی چاہیئے دیگر شہور کی مجالس سے کیونکہ زمانہ
افضل میں معصیت شدید ہو جاتی ہے جیسا رمضان میں مثلاً جمعہ اور شب جمعہ افضل ہے مگر سوائے
ان عبادات کے جو شارع نے اوس میں مقرر کردی دوسری عبادت افضل نہیں بلکہ مکروہ ہے لہذا
افضل ربیع الاول سے مجلس مروجہ کا اوس میں کرنا کس طرح جائز ہوگیا غرض موتف کے فہم پر آفرین ہے
دوسرا کہوں دوسری عبارت قاری کی لقولہ لازال اہل الاسلام الخ یہی دوام کو مورث ہے نہ التزام
اصرار کو اور تاکد کو اور دوام عام ہے التزام سے اور وجود عام کا بدون وجود خاص کے ہو سکتا ہے
مثلاً حیوان بدون انسان کے اسکو ہر عاقل جانتا ہے پس اس سے التزام اصرار سمجہنا ہرگز عقل کی بات
نہیں پس موتف کے فہم پر عجب ہے اگر ایسا غبی بہی پڑہ لیتا تو یہہ نہ لکہتا کہ اور بحکم علماء کے لفظ
سے قیود مروجہ کا نکالنا ہی موتف کی ذہن کی خوبی ہے ایسے مجمع میں مولود کا پڑہنا نکلا اور
بس باقی امور موتف اپنے ذہن ناقص سے تراش کر لاتا ہے اس عبارت میں ہرگز کچھ مذکور نہیں
سبحان اللہ کیا فہم صائب ہے **قولہ** مجمع البحار کے صفحہ ۵۰ میں الخ **اقول** اظہار الحبور
کا ترجمہ کرکے موتف کہتا ہے کہ یعنی مولود سال بسال کیا کریں شرم نہیں کرتا اظہار سرور سے مولود
کس طرح نکلا شاید حبور کا ترجمہ کسی خانگی لغت کی کتاب میں موتف نے دیکہا ہو گا ورنہ ایسے

۵۵

اصل سوال کا جواب ندارد اور اپنی طرف سے
ایک شاخ نکالکر جواب دیا کہ خطاب فخر عالم
صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر حاضر ناظر جان کر ہے
کفر ہے دیکھیے سوال دیگر جواب دیگر اور مفتی
صاحب کی تحریر سے یہ بات تو اشارۃً معلوم
ہوتی ہے کہ اگر کوئی آدمی حاضر ناظر نہ جانتا ہو
فقط شوق و محبت میں مخاطبانہ اشعار پڑھے
یا وہ کفر نہیں لیکن پھر یہ بات کہ یہ خطاب
حرام یا مکروہ یا مباح یا مستحب کس قسم میں

معنی لایعنی کوئی عاقل نہین کہہ سکتا اظہار سرور کے معنے سرور کا ظاہر کرنا ہے جس کا شارع
نے امر فرمایا نہ امور غیر مشروعہ کا کرنا اس عبارت سے کل کھیل راگ ناچ بھی مولف نکال سکتا ہے
کیونکہ وہ بھی عرف فساق مین وقت سرور کے ہوا کرتا ہے معاذ اللہ اب اگر کوئی مولف سے پوچھے
کہ صاحب مجمع البحار کا قول امر نا بالحبور کس نص سے ثابت ہے اور کونسی نص سے امر سرور کا ہوا ہے
تو مولف کا انکا اثبات بھی مشکل پڑ جاویگا پھر وہی کم فہمی مولف کی سنو کہ لفظ کل عام سے دوام
ثابت ہے اور التزام اصرار کو خوش ہو کر مولف کا کہنا اس سے بھی التزام دائمی ثابت ہے محض کم فہمی ہے
قولہ قال الطیبی الی قولہ او منکرا **اقول** یہ قول طیبی کا بھی مولود مشرلینیہ الخ **اقول** یہہ
کمال نادانی مولف کی ہے اسیواسطے کہ قران و حدیث و قول صحابی سے اگرچہ جزئیہ ہی ہو فقہا
کلیہ نکال لیتے ہین اور پھر اوس کلیہ سے صدہا مسائل جزئیہ جملہ الواب فقہ کے ثابت کرتے ہین اس
کا ہی نام تفقہ ہے سب ادنی اسطلے اہل علم اوسکو جانتے ہین تمام بخاری وغیرہ کتب کے الواب
اس کے شاہد مین ایسا ہی طیبی نے اس قول حضرت عبد اللہ بن مسعود سے کلیہ پیدا کیا اور پھر وہ کلیہ
سب الواب مین مفید حکم ہوا عبادات و معاملات مین اور خلاصہ کلیہ کا یہ ہے کہ ہر حکم شارع کا اپنے
محل و مورد پر قصر کرے اوس کو درجہ سے تعدی نکرے اگر کریگا تو تغیر حکم شرع کا ہو جاویگا اور تغیر حکم شرع
کو ہی بدعت کہتے ہین پس مولف کا فہم عالی کہ یہہ کلیہ صلوۃ کا ہے کہان مولود اور کہان صلوۃ مجانہ
ایسے فہم پر تحریر کتاب ہے یہہ نہین جانتا کہ تعدی حد اللہ اور تغیر حکم شرع اس سے ثابت ہوا اور تعدی
و تبدیل حکم سب جگہہ بدعت ہی اور طرفہ یہہ ہے کہ خود ہی اس تعدی کو اور تغیر کو ثابت بھی کرتا ہے کہ بد
ہے مولف کی نہایت عجب العجاب عقل ہے **قولہ** اب ہمسے تحقیق اسکی سنو الخ **اقول** مولف اس
تحریر مین صاف اقرار کرتا ہے کہ دہنی طرف پھرنا سنت ہے اگر اس کو کوئی واجب اعتقاد کریگا تو حکم شرع
کو بدلیگا یہہ پہلی بات مولف کی ہے اور دوسری یہہ کہ بائین طرف پھرنا بھی سنت ہے تو دہنی کو تعیین

مین کراہتہ جب کی لازم ہووے گی تو سنت کراہت سے مبدّل ہوئی یہ تبدیل حکم شرع کی ہوئی بہر حال تبدیل حکم شرع کی بدعت ہوگئی تو طیبی نے یہ قاعدہ نکال لیا کہ کسی حکم شرع کو تبدیل نکرنا چاہیے خواہ وہ حکم کسی باب فقہ مین ہو عبادات عادات اخلاق و معاملات کوئی ہو اب نہایت تعجب ہے کہ موٴلف خود یہ کہہ رہا ہے اور پھر کہتا ہے کہ طیبی نے یہ تو نہین کہا کہ مولود و فاتحہ بدعت ہے اور خلاف شرع ہے لاحول ولاقوۃ الّا باللہ ارے کور فہم جب اوس نے تغیر حکم شرع کو مطلقاً بدعت کہا تو فاتحہ مروجہ جو ایک ہیئت کا ضرور جانتا ہے مباح کو سنت یا واجب ہی تو جانتا ہے اور علیٰ ہذا مولود کی ہیئت کو جو مکروہ ہے یا بدعت موجب ثواب اور مستحب جاننا خود تغیر حکم شرع کا اوسمین بھی موجود ہے پھر خاص نام مولود اور فاتحہ کا اوس مین لینا کیا حاجت ہوئی اور کلیہ مین کسی جزئیہ کا نام کہین ہوتا ہے جو یہان نہوا کسقدر بلادت ہے العظمۃ للہ انسان کلّی پر حکم صلوٰۃ و صوم وغیرہا کا ہے عبدالسمیع کا نام اوس مین کہان ہے کل کو انکار فرضیۃ عبادات کا کردیناکہ میرا نام اس مین کہان ہے لاحول ولاقوۃ الّا باللہ سچ ہے ایسی مغالطات سے حق تعالیٰ پناہ دیوے اسمین تو تمام دین ہی برہم ہوجاویگا الحاصل کیا عجب معاملہ ہے کہ خود موٴلف تغیر حکم شرع کو ثابت کر رہا ہے اور آپ ہی اس قاعدہ کو بلا وجہ باب صلوٰۃ مین مقصور کرتا ہے اور تغیر حکم شرع کی نفی مین بحث کر رہا ہے سبحان اللہ دعویٰ اور دلیل اور تقریر موٴلف کی عجائب خانہ مین پیش کرنے کے قابل ہے **قولہ** اب بگوش ہوش الخ **اقول** موٴلف کو تو کچھ خبر ہی نہین کہ کیا کہتا ہون اس سب اوسکی تقریر سے استحباب کا دوام نکلتا ہے اور پہلے معلوم ہوچکا کہ دوام اور التزام اصرار مین فرق ہے جو بدعت ہے وہ التزام بمعنی اصرار ہے اور جو مستحب ہے وہ دوام بلا التزام ہے مگر موٴلف نے ایک مقدمہ اپنے ذہن سے تراش لیا کہ التزام مبحوث عنہ اور دوام دونون ایک شے ہین پھر دلیل بنا کر دعویٰ سمجھ لیا پھر گوش ہوش سے موٴلف سنے کہ التزام جسکو بدعت کہتے ہین وہ ہے کہ مباح یا مستحب

کو واجب یا سنت موکدہ اعتقاد کرکے کرے یا مثل موکدات کے عملدرآمد کرے اور دلیل اس معاملہ کی یہ ہے کہ تارک پر اوس کی مثل تارک واجب کے ملامت و شناعت ہو چنانچہ اب ترک مولود و فاتحہ پر مشہور ہے اور اہتمام اوس کے فعل کا واجبات جیسا ہو چنانچہ ظاہر موجود ہے بعد اس کے جو طیبی نے قول کو وقت حدیث سے موافق کرتا ہے وہ خود لغو کلام ہو گئی اپنے فہم پر گفتگو کرتا ہے اور بس مگر یہان ہمان مولف نے اقرار کر لیا کہ مستحب کو واجب اعتقاد کرکے مداومت کریگا تو ضلالت ہے اور یہی مدعا مجیب کا تھا مگر مولف مطلب نہیں سمجہا دہوکے مین لپل اوٹھا ہے واجب جیسے معاملہ کرنا یہی واجب جاننا ہے ہوتا ہے **قولہ اگر چھوڑ دینگے تو محل عتاب ہونگے اقول** یہ سارا تم کہ تارک الورد ملعون کونسی حدیث اور کس کتاب کی حدیث ہے معاذ اللہ مولف کے استدلالات لستقد پر لوز مجہتے ہین یہ اہل تصوف کا مقولہ ہے صاحب الورد ملعون و تارک الورد ملعون اوس کے ایک معنی مصطلح اون کے ہین کہ اوس کے بیان مین طول اور کلام خارج بحث ہے مولف اوسکو استدلال مین ذکر کرکے اپنا جہل ثابت کرتا ہے بھلا کہین شرع مین وارد ہوا ہے کہ تارک مستحب کا ملعون ہو استغفر اللہ مولف کو کچہ آگے پیچھے کی خبر نہین ہے اب تمام دنیا کو ملعون بنایا اور ترک مستحب کو حرام ٹھیرایا کیونکہ لعنت حرام کام پر ہی ہوتی ہے تبدیل حکم شرعی کی کرکے خود مبدلین مین داخل ہوا یہی تبدیل حکم کو حرام ثابت کیا ہے پھر جس کا انکار تھا اوسکا اول اثبات کیا اور پھر اوسکو اپنا ہی عقیدہ بنا لیا الٰہی توبہ یہ ہذیان کہین کسی نے نہ سنا ہوگا مگر ہان اس قول کا دوسرا فقرہ کہ صاحب الورد ملعون جو ہے اوس سے سب فعل مستحب کرنیوالون کو اور فعل مولود کرنے والے کو بھی مولف محل عتاب بنا دے تو شایان اوس کے علم و عقل کے ہے معاذ اللہ تعالیٰ کیسی کج فہمی ہے **قولہ اقول اسکو ظاہر نعت مایا الخ**

اقول یہ فقرہ ناہ کیسا کا ہو مطلب مجیب کا تو لی بدعت اور منکر تک کی عبارت سے واضح

ہو لیا تھا کیونکہ انکار طیبی وغیرہ علماء کا اُن لوگون پر ہے کہ ان رسوم کو مثل تیجہ اور جماعت و عیدین کے اہتمام و دوامت مین بناتے ہین اور وہ لوگ جملہ عوام اور موافقت کو بعدم خواص ہین باقی غلطیہا سے خلاف بیانی ہے اور لفظ فقط کا جواب دینا کیا ضرور ہے مطالب مُتبع ہو چکا فہمی موالف کی روشن ہولی اور ہر گاہ کہ تارک الورد ملعون عقیدہ موالف کا ہے تو ایسا ہوسکے مین کیا کوتاہی ہی مگر موالف کو خواص نہین فقط **قولہ** اقول تو فاسق ہی اور مبتدع الخ **اقول** موالف کے فہم پر صد آفرین ہے یہ سے جوان عواقع مین حاضر ہونیکو منع کیا ہے تو اوبحضور فسق بدعات کے منع کیا ہے کہ کوئی مومن بجاوے کیونکہ جانا درست نہین نہ بوجہ ذکر فخر عالم اور کلمہ طیبہ اور قرآن کے سبحان اللہ حق تعالیٰ فرمایا فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین الآیہ — جہان کوئی منکر ہوا گرچہ مختلط بذکر مستحب ہو وہان جانا منع ہے اور قاعدہ مقررہ فقہ کا ہے اذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام اسیواسطے رد دعوت مسنونہ کا حضور منکر کے سبب کتب مین لکھا ہے پہلے اسکا حال لکھا گیا پس اب موالف اعتراض حق تعالے پر اور فخر عالم علیہ السلام پر اور سب فقہا پر کرے کہ جب مسلمان ضیافت مسنونہ مین نہ جاوین تو کیا کافر جاکر سنت ادا کرینگے معاذ اللہ اور سابق لکہ چکا کہ حضرت فخر عالم حضرت فاطمہ کے گھر سے ترک دعوت کر کے لوٹ گئی اور ابو الدرداء نے رد دعوت کردیا اور فقہا کی روایات خود مشہور ہین اور نوافل مین جو بتداعی جماعت ہو شرکت کو فقہا نے مکروہ لکھا ہے یہ سب واضح ہے مگر موالف پر سوء فہم ختم ہولیا توبہ توبہ علی ہذا مولوی رشید احمد صاحب نے جو رسم ہنود کہا ہے تو تعین اجتماع برادری روز سیوم کو اور طعام سامنے رکھکر ہاتھ اوٹھانے کو کہ یہ رسم ہنود ہے نہ قرآن اور کلمہ پڑھنے کو چنانچہ اس کی کلام بعد مین موجود ہے کہ لکھتے ہین البتہ ثواب پہونچانا بلاقید روا ہے مگر موالف اپنے فہم سے ناچار ہے لہذا اگر ایسے کلام خبط سے مرفوع القلم کیا جاوے تو بجا ہے باقی کلام تشبہ کی نو رسوم میں آتی ہے

بعد اس کی جو کلام سماع اور حقہ مین موتف نے کی ہے یہ بحث خارج از مبحث ہے اوس مین وقت ضائع کرنا مناسب نہین معہذا اپنے مشرب کے بھی یہ تحریر خلاف ہے فقط السنتہ للہ کہ برہان دوسرے نور ثانی کے لمعات باطلات کو مطموس کر دیا اور ظلمات مخفی اوسکی سب برہن ہو گی فللہ الحمد

قولہ - نور سوم - الخ - **اقول** دونون قسم کی عبادت کا ثواب حنفیہ اور حنبلیہ کے نزدیک پہونچتا ہے مگر شافعی و مالک بدنی کے وصول ثواب کے منکر ہین پس اس کے منکر کو عموماً معتزلہ کہنا ناسعادتمندی ہے اس ہی واسطے شارح ہدایہ اس تعمیم ظاہری ہدایہ مین تامل کرتے ہین **قولہ** پس اس بنا پر الخ عرف مین بطور مجاز متعارف کی فاتحہ مطلق ایصال ثواب کا نام ہو گیا ہے اگرچہ فاتحہ نہ پڑھے جاوے اور حاصل مال کا ہی ثواب ہو **قولہ** پھر منکرین کا یہ انکار کہ اسکی کچھہ اصل نہین الخ **اقول** فی الواقع موتف معنی سے بیخبر ہے اوسکو بتلانا چاہیئے کہ اس کے یہ معنی ہین کہ طعام کو روبرو رکھا جاوے اور اوسکو رکھکر قرآن پڑھا جاوے اور ملان اپنی زبان سے ثواب پہونچاوے اور بدون اس کے ایصال ثواب طعام کا نہو یہ ہیئت کہین قرون ثلثہ مین ثابت نہین بدعت ہے یہ معنی ہین پھر موتف نے اوس کے خود ہی اپنے ذہن سے معنی تجویز کیئے کہ مرکب کرنا مالی بدنی کا مراد ہے سو یہ غلط ہے بلکہ یہ ہیئت حاصلہ مراد ہے نہ نفس ترکیب کہ ہیئت حاصلہ مین تشبہ اہل ہنود کا بھی ہے اور تقیید مطلق کی بھی ہے چنانچہ واضح ہو جاویگا اور پھر موتف نے مثال بریانی کی لکھی کہ سب اجزا اگر مباح ہین تو مرکب بھی مباح ہوگا اور یہ مثال خود مخدوش ہے کیونکہ اگر سب اجزاء مباح سے ترکیب ہو اور پھر ہیئت حاصلہ بھی مباح رہا سو وقت اباحت ہوتی ہے اور اگر ہیئت مین کراہت یا حرمت آجاویگی تو مرکب کا حکم بدلجاویگا جیسا بریانی ہے کہ بعد ترکیب مباحات کی ہیئت بھی مباح حاصل ہوی ہے اگر اس ترکیب مین زعفران کا نشہ ظاہر ہو جاوے تو بسبب مسکر ہونیکے حرام ہو جاویگی حالانکہ اجزا سب مباح تھے تمر اور بانی دونون کا

شبیہ بنایا جاوے بعد کفت دینے کے جو ہیئت حاصل ہوئی حرام ہوگیا علی ہذا فاتحہ مین طعام و قران
کی ہیئت ترکیبی مین جو تشبیہ حاصل ہوا اور تقید مطلق آیا بدعت و مکروہ ہوگیا اگر مولف کو فہم نہ تھا
تو کسی سے پوچھ لیتا مگر اوسکو تو خود رائی خود پسندی نے ذلیل کرایا خود سخیف العقل قابل مضحکہ
بات کرتا ہے اور منع ہونے اس ہیئت ترکیب فاتحہ کی نص جو طلب ہے تو سنو ایاکم و محدثات
الامور الحدیث من تشبہ بقوم فہو منہم الحدیث اس سے چشم روشن کرو اور شرح آگے آتی ہے
اور اپنے اس دعوی کو کہ کوئی ممانعت جمع بین العبادتین کی نص نہین محض کم فہمی سمجھو کہ کلام
اوس ہیئت ترکیبیہ مین ہے کہ اوس کا کوئی امر غیر مشروع پیدا ہو جاوے نہ مطلق ترکیب مین
پہلے آدمی کلام کو سمجھے پھر بولے ورنہ خوار ہوتا ہے **قولہ** تو جمع بین العبادتین الخ **اقول** اباحت
اصلیہ اوس وقت مین ہوتی ہے کہ نص مانع موجود نہو یہان ممانعت کی نص موجود ہے۔ اور
ابھی پڑھ سنائی ہے تو یہہ دلیل اول مولف کی لغو ہوئی دوسری عقلی دلیل کہ التحیات کی شرح
اور عبادت کا کرنا بندہ کی سعادت ہے یہ سب مولف کے جہل کا ثمرہ ہے عبادت اوس وقت
موجب سعادت اور معتبر ہوتی ہے کہ حسب قواعد شرعیہ کے ہو اگر خلاف اوس کے ہوویگی خواہ
فرادی فرادی ہو خواہ بترکیب ہو وہ موجب شقاوت اور مردود ہوتی ہے اور معلوم ہو لیا کہ
اس مجموعہ مرکبہ فاتحہ مروجہ مین مخالفت شارع علیہ السلام کی موجود ہے مگر بیچارہ اوسکو ہو کہ علم رکھتا
ہو مولف کو اپنی عقل کی سخافت کو ترکیب سے رہائی کیا مطلع ہووے اوسکی دلیل تو بس مثل
عوام کے ہی ہے جو خود نقل کرتا ہے اوسکو علم شرع سے کیا مناسبت ہے سو اوسکی تقریر جو لو نہ کو رد
کرنا ضرورت نہین کہ خود رد ہوگئی **قولہ** دوسری بات یہہ ہے کہ غور سے الخ **اقول** مولف
نے اس روایت ضعیف کو نقل کرکے کیون اپنے دماغ ماؤف کو تکلیف دی اولاً جمع بین
العبادتین کا کوئی منکر نہین خود مولف کی یہہ وجہ تراشیدہ ہے بلکہ اوس جمع مین انکار ہے

لہ اوس سے ہیئت منکرہ پیدا ہوجاوے سو اس میں کوئی ہیئت منکرہ پیدا نہین ہوئی خلاف فاتحہ مروجہ کے کما لا یخفی ثانیاً اسقدر حرکت بھی نماز مین مکروہ تنزیہی ہے جیسا فقہ مین مسئلہ ہے مواقف منیہ کو مطالعہ کر لیوے مگر یہہ حرکت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس وجہ سے ہوئی کہ اگر اسی حالت مین ندیتے تو اوس سائل کے مایوس ہو کر چلے جانیکا خدشہ تھا اعلیٰ تحصیل کیواسطے کراہت تنزیہہ کو اختیار کیا ورنہ یہہ فعل ہی مکروہ ہی تھا فاتحہ مروجہ مین کونسا امر مہتم بالشان فوت ہوتا ہے جو اس تشبہہ وبدعت کو اختیار کیا گیا مگر موٴلف کو فہم نہین بتاجاری ایسے کلام تاتیسرے وہ امر اتفاقاً ہوگیا اب اگر کوئی التزام کرے کہ حالت رکوع مین بالضرور ہر روز لیا ہی کیا کرے تو موٴلف ہی فتویٰ لکھے کہ اوس کا کیا حکم ہے احقر تو کہتا ہے کہ بیشک مکروہ اور بدعت ہوگا افسوس موٴلف کے فہم پر کہ یہ تو اوس کے ذہن مین عبور کرتا ہی نہین رابعاً اس قصہ کی تقریر تو نص سے معلوم ہوگئی مگر فاتحہ کی تقریر کس نص سے موٴلف نے ثابت کی ہے اگر قیاس موٴلف کا ہے تو وہ تو اب ہی باطل کیا گیا اور نص ممانعت کی سنا دی گئی اب کوئی نص موٴلف اپنے شکم سے نکالے خامساً حضرت علی کو پہلے سے بدلالۃ النص معلوم تھا کہ اسقدر حرکت اور ایصال نفع صلوٰۃ مین درست ہے کہ خود فخر عالم نے امامہ بنت ابی العاص کو حالت صلوٰۃ مین کندھے پر چڑھا لیا تھا اوسکی راحت کیواسطے اور رونے کے خدشہ سے اور حضرت عائشہ کیواسطے بحالت صلوٰۃ زنجیر کھولدی تہی علی ہذا دیگر مثل اس امر کے بہت وقائع تھے جس سے معلوم ہوگیا کہ اسقدر حرکت نفع رسانی کو درست ہے مگر موٴلف کو کونسی دلالت اشارۃً ملی ہے جس سے یہ بدعت کو حسنہ بتاتا ہے یہان تو نص ہی موجود ہے **قولہ** اور یہہ دعویٰ ان صاحبون کا کبھی حضرت سے الخ

اقول یہ دعویٰ کوئی عالم نہین کرتا جو موٴلف سمجھا بلکہ یہہ دعویٰ ہے کہ اس طرح ایصال ثواب کبھی نہین کیا ورنہ آپ علیہ السلام تو ہر دم ذاکر تھے جب طعام آپ کے روبرو رکھا جاتا تھا

قبل شروع کچھ پڑھتے ہوتے تھے اور بسم اللہ کرکے کھاتے تھے سو یہہ فہم ناتمام مولف کے کمالات میز
مولودیا نعین کی نہین سمجھنا پس اب یہہ چند دلیل حدیثیہ منقولہ اونکی اوسکو کچھہ بھی نافع نہین ذرا ہوش
سے دیکھے **قولہ** ازانجملہ حدیث ام سلیم الخ **اقول** مولف نے یہہ تین حدیث نقل کی کہ جس سے
یہہ ثابت ہوا کہ فخر عالم علیہ السلام نے طعام پر دعا زیادہ ہوجانی اوس طعام کی فرمائی اور حدیث میں
قال فیہ ماشاء اللہ ان یقول سو ہو سکتا ہے کہ کچھ پڑھا ہو کہ جس سے اضافہ قدر طعام کا ہوگیا مگر
تیسری حدیث مین دعا بالبرکۃ وارد ہوا ہے لہذا اون دو حدیث کو بھی اسیپر حمل کیا جاوے
بہرحال طعام قلیل پر زیادہ ہوجانی طعام کی دعا فرمائے اب غور چاہیئے کہ اوس طعام کی زیادہ آپکی
دعا پر موقوف تھی اگر آپ دعا نفرماتے تو زیادہ حاصل نہوتی اور جس شے پر دعا زیادہ کرین اوس کا
روبرو ہونا مناسب ہے پس یہہ آپکا دعا کرنا ضرورت کیواسطے تھا کہ یہہ ضرورت بدون اس کے حاصل
نہین ہوسکتی تہی پس یہہ فعل نظیر فاتحہ مروجہ کی ہرگز نہین ہوسکتا کیونکہ یہان اگر دعاء ایصال
ثواب کی ہے تو بالکل لغو حرکت ہے وہ طعام جب بنیت ایصال ثواب سے پکایا یا بنیت آکل
سامنے رکھا تو وہ نیت صاحب طعام سے قابل وصول ہوچکا اب آگے بیہودہ کیا دعا کرتا ہے
فضول حرکت ہے اور جو دعا مغفرت میت کی کرتا ہے تو اوس کا وقت دوسرا ہے بعد حضور طعام
کے یہ اسکا محل نہین جیسا اب آتا ہے بہرحال فخر عالم کا فعل تو ضرور ہے اور یہہ قول آکلین صدقہ
کا لغو سو قیاس خود لغو ٹھیرا کہ مع الفارق ہے دوسرے یہہ کہ دعا فخر عالم کی زیادہ ہوجانے کی
اور ازالۂ نقصان قدر طعام کی تہی اور یہہ دعا مثل اصلاح ظاہر کے ہے کہ ہم لوگ ہاتھ سے اصلاح
ظاہر اور ازالۂ فساد و نقصان کرتے ہین اور فخر عالم نے اصلاح نقصان ذاتی طعام کی اپنے کلام سے
فرمادی پس یہہ فعل مزیل نقصان تھا اور فاتحہ مین افساد طعام ہے کہ ٹھنڈا ہوتا ہے اور آکلین اور
قاری دونوں کی شہوۃ متعلق طعام سے ہے تو گویا افساد خلوص اور نیت آکلین کا بھی ہے

٦٣

لہذا فعل مصلح کو مقیس علیہ فعل مفسد کا بنانا فہم مولف کا ہی ہے اور کوئی اہل علم ایسی لغویات بکہیگا تیسرے فخر عالم علیہ السلام نے دعا و برکت فرمائی یہان قران پڑہتے ہین قران عبادت ہے کہ طعام کے آنیکے بعد مکروہ ہی عبادت کا خشوع جاتا رہتا ہے اور طعام کا نقصان اور تعظیم طعام کے بہی خلاف ہے مسلم نے روایت کیا لا صلوٰۃ بحضرۃ الطعام الحدیث اور ادب طعام مین ہے کہ بعد روٹی آنیکے انتظار سالن کا بہی نکرے چنانچہ احیاء العلوم وغیرہ مین مذکور ہے چوتہے یہ کہ وہ طعام کہانیکے واسطے نہین تہا بلکہ بڑہانے کے واسطے تہا تو ابتک اوس کے کہانے کا وقت نہ آیا تہا جب آپ دعا کرکے فارغ ہوئے تو وقت کہانیکا ہوا اور بعض معجزات مین جمع ہو جانیکے بعد اوٹہا رکہنا منظور تہا خلاف فاتحہ کے کہ اسکا وقت کہانیکا ہے اب دوسرے کام مین لگنا مناسب نہین پس فاتحہ کو قیاس وقائع ان احادیث پر کرنا محض لاعلمی ہے اور کوئی مناسبت دونون مین نہین اسواسطے صاف روشن ہوا کہ مولف محض فہم و علم سے عاری ہے ایصال ثواب کا اثبات تہا زیادہ طعام کا مسئلہ پیش کیا پہر سکے بعد یہ فعل مباح ہوا مگر فعل مندوب مین بہی جب مشابہت عارض ہوجاتی ہے یا تعین و تاکد کی بدعت حادث ہوجاتی ہے تو وہ مندوب نہین رہتا غیر مشروع ہوجاتا ہے تو اب کہ یہان یہ امور غیر مشروع موجود ہین تو باوصف تسلیم ندب کے بہی مولف کو سہم قائل ہوجاویگا غرض فہم کلام سے مولف کو مناقات کلی ہے ہان اگر قبل طعام کے آنیکے یا کہانے کے بعد کوئی بخوشی اپنے ثواب میت کو پڑہکر پہونچادیوے بشرطیکہ اس مین بہی تاکد نہو تو کوئی منع نہین کرتا یہ کیون کیا جاوے کہ طعام سامنے رکہکر قراءۃ و دعا شروع ہو اور عجیب اور جملہ مانعین بدعت لکہتے ہین کہ ثواب ایصال کرنا طعام کا مستحسن ہے اور مولف کا غزوہ تبوک کے واقعہ مین کہ اسپر لاکہ آدمی گواہ ہین یہ ہذیان غیر مفید ہے کیونکہ اگر کروڑ آدمی کے روبرو یہ قصہ ہوا اور پہر راوی واحد نے بیان کیا جب ہی خبر واحد ہی رہیگی متواتر

نہ ہو یکی سو یہ گواہی مولف کو کیا مفید ہوئی اور جو لاکھ کی گواہی آج تک تواتراً ثابت ہو جاوے

تو بھی اسیقدر مضمون ندب کا رہیگا جو قطعی الثبوت ہوگیا سو اس سے بھی جواز فاتحہ کا ثابت نہو گا

ہان فعل فخر عالم علیہ السلام کا قطعی الثبوت ہو جاویگا جس کا حاصل ندب ہے مگر مولف کی قسمت

مین وہی کم فہمی ہے حرمان ثبوت اوس کی مدعا کا حاصل رہیگا اب یہہ بھی یاد رہے کہ مولف اقحط کا

ترجمہ وہی کرتا ہے اگرچہ غلط نہیں اوسکی ہم نے ہین مگر ترجمہ حدیث کی خطا بتانی ضروری ہے اقحط

قحط کو کہتے ہین نہ وہی کو اور اوپر سے معلوم ہوا کہ دعا فخر عالم علیہ السلام کی ضروری تھی اور فاتحہ

جس میں لغو و بدعت کا ترک مناسب ہے والذین ہم عن اللغو معرضون حق تعالیٰ مدح مین فرماتا ہے

پس قول مولف کا اوس کے واسطے جو دعا ضروری ہے تمام سرپرہ کرتے ہین بالکل لغو ہو گیا

تعجب کی بات ہے **قولہ** تنبیہ الخ **اقول** الحمد للہ کہ مولف کو بہت کچھہ اپنا وقت ضائع کیے

دیکھ کر اپنی تحقیق علمی ظاہر کرکے منبہ ہوا کہ اطلاق نصوص کا مقید کرنا ضلالت ہے اور

ان عقیدہ پر عوام کو زجر و توبیخ لازم ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ امر بدعت ضلالہ ہے گمراہی تھا

سے مجبور پھر انحراف کیا کہ عوام کا یہ عقیدہ معلوم نہین ہوتا بہرحال اصل مسئلہ مین تو مولف موافق

مانعین ہو گیا اب خلاف عقیدہ عوام مین ہاں کہہ ہے یا نہین اس فقرہ نے ساری تحریر مولف

کی بیہودہ بتا دی کیونکہ جب مولف کا یہ عقیدہ ہے کہ تقیید مطلق کی بدعت ضلالہ ہے اور یہی مانعین

کا عقیدہ ہے تو بس اس کا اثبات کرنا تھا کہ لوگون کا یہ عقیدہ نہین اسقدر دردسری بیہودہ

کیا حاصل کیا بس خیر گذشتہ را صلواۃ اب مولف پر اوس کا قول صادق آگیا کہ فجر کا بھولا شام کو

آیا الخ اب کلام عوام کے عقیدہ مین رہی مانعین کہتے ہین کہ یہ عقیدہ ہے اور یہہ امر بدیہی ہے

مولف تجربہ کر لیوے بلکہ خواص کالانعام کا گو عقیدہ یہ نہین مگر عملدرآمد اونکا بھی مثل عوام کے

ہے **قولہ** اسلیے کہ جب کپڑا الخ **اقول** یہ دلیل بالکل ناتمام سوء فہم سے ناشی ہے اسواسطے

٦۵

کہ ثواب قرآن کو موقوف علیہ طعام کا کوئی نہین جانتا قرآن کا ثواب عوام کے نزدیک مطلق ہے
تو اوس مین کلام ہی نہین اور طعام کا ثواب موقوف کلام پر جانتے ہین علی ہذا القدد پارچہ کو بھی
مطلق جانتے ہین پس جسقدر کو عوام نے مقید کیا اوسکو ہی بدعت کہا گیا اور جسکو اپنے اطلاق
پر رکھا اوسکو بدعت نہین کہتے مگر یہ دلیل تو اوس وقت مفید ہوتی کہ کیفیے تلازم مالی و بدنی
کا جمیع صور مین دعوی کیا ہوتا یہ تلازم خود ہی موتلف کے تکلم سے نکلا ہے اور وجہ اوسکی یہ ہے
کہ ہنود کے یہان فقط کھانے پر بید پڑہتے ہین اور کپڑے و نقد وغیرہ پر نہین پڑہتے اِس سبب
سے عوام جہال نے بہی طعام پر کچھ پڑھنا مقرر کیا نہ ہر شے پر غرض موتلف کی یہ دلیل کہ جو ثواب
قرات کا موقوف طعام پر عوام کے نزدیک نہین تو اسکا قلب بہی نہین ہوسکتا کیا عمدہ دلیل
ہے حضت بیان نہین موتلف کی منطق خوانی کا نتیجہ ہی ایسا غوجی مین پڑہا تھا کہ مقدمہ عکس
لازم ہوتا ہے موتلف نے اوس قاعدہ کو ثواب عبادت مالی و بدنی کا مقدمہ بنا کر اوسپر جاری کر دیا
لا حول ولا قوۃ الا باللہ اس تقریر پر لڑکے بھی ہنستے ہین اور بزرگان دین کا یہ طریقہ نہین ہان موتلف
کی بزرگان متبدعین کا ہوگا **قولہ** باقی رہی یہ بات کہ بعض جو زیادہ الخ **اقول** ہرگاہ کہ یہ فاتحہ
خوانی سرے سے بدعت ہوگئی تو بحث توجہ قبلہ و نظافت مکان کی خود لغو ہوگئی اور مسلمان کو
ہر حال توجہ قبلہ و نظافت مستحسن ہے اِس کی جواب کی حاجت نہین اور موتلف کے مدعا کو ہرگز مفید نہین
کہ کلام اس مین ہے کہ طعام و شراب روبرو رکھکر مروجہ قراۃ جس ہیئت کا سوال سائل کرتا ہے
کیسا ہے سو ثابت ہوگیا کہ مکروہ و بدعت ہے اور شاہ عبد العزیز کے سوالات عشرہ کو اگر تسلیم کیا جاوے
کہ اونکی ہی ہین تو وہ فاتحہ و درود کو فی نفسہ درست لکھتی ہین نہ طعام آگے رکھکر کہ جسکی بحث ہے
اور نجاست معنوی بدعت کی جگہ پڑھنے کو بے ادبی فرماتے ہین اور بے ادبی قرآن کی حرام ہے
اِس سے ثابت ہوا کہ بدعت کے محل پر قرآن پڑھنا حرام ہے یہان فاتحہ مروجہ مین ہی باعتراف موتلف

بدعت موجود ہے کہ تقیید مطلق نص کا یہان موجود ہے اور تشبہ ہنود کا ہی ظاہر ہے پس قیاس
اس کلام کا حرمت اس فعل کو تقاضا کرتا ہے مگر مؤلف بیخبر ہے علی ہذا صراط مستقیم مین ذکر تقرب
الی اللہ کا ہے اوس مین لطافت ضروری ہے اور فاتحہ سے مراد ایصال ثواب بروح صاحب
طریقت ہے اور یہ دونون امر لطافت طلب ہین گو طعام سامنے رکھکر فاتحہ پڑھنا بدعت ہے اور
نجاست معنوی ہے اوسکو اس سے کچھ مناسبت نہین یہ محض کم فہمی مولف کی ہے علی ہذا تعیین قراءۃ
الفاتحہ للایصال الثواب مکروہ ہے ہرچند کسی ذہن غرض مذکور مولف کے فاتحہ کو اختیار کیا ہو مگر
ہے اوسی وجہ سے زجر و توبیخ لازم ہے جسکو مولف اپنے منھ سے بول اٹھا ہے وکفی اللہ المومنین
القتال اور یہ ایک دلیل بدعت ہونے فاتحہ مروجہ اور سیوم و چہلم وغیرہ کی ہے کہ مولف اوسکا مقر ہے
پورکھنا اوس کا ضرور ہے **قولہ** اب رہا مسئلہ ہاتھ اٹھانے کا الخ **اقول** پہلے ہی لکھا گیا کہ مولف
کو یہین فہم مطلب نصیب ہی نہین اپنی تقریر ہانکنے سے کام ہے فرادی فرادی امور مین کلام کرتا ہی
اس غرض سے کہ اگر اجزاء جائز ہو وینگے تو مجموعہ بھی درست ہو جاویگا اور یہ امر باطل ہو چکا ہے اور یہ
بہی ثابت ہو چکا کہ تعجیل دعا کا نہین طعام سامنے رکھکر دعاء ایصال لغو ہے اور دعاء مغفرت کا
موقع نہین کہ خلاف ادب طعام کو ہے اور خشوع کھانیوالون کا رفع ہوتا ہے اور پھر سائل فاتحہ خوانی
مین ہاتھ اوٹھانیکو پوچھتا ہے پس اگر فاتحہ بہ نیت قرآن ایصال ثواب کیواسطے پڑھتے مین تو قرآن کو
ہاتھ اوٹھا کر پڑھنا کہین شرع مین وارد نہین رکوع سجود مین قرآن کو پڑھنا مکروہ لکھا ہے حدیث
مین ہے کہ نہیت ان اقرء راکعا او ساجدا الحدیث پس چونکہ رکوع و سجود حالت ذلت و عجز بندہ کی
ہے اوسوقت مین قرات مکروہ ہوا نظر بر آن اگر حالت دست برداشتن مین بھی مکروہ ہو تو لائق ہے
کہ حالت ذلت ہی قطع نظر اس سے ورود شرع کا اسطرح نہین لہذا بدعت ہے اور اگر فاتحہ بہ نیت دعا پڑھی
جاتی ہے تو قرآن نہین اسی واسطے جنب کو بہ نیت دعا فاتحہ پڑھنا فقہ مین درست لکھا ہے اور فاتحہ مین

جو دعا ہے وہ پڑہنے والے کے حق مین ہے نہ میت کے حق مین سبحان اللہ دعا لومیت کیواسطے
کرتا تھا اپنے واسطے کرنے لگا یہ خبط عقل ہے معلوم کسکی ہوئی مانگنے والیکی یا مؤلف کی - دعوی تو یہہ کہ مُردہ
کیواسطے دعا کیجاتی ہے اور اثبات یہ کہ کھانیوالا اپنے واسطے ہدایت راہ مستقیم کی مانگتا ہے سبحان اللہ
اور دل مین یہہ نہ آیا کہ فاتحہ درود پڑھکر دعاء ایصال ثواب مانگتے ہین غرض اس خبط کلام کو
دیکھنا لازم ہوے سب کی لغو یہہ کہ سب جگہہ ہاتھ اوٹھانے دعا مین بھی مستحب نہین جیسا مؤلف لکھتا
ہے بلکہ جہان ہاتھ اوٹھانے ثابت ہوے وہان مستحب ہوا جہان کچھ ثابت نہوا وہان بھی مستحب
ہے جس جگہہ عدم رفع ثابت ہوا وہان مکروہ - علی قاری شرح حصن حصین مین لکھتے ہین کہ یہہ رفع وہان
مستحب ہے کہ فخر عالم علیہ السلام سے وہان رفع ثابت ہوا ہو ورنہ مکروہ ہوگا اور شرح مناسک مین لکھتے
ہین کہ ولا یرفع یدیہ عند رویۃ البیت ای ولو حال دعائہ لعدم ذکرہ فی المشاہیر وکلام الطحاوی صریح
فی انہ یدعو ولا یرفع یدیہ عند علمائنا الثلثۃ ونقل عن جابر انہ فعل الیہود انتہی - پھر بعد نقل قول اوس کے کہ
جسنے یہان رفع یدین کو مستحب کہا ہی لکھتے ہین کانہما اعتمدا علی مطلق اداب الدعاء لکن السنۃ متبعۃ
فی الاحوال المختلفۃ اما تری انہ علیہ السلام دعا فی الطواف ولم یرفع یدیہ انتہی پس یہہ کلیہ مؤلف کا
باطل ہوگیا پس استحباب رفع یدین وہین ہی جہان فخر عالم سے ثابت ہوگیا پس وہ تین حدیث تو صفت
کی مسقوط طعام پر دعا کرنے کے باب مین ہی کچھ اوس مین رفع یدین نہین پس مؤلف کو لازم ہے کہ یہان بھی
رفع یدین کو مکروہ خلاف سنت جانے آیہ محل دعا کا ہی نہین چہ جائیکہ رفع یدین کا علی ہذا دعا دخول
خانہ مین اور لباس پہنے مین اور خروج خلاء اور نوم کی حالت مین اور دیگر بہت مواقع ہین کہ رفع یدین
وہان ثابت نہین اور دعوات کا پڑہنا ثابت ہی تو سب جگہہ یہان رفع یدین مکروہ ہوگا مگر مؤلف کو ابھی خبر
نہین ہوئی پڑھکر خبردار ہو جاوینگے پس اب مؤلف کو روایات حصن حصین و مشکوۃ کچھ مفید نہین ہے
اور یہ محل بحث مین ہے نہ غیر اوس محل مین اور نہ یہہ روایات کلیہ قطعیہ تہی مگر مؤلف کے فہم پر پردہ ہے

علی ہذا اربعہ ابعین کی کیونکہ اوس مین بھی وقت دعا کے رفع مطلقاً ذکر کیا ہے نہ ہر جگہ اور تخصیص کو دعاء تربیت مین غیر ماثور کہدیا ہے پس مولف کا یہ مدعا اس سے نکلتا ہے کہ یہان تخصیص ہی ہے اور عدم رفع بھی یہان ثابت ہوا اور خود ضبط الحشوا بھی مولف کا موجود ہے کہ کہین فاتحہ مین ہاتھ اٹھانا کہتا ہے کہین بعد فاتحہ کے کہین کچھ کہین کچھ عمل قائم نہین رد محتار مین ہے دعا وا لمخفیۃ بالفعل فی نفسہ قال شارح المنیۃ لیس فیہا رفع لان فی الرفع اعلانا انتہی اور بیان ایصال ثواب مین دعاء خفیہ کہ جس مین غرض ایصال ثواب کی ہے انتہی اگر فقیر مدعو آگے یا پیچھے طعام کے فاتحہ یا کچھ قران پڑھکر ثواب میت کو پہونچاوے تو وہ اسی نیت ایصال ثواب کی کرے اور طعام کے ایصال کی تو نیت بھی نہو کیونکہ اس کی نیت صاحب طعام کر چکا ہے یہ کون ہے پس دعوی کلیہ رفع یدین کا مولف کا باطل ہوا اور اس محل مین رفع یدین کا نہونا ثابت ہوگیا اور اطلاق ایصال کا اس قید سے مقید ہونا محقق ہوا پس اعتراضات مولف کی بدعت ضالہ ہوا اور تشبہ ہنود کا بھی اس مین مقرر ہے کیونکہ تمام ہنود مین یہ رسم ہے اور اونکا یہ شعار ہے کہ طعام پر بید پڑھواتے ہین جسکا دل چاہے ہنود سے تحقیق کر لیوے مولوی عبید اللہ اپنے تحفۃ الہنود مین لکھتے ہین کہ ہر سال حسن اتفاق مین کوئی مرا اوس ہی تاریخ ثواب پہونچاتے ہین اور اوسکو ضرور جانتے ہین اور پنڈت اوس کھانے پر بید پڑھتا ہے انتہی پس اب بدعت ہونا اور مکروہ ہونا اس فاتحہ مروجہ کا ثابت بنصوص ہوگیا پس مفتیان دیوبند اگر اسکو مخترع ناپسندیدہ شرعیہ کہین یا رسم ہنود کہین بہت بجا اور حق ہے کہ اصول نصوص سے اوسکی مذمت ثابت ہو چکی **قولہ مولوی عبد اللہ گجراتی الخ اقول** بعد ثبوت منع کے کلیات نصوص سے اگر مولوی عبد اللہ گجراتی اور جامع الاوراد اوسکو جائز لکھین تو ہرگز قابل اعتبار نہین اور ہمکو اون کے قول کی توثیق کی حاجت نہین معہذا یہ تاویل کر سکتے ہین کہ یہ تخصیصات و تعینات رسوم صالحہ اوسوقت تک ہین کہ التزام اوسکا نہو اور عوام کے قلوب مین رسوخ

اور الاذکار الاذکیٰ پر ضرور مین شامل ہونا جائز ہو تو شاید مولوی صاحب کے نزدیک یہ بات بھی جائز ہو گی جس طرح مولوی رشید احمد صاحب کے فتوے مین لکھا ہوا ہے کہ یہ سب ہنود کی رسوم مین سبحان اللہ ع معنی ... مسلمان ... اور اسی طرح مسئلہ سماع مین بھی فتوی انکاری کے صفحہ ۵ مین آپ نے (یعنی مولوی امیر باز خان صاحب نے) ... باقتضائے ... فرمائی ہے آپ مکتوبات مجدد

کا اندیشہ نہو کبھی کبھی ترک بھی کردیا کرین کیونکہ جب مستحب بھی ان وجوہ سے مکروہ ہوجاتا ہے تو رسوم
صالحہ مردم کی بطریق اولی مکروہ ہوجاوینگی پس مولف کو اس سے کوئی مدد نہین ملتی جامع الاعداد
کا کہنا اگر بر طعام فاتحہ کردہ الخ اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگرچہ یہہ طریقہ ایصال کا بدعت ہی مگر بشرط نیت
صالحہ کے ثواب پہونچ جاتا ہے اگرچہ اس فعل کی معصیت بھی ہوتی ہے دوسری روایت جامع الرموز
کی مین یہہ وضع بوجہ اباحت کی لکھی ہوگی اور ہرگاہ کہ عوام مستحب اوسکو جاننے لگین یہہ جائیکہ موکد
اوسوقت بدعت ہوجاویگی بہرحال مولف کو کسی وجہ سے معین نہین اولاً ثبوت مین ان روایات کے
کلام ہی کہ غلط ہین یا صحیح دوسرے نصوص کے مقابلہ مین قابل التفات نہین تیسرے تاویل کی گنجایش
ہی کہ مدعی مولف مین ظاہر و نص نہین پس ایسی روایات سے کیا فائدہ ہوتا ہی صحاح ظواہر کو چھوڑ
کر ضعاف غیر معتبرات پر ہاتھ ڈالنا نہایت عجز اور بددیانتی کی بات ہی مولف مولوی امیر باز خان کو
سمعتی تلقین کرتا تھا آپ اوس پر عمل نہین کرتا کہ ایسے تار عنکبوت سے پناہ پکڑتا ہے بہرحال
مولف کو فقط سواہی کاغذ سیاہ کرنے کے کچھ نفع نہین ہوا اور مانعین کو ان عبارات سے کچھ
حرج نہین ہوتا وہ اس عمل کے بدعت ہونیکے قائل ہین نہ کہ ایسی صورت مین منکر وصول ثواب کے
مگر مولف کو کچھ خبر نہین کرتا ہے مولف قائل ہوچکا ہے کہ حکم مقید کا قید پر راجع ہوتا ہے پس اصل
ایصال درست اور قیود بدعت علی ہذا مولوی برہان الدین کا قول اگر بمقابلہ نصوص مولف کے
نزدیک معتبر ہے تو اوس مین وصول ثواب کا اثبات ہی نہ رفع بدعت کا اور شاہ ولی اللہ صاحب کے
کلام مین یہہ فقرہ اگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ شد خود معلوم ہوگیا کہ فاتحہ دادن سے معنے ایصال ثواب
کے ہوتے مین مجاز متعارف کے طور پر یا عرف عام کی وضع پر علی ہذا عبارت انتباہ مین مگر مولف کی
فہم پر آفرین ہے کہ ان عبارات مین کہین بھی طعام روبرو رکھکر یا تھ اوٹھا کر فاتحہ کا پڑھنا نہین نکلتا
ہے فقط مولف کے ذہن مین ایک نقشہ جم رہا ہے اپنے خیال کی لوح سے نقل کرتا ہو اور فرط حب

امام غزالی نے احیاء العلوم مین اور شیخ شہاب الدین
سہروردی نے عوارف مین اور قشیری نے
مجمع البحار مین اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی
نے مدارج النبوۃ اور شرح سفر السعادۃ مین اور
ملا جیون نے تفسیر احمدی مین فرق بیان کیا
ہے کہ بطریق لہو ممنوع اور اہل دل کے حق مین
سکوت اور قاضی صدر الدین شہید تبریزی نے
دستور القضاۃ فتاوی فقہ حنفی مین جس

بدعت سو چشم عبرت ہو نہ حیا و تنبیہ اگر فاتحہ کا پڑھنا بھی مسلم ہو تا ہم رفع یدین و طعام کا سامنے رکھکر پڑھنا
جسکے اثبات مین سرگردانی ہو رہی ہے ہرگز بھی نہین نکلتا جسکو سائل پوچھتا ہے اور مفتی بدعت
کہتا ہو اور وہ من کے اثبات سنت مین مولف کمر باندھے ہوئے ہے ڈھیلے پتھر جمع کر رہا ہے
اور دعوی کچھ دلیل کچھ بیشرم ندارد اور سوالات عشرہ کے جواب شاہ عبد العزیز کی طرف سے ہونے
مین کلام ہے اگر اون کے بھی ہین تو یہ تصرف ہوا ہے کہ طعام نیاز قبل فاتحہ پڑھنے سے تبرک ہو جاتا
ہے یہ قول ہرگز صحیح نہین زکوۃ کا اعلی درجہ کا صدقہ فرض ہے وہ بھی تبرک نہین ہوتا اور کوئی صدقہ
تبرک نہین بنتا بس نیاز اما مین کہ وہ بھی صدقہ ہے کسطرح تبرک بنگیا بلکہ سب صدقات کو۔
اوساخ الناس حدیث مین فرمایا ہے کہ بنی ہاشم کو منع ہوئی اور جو قران پڑھے جا نیسے تبرک
ہوا ہی تو چاہیئے کہ جس گھر مین کوئی قران پڑھے سارے گھر کا طعام تبرک ہو جایا کرے بہر حال یہ
بہتان شاہ عبد العزیز صاحب پر ہے اور خلاف قواعد حدیث و فقہ کے ہرگز صحیح نہین ہو تا مؤلف کو
شوخی تو یہی ہے کہ ایسی ایسی روایات سے اثبات مدعا ہے سبحان اللہ مگر درست ہے اوسکا مبلغ
علم اتنا ہی ہے اور مشہور ہے کہ الغریق یتعلق بکل حشیش۔ علی ہذا صراط مستقیم مین نفع رسانی اموات
با طعام و فاتحہ خوانی ہے اس سے جمع کرنا دونون کا ایک حالت مین یا طعام روبرو ہونا قراءت
کی حالت مین کہان سے مفہوم ہوا و مطلق جمع کیواسطے ہوتا ہے اور رفع یدین کس لفظ سے پیدا
ہوا ہو صراط مستقیم مین اول اس ہیئت کو بدعت فرماکر منع کیا تھا آخر مین فرمایا کہ ہمارے اس منع
سے ایصال ثواب کا منع کوئی نہ سمجھ لیوے تو اوسکو تصریح فرما دیا کہ اصل ایصال مالی بدنی سے جائز
ہے بدعات سے منع کرنا ہے اب قول مؤلف کا اثبات فاتحہ مرسومہ کا اہل عقل و انصاف کے
نزدیک ہو گیا کمال شوخی ہے یا بلادت اور کیا کہا جاوے **قولہ** اب اگر بعض صاحب بر دستی
اقول زبردستی کوئی نہین کرتا عوام کا اعتقاد تجربہ کرکے دیکھ لو اور خواص کا معاملہ مثل عوام کے

کے الزام ہے اور ملامت تارک سے مشاہد ہے آنکھ کھولکر مولف بھی دیکھ لیوے اور افترا بیر زدہ
ہوتا رہتا ہے مولف بھی مولوی محمد یعقوب صاحب اور مولوی رشید احمد صاحب پر افترا کر چکا ہے
اور اگر فرض کیا جاوے کہ عقیدہ وجوب کا نہین تاہم اصرار اوسپر بدعت و قبیح ہے اور شاہ عبد العزیز
صاحب تفسیر ما اہل بہ مین لکھتے ہین و سرش آنست کہ نزد عوام طریق ذبح جانور بہر گونہ کہ مقرر است متعین
است برای رسانیدن جان جانور برای ہر کسیکہ منظور باشد چنانچہ فاتحہ و قل و درود خواندن طریق
متعین است برای رسانیدن ماکولات و مشروبات بارواح الخ اس سے یہہ صاف ظاہر ہے کہ عوام
کے نزدیک یہہ طریق ایصال کا متعین ہے سو تقیید مطلق سے بدعت ضلالہ ہوا بقول مولف بھی
اور جب کوئی طریق نہین ہوا سوا اس کے تو یہ طریق واجب ہوا مگر یہی اس سے واضح ہوا کہ شاہ عبد العزیز
کے نزدیک یہ طریق ایصال کا بدعت و ناجائز ہی ہے بس سوالات عشرہ کی تکذیب ظاہر ہوگئی کہ
اوس مین جواز و تبرک لکھا تھا حالانکہ یہان نجاست معنوی بدعت کے باعتراف موجود ہے مولف
غور سے مطالعہ فرماوے تاکہ اوسکی آنکھ کھلجاوے الحاصل عوام کے نزدیک تعین طریق ایصال ہونا
بفاتحہ مروجہ شاہ صاحب کی تحقیق سے معلوم ہوا اور حسب اقرار مولف یہ قابل زجر و لعن کے اور بدعت
ضلالہ ہوا اب خواص کو بھی اس کام کا کرنا جس سے عوام کو خرابی پہونچے ممنوع ہوا کہ موجب اضلال
عوام کا ہے اور یہی مدعا مانعین کا تھا اور مولوی عبد الحکیم صاحب نے شاہ صاحب پر اعتقاد عفیفہ
عرس کا اعتراض کیا تھا شاہ صاحب نے اوس کا انکار کیا اور ایصال ثواب و زیارت قبور کو مستحسن
فرمایا سو اس مین کسی کو انکار نہین مگر عوام کو تو بری اس عقیدہ سے نہین کیا بلکہ عوام کا یہ عقیدہ
تفسیر عزیزی مین خود فرما دیا اور بطور الزام کے تعین یوم زیارہ کو عقلاً لکھکر ایک حدیث لکھدی
ہے گو وہ ضعیف ہی نہ بطور احتجاج و تصحیح اس حدیث و عمل کی اور دلیل اسکی یہہ ہے کہ عجالہ نافعہ
مین خود شاہ عبد العزیز لکھتے ہین کہ طبقہ رابعہ کی احادیث پر اعتقادیات اور عملیات مین دو نون

مین عمل کرنا درست نہین پس اس روایت دُرِ منثور وغیرہ پر کہ طبقہ رابعہ سے ہین کسطرح عمل درست ہو سکتا ہو حالانکہ

حدیث صحیح لا تتخذوا قبری عیدا اسکی معارض موجود ہی اور مانع عرس کی ہو قال صاحب المجمع لا تجعلوا قبری عیدا

ای لا تجعلوا زیارۃ قبری عیدا او قبری مظہر عید ای لا تجمعوا الزیارۃ اجتماعکم للعید فانہ یوم لہو و سرور و حال الزیارۃ

بخلافہ وکان داب اہل الکتاب فاورثہم القسوۃ ومن تعظیم عبدۃ الاوثان حتی عبدوا الاموات - انتہی

اب دیکھو کہ عرس کو حدیث صحیحین نے بالکل حرام کر دیا اور مولف کو ہو گیا کہ صحیحین کے مقابلہ مین نسائی کی

روایت کو حدیث بدعت مین قابل عمل نہین رکھتا تھا حالانکہ وہ حدیث صحیح تہی اور معارض ہی نہین ہی

اب اس حدیث شیخین کے مقابلہ مین ضعیف روایت کہ قابل احتجاج ہی ہرگز نہین کس طرح درست ہو گئی

مولف کو واجب ہی کہ اسکو حسب اپنے قاعدہ کے رد کر دیوے معہذا حدیث محمل ہے کہ راس حول سے نہ معلوم

کیا مراد ہی آیا محرم ہے کہ قدیم عرب مین راس حول تہا یا ربیع الاول کہ راس سال ہجری ہے یا شہادت کہ شوال

تہا اسی محمل پر عمل درست نہین بہرحال شاہ صاحب نے الزاما یہ روایت نقل کر دی ہے ورنہ ہرگز قابل

احتجاج کے نہین پس اصلیت عرس کی ہرگز ثابت نہین جیسا مولف اپنے زعم مین جما بیٹھا ہے پس

قولہ اس تقریر سے چند باتین ثابت ہوئین الخ **اقول** سب لغو ہو گیا کیونکہ اصلیت عرس کی اس حدیث

سے جب ثابت ہوتی کہ یہ حدیث معتبر صحیح ہوتی اور اوسکی معارض حدیث نص صحیح نہ ہوتی اور قبور صالحین

کی زیارت اوسوقت موجب برکت و جائز ہے کہ کوئی محذور شرعی لازم نہ آوے اور التزام مستحب کا بہی بدعت

ہے بسبب تعیید مطلق کے بقول مولف پس یوم عرس اگر متعین ہوگا وہی محذور و بدعت لازم آوے گا -

اور جمیع بین العبادتین درست ہے بشرطیکہ اوسکی ترکیب سے کوئی ہیئت غیر مشروع نہ پیدا ہو جاوے - باقی

ہزلیات مولف کا جواب محقق پہلے ہو چکا ہے ضرورت اعادہ کی نہین اب جو بے پیر اوسکے راہ ہی خود

معلوم ہو گیا کہ احادیث صحاح کا مخالف اور اپنے قول کا عامل خلاف مجتہدین کے ہو کر یہ ہو گا وہی پیر

بلکہ پیدین ہے فقط **قولہ** تتمہ الخ **اقول** مولوی یعقوب علی کے پیشوایان کا جواب آجتک کسی اہل حدیث

نہیں دیا مگر مولف کی طرح سب شتم کہ جہلار کا طریق ہے کرتے رہے ہیں اب مولف نے تمام اپنے پیشوایان

کی ساری عمر کی تحقیقات و تحریرات کا انتخاب کر کے یہ رسالہ انوار ساطعہ لکھا ہے اور تیس سال کی انکی

سعی کا خلاصہ اوس میں درج کیا ہے سو واضح ہو گیا کہ محض جہل مرکب ہے پس فقط رد ہی رد نہ سوا لکھو

سمجھی نہ جواب سکو بوجھے دعوی کچھ دلیل کچھ نتیجہ کچھ اور دلائل السحر لوز سوا ایسے علم پر ناز اور مولوی صاحب

پر اعتراض مولف کی ہی بیشرمی کا کام ہے اور بس **قولہ** مولوی مذکور صفحہ ۴ مین سیف السنتہ میں

لکھتے ہیں الخ **اقول** مولف ذرا تو شرم کرے اور سوچے او ر معنی شرح منیہ کی سمجھے شرح منیہ کے یہ

معنی ہین کہ قرآن پڑھنے کو میت کیواسطے لوگ جمع ہون اور اون کیواسطے طعام طیار کرایا جاوے تو یہ

مکروہ ہے پس سنو کہ ہر گاہ کہ عوام کے نزدیک مقرر ہو لیا کہ ضیافت میت میں لوگ آکر قل پنج آیتہ

پڑھتے ہین اور یہان بھی آکر پڑھین گے اور ہونا اس کا ضرور جانتے ہین تو بداہتہً اہل میت کی نیت

طعام کے ساتھ قرآن پڑھنے کی ہوئی اور طعام خوار بھی جاتے ہین کہ ہمکو وہان جا کر قرآن کا پڑھنا

ضرور ہے تو اجابت دعوت کے ساتھ قرآن پڑھنے کی نیت مقرر ہوتی ہے پس طرفین مین ضیافت

کا ہونا اور قراءۃ قرآن کا ہونا محقق ہو چکا اب میت کے واسطے قرآن خوانی کو بلانا اور جانا اس منیہ

پر صادق آگیا بداہتہً پس اتخاذ الطعام عند قراءۃ القرآن یہان موجود ہے بداہتہً اگرچہ قلیل ہی ہو

سارا قرآن نہو کیونکہ کثرت قلت کا فرق تو مولف نے ساقط کر دیا ہے ایک لڈو کو ضیافت کا حکم دے

چکا ہے اور فقط فاتحہ کو قرآن کا حکم دیدیا اور درست ہے پس قرآن خوانی کے واسطے اور قرآن خوانان

کیواسطے اتخاذ طعام ہو گیا اگر تھوڑی سی بھی عقل ہو تو واضح ہے البتہ یہان دوسری شق بھی شرح

منیہ کی موجود ہے یعنی وان اتخذ للفقراء کان حسنا بہر حال یہہ ضیافت متوجہ مرکب ہوئی دونوں

شق ہی کہ للفقراء بھی ہے اور لقراءۃ القرآن بھی ہے پس مرکب مباح اور مکروہ سے مکروہ ہی ہوتا ہے

یہہ قاعدہ مشہور ہے پس موافق قواعد فقہ کے اور روایت شرح منیہ کے یہ اتخاذ طعام مکروہ ہو گیا مولف

خوب سمجھکر غور کیجیوے اب مولوی یعقوب علی کا استدلال سنو کہ اونکی مراد رکھنے سے تیار کرنا اور اونکا

ہے یعنی پکوانا اور یہہ محاورہ ہندہ کا ہے جیسا اتخاذ الجنۃ جو باب ترمذی وغیرہ مین آتا ہے اوسکا ترجمہ

دل رکھنے کرتے مین بہرحال مراد اونکی سامنے آکل کے رکھنا نہی کہ کوئی لفظ ایسا ترجمہ مین نہ ہیت تعجب

نے ہر وقتی رکھنے کو سامنے رکھنا سمجھکر اعتراض کیا ہے خواہ مخواہ پس یہہ کم فہمی مولف کی ہے اور اعتراض

ہرگز نہیں مولف ترجمہ غلط کرنیکا دعوی کرتا ہے اور خود اپنی خبر نہیں کہ کسقدر غلط ترجمہ اور صیانت

نقل عبارت مین کرتا ہے ہمنے خطا ہای لفظی اوسکی نہین لکہی بطور الزام کے ایک غلط ترجمہ مولف کا

بتاتا ہون کہ صفحہ تیسرے کی پہلی سطر مین لست کا حدکم کا ترجمہ مولف نے لکھا ہے کہ ہنوا یعنی ایک تم

مین ہر طرح نہین اور حالانکہ یہہ ترجمہ ہدایۃ النحو پڑھنے والا بھی نہین کر سکتا اسکا ترجمہ یہہ ہے

یعنی مین ہون مثل کسی ایک تمہارے کی پس اپنی خبر نہین دوسرونکو خواہ مخواہ طعن کرتا ہے اور جو

تسلیم کیا جاوے کہ سامنے ہی رکھنا اونکی مراد ہی توبھی استدلال درست ہے اسواسطے کہ صرف قرآن

خوانون کو کھانا کھلانا بعد قرارت کے یا قبل قرأت کے اور اون کیواسطے کھانا پکانا مکروہ ہوا تو عین قرأۃ

مین سامنے رکھا ہونا اور اسکی ہی واسطے کھانا پکانا بطریق اولی مکروہ ہوگا بدلالۃ النص پس یہہ روایت

کھانا کہ مکر قرآن پڑہنے پر صاف دلالت کرتی ہے مگر مولف کو فہم مطلب سے غرض نہین دوسرا سبب

قرآن پڑھتے ہوئے کھانا لاکر رکھنا مکروہ ہے جسکو مولف خود تسلیم کرتا ہے اور اوسکی دلیل کو بھی

مسلم رکھتا ہے تو بعینہ اس ہی دلیل سے قبل قرارت بھی رکھنا مکروہ ہوگا اسواسطے کہ خشوع کا جانا

جیسا وقت قرارت کی طعام رکھنے مین ہے قبل قرارت رکھنے مین بھی موجود ہے قاری کا دل مشغول

ہونا دونون صورت مین موجود ہے بلکہ پہلے سے رکھنے مین زیادہ دیر تک مشغولی ہے سو بطریق

الاولی مکروہ ہوگا پس مدعا اور دلیل تو مطابق ہے مگر مولف کی فہم مین کوتاہی اور مخالفت ہے اور یہہ

دوسری دلیل کراہت فاتحہ مروجہ کی مولف کی اقرار سے ثابت ہوگئی کہ دل قاری کا اور حاضرین کا

نے اپنے استادان دین کو اور بڑے بڑے جلیل القدر علماء اتقیا و متاخرین و متقدمین کو نہین چھوڑا
اگر مولوی یعقوب علی سے مولوی عبد الحکیم کو کچھ لکھ دیا تو کیا شکوہ ہر ترتت کا تو یہ عین تہذیب و حق ہے
اگر یہ کوئی بری بات ہے تو اول خود عمل کرے پھر دوسرے کو نصیحت کرے زیادہ اس سے ہم چھیڑ کا جواب
نہین دینے کہ صدمہ کی بات نہین **قولہ** ابطال خوش فہمی الخ **اقول** خوش فہمی مولف کی تو اول
رسالہ سے یہان تک دیکھتے چلے آتے ہین پچھلے قواعد مین مولوی یعقوب علی کی تخطیۂ مین ہی ثبوت
کی خوش فہمی ظاہر ہوچکی بندہ نے سیف السنتہ کبھی نہین کہی سننے اور یہ رسالہ ہی ہے یہ عبارات تو کہا
معلوم ہوتی ہین مگر خوش فہمی مولف کی یہان بہی واضح ہے یہ روایت عدم انتظار سالن کی تو ثبوت
قبول ہی کرتا ہی خواہ کیسی ہی ہو لہذا اس مین کلام فضول ہے البتہ مولف نے ما بہ الافتراق پیدا
کرکے اعتراض کیا ہو کہ طعام اپنے کھانے اور صدقہ کے طعام مین فرق ہے انکو کہ انکی طعام کا تو
ادب ہے کہ انتظار سالن کا ہی نہو اور صدقہ کا طعام ہوگیا تو ادب نہ رکھا ہے حالانکہ طعام
دونون کا ہر ادب مین برابر ہین گو اوساخ معنوی سے صدقہ ملتبس ہوکر نبی فضل کو مکروہ ہوا مگر ادب
طعام مین کچھ فرق نہین آیا پس مولوی یعقوب علی کی غرض یہ تہی کہ طعام کا ہر حال ادب ہے اگرچہ صدقہ کا
ہو پس جب طعام رکھنے کے دوسرے کام مین لگے بلکہ مشغول بالکل ہو جاوے جیسا نوح علیہ السلام نے کیا
مگر مولف نہ سمجھا تو بولا کہ یہ طعام صدقہ ہے پس اگر یہ فارق ہے تو مولف اپنے دعوی کو کسی ایسی دلیل
سے درست کرے کہ طعام صدقہ مین ادب نہین رہتا ورنہ کلام مولف کی لغو بیہودہ رہیگی۔ اکرام طعام نعمت
الٰہی ہے اگرچہ طعام صدقہ کا ہو حدیث مین ہے کہ اکرموا الخبز اور یہ بھی اہانت ہے کہ بعد طعام رکھنے دوسرے
کام مین مشغول نہو متوجہ بالکل طعام ہو جاوے اگرچہ عبادت نفل ہی کیون نہ ہو چنانچہ حدیث مسلم گذری۔
البتہ نوح بخبرۃ الملوک اور احیاء العلوم مین بہی حضرت علیہ السلام کا فعل نقل کیا ہے کہ انتظار سالن کا
بہی نہ کیا تھے پس طعام سے برابر ہین پس اگر ان کو طعام رکھکر خود ممنوع ہوگئی اور صدقہ کا فرق

محض عوی مردود ہے نص ہو یا ادب طعام صدقہ مین فم ہونا مولف اگر ثابت کردیوے تو قابل التفات ہے ورنہ خود مردود ہے سبحان اللہ مولف کی خوش فہمی ظاہر ہوچکی باقی اونکی کلام مضحکہ سبیان ہے قابل جواب علمی کے نہین اب یہی مولف مقر ہوچکا ہے کہ طعام کا رکھنا حالت قرآن پڑہنے مین بسبب مشغولی قلب کے مکروہ ہے علی ہذا قرآن پڑہنا طعام رکھی حالت مین مکروہ ہے بسبب مشغولی قلب کے بلاتفاوت مگر مولف کے ہوش درست نہین **قولہ** لمعہ ثانیہ جمعرات کی فاتحہ الخ **اقول** سائل نے جمعرات وغیرہ کی فاتحہ مرسومہ کو پوچھا تھا مجیبون نے اس ہیئت و تقیید کی بدعت ہونیکا فتوی دیا تو حسب قاعدہ مسلمہ مولف کے یہ بدعت ہونا قید کی طرف راجع ہوا اعنی ہیئت اور تقیید مان کی طرف سو وہ ثابت ہوگیا اور کوئی مفتی ایصال ثواب کا منکر نہین جب کبھی جسوقت ہو بلا قید کی جائز ہے البتہ تخصیص بلانص کے منکر ہین خصوصیت کسی دن کی اگر نص سے ثابت ہو جاوے تو معتبر رکہتے ہین ورنہ سب ایام برابر جانتے ہین اور اوسپر تخصیص کرنیکو بدعت کہتے ہین اب مولف جمعرات کی تخصیص کے اثبات مین تین روایات لایا ہے بلا سند مگر اوسکو خدشہ ہوا کہ اہل سنت نقض ضعف یا وضع کا کرکے اڑا دیوینگے لہذا اوسکی تدبیر کرتا ہے بقولہ اس فرقہ کا قاعدہ ہے کہ اپنے عقیدہ کے خلاف کو غیر معتبر کہتے ہین الخ سولاریب فرقہ اہل سنت محدثین وفقہا کا یہی معمول ہے کہ حدیث کی تصحیح کرتے ہین اگر صحیح ہوتی تو قابل احتجاج جانتے ہین ورنہ رد کرتے ہین بقولہ علیہ السلام یکون فی آخر الزمان دجالون کذابون یاتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا آباءکم فایاکم وایاہم لا یضلونکم ولا یفتنونکم الحدیث پس اس کو محل طعن بنانا کسی عالم کا کام نہین کہ یہ امر فخر عالم کا ارشاد ہے البتہ فرقہ مبتدعہ اپنی ہوا کی احیار مین روایات موضوعہ متروکہ سے استدلال لاتی ہین اور جملہ محدثین ضعیف حدیث پر جرح کرتے ہین دیکھو صحاح ستہ اس سے پر ہے مگر مولف نے یہ قاعدہ نیا ایجاد کیا ہے کہ اگر کسینے کسی کتاب سے کوئی روایت نقل کی تو وہ تمام کتاب ناقل کے نزدیک معتبر ہو جاوے یہ آج تک کسی

نہین لکھا مثلاً ہدایہ شرح وقایہ وغیرہ کتب سے استدلال لاتے ہین حالانکہ اوسکی ضعیف روایت پر جرح
کرکے ترک کر دیتے ہین ترمذی ابوداؤد وغیرہما کتب سے سند لاتے ہین حالانکہ حسن روایت ہین اوسکی ضعف کے
اوسکو ترک کرتے ہین اسکو ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے مگر مولف کہتا ہے کہ مولوی محمد اسحٰق صاحب نے شیخ
عبدالحق اور خزانہ اور دستور القضاۃ سے روایات نقل کی ہین تو بس سب مرویات منقولات انکی
اونکے نزدیک معتبر واجب القبول ہو گئیں یہہ عجیب العجائب استدلال ہے اور خود مولف اسکے خلاف عمل کرتا ہے
اینمائی جو معتبر کتاب ہے اوسکی زیادۃ ثم تفشو الکذب کو بزعم خود غلاف شیخین کی روایت سمجھکر ضعیف
متروک بنا رکھا ہے حالانکہ نسائی کو وہ معتبر جانتا ہے پس دوسروں کو کیون الزام دیا گیا کہ دو چار روایت
نقل کرنے سے سب کی سب معتبر جان لیتے ہین اگر مولف کو مخالفت حدیث صحیح کا عذر ہے تو دیگر علما بھی یہی عذر
رکھتے ہین غرض ولف کی کوئی ہوش کی بات نہین اب سنو کہ اول تو ان روایات کی توثیق خود کتاب
والوں نے نہین کی کہ اون کے نزدیک یہہ روایات صحاح ہین یا نہین اور بدون توثیق کے نفس نقل
سے تصحیح نہین ہوتی پھر دوسرے اونکی سند بیان نہین کی جسپر اعتماد ہو تیسرے شیخ نے تو فقط یہہ لفظ کہا
کہ در بعض روایات آمدہ نہ معلوم کہ وہ مرفوع ہے یا کسی عالم کا قول ہے اور خزانہ بعض علما محققین سے
ہی نقل کرتا ہے نہ معلوم کہ کون ہین اور کیسے ہین ایسی ہی روایت محدثین کے نزدیک معتبر نہین ہوتی اور
لیا ہے قول کسی عالم کا ہو اور دستور القضاۃ مین فتاوی نسفیہ سے نقل کیا ہے کہ نہ رفع کا حال معلوم ہے
نہ کچھ غرض توثیق سے ہے نہ سند ہے نہ یہہ معلوم کہ کسکا قول ہے اور نفس نقل سے توثیق نہین ہوسکتی نہ از طرف
ناقل اور نہ از غیر پس ایسی روایت کا اعتبار کسی عاقل کا کام ہے بعد اسکے یہہ خلاف قواعد شرعیہ کے اور معارض
احادیث صحاح کی ہے اسواسطے کہ ایصال ثواب کا ورثا پر حق واجب نہین باتفاق امت بلکہ مستحب ہے جہان
محض ہے کسی ایک عالم نے بھی نہین کہا کہ زندہ پر مُردہ کا حق واجب ہے یا حق تعالی نے ایصال کو واجب
کیا ہے پس اگر کسی نے احسان کیا مستوجب ثواب اور مدح کا ہوا اور نہ کیا تو قابل لوم اور سرزنش کے

نہین لہذا اگر خیرات کو زندہ نے مردہ کو ثواب پہونچایا تو کوئی ظلم اوس نے میت پر شرعاً نہین کیا تا احسان
بھی نہین کیا تو احسان نکرنے پر بددعاء کا کرنا شرعاً حرام ہے اور قابل سزا اور سزا نسل کے ہے
کیونکہ یہہ بھی ظلم ہے پس میت مسلم باوجودیکہ ظلمت نفس و شیطان سے چھوٹا حقیقۃ الامر خیر و شر اوسکی بیّنت
مین واضح ہوگئی وہ اب بھی بزعم مولف گرفتار معصیت و مرتکب منکرات ہے کہ دیدہ و دانستہ ناحق
بددعاء کرتا ہو بعد اتیان یقین و کشف آخرت کو بھی رذیلہ نفس مین مبتلی ہے اور کسب معاصی مین گرفتار
ہے معاذ اللہ یہہ روایت قطعاً متہم و متروک ہو اور خلاف نصوص صحاح کے ہو ارواح کو عالم برزخ
مین سیئات کی ظلمات و قبح اور حسنات کی انوار و حسن مشاہدہ ہوجاتا ہے پس اونسے بعد مشاہدہ کے نافرمانی
حق تعالی کی ممکن نہین مولف نے اپنے اوپر ارواح برزخ کو قیاس کیا ہو کہ قرآن کا ترجمہ پڑھتا او دیکھتا
ہے اور پھر عقاب آخرت کا خیال ہوا ے نفس کچھ نہین کرتا پھر یہہ کہ جب یہہ ایسا امر تھا کہ واجب ضرور ہے
اور نہ عمل کرنیسے بددعاء اموات کا محل ہوتا تھا تو ایسے شائع امر کا کسی صحیح روایت مرفوع یا موقوف سے
ثبوت نہوا اور نہ اہل صحاح اسکو روایت کرین حالانکہ کثرت عمل کرنے سے چاہیئے کہ بشہرت منقول ہوتا مگر ایک
بھی روایت نہوا اسکو کون عاقل قبول کرسکتا ہے ایسی روایت حسب قاعدہ کم اصول معتبر نہین ہوتی سو
یہہ حال تو دستور القضات کی روایت کا ہو رہی وہ حدیث باقی سو اون مین بددعاء کا ذکر نہین البتہ
آینکا ذکر ہے پس ہم ۔ ۔ ۔ ایت آنے ارواح مین مخالف صحاح کی ہین کیونکہ مشکوۃ مین نسائی اور احمد سے
منقول ہو کہ جب میت کی روح برزخ مین جاتی ہے تو ارواح جمع ہوکر اپنے اقارب کا حال پوچھتی ہین کہ وہ
جو پہلے مر لیا تھا اسکو کہتا ہے کہ وہ تو مجھسے پہلے مر لیا تھا اگر ہر ہفتہ ارواح اپنے گھر جاتی ہین تو اونکو کیا حاجت
استفسار کی ہو اپنی آنکھ سے تو سب حال دیکھ دیکھ آتے ہین اور سوا اس کے اور احادیث مین اس قسم
کی دلالات موجود ہین کہ ان روایات کو رد کرتی ہین پس یہہ ہرگز قابل اعتبار نہین اور نہ اسپر عمل سلف کا
ہوا یوم جمعہ مین استحباب صدقہ کا علاوہ ہوے مگر لیلۃ الجمعہ یا یوم الجمعہ مین استحباب ایصال ثواب کا کسی ۔۔۔

مشتہر ہین وارد نہین اور لعدان سب امور کے یہہ سنو کہ یہہ اعتقادیات مین داخل ہے کہ ارواح کا شب جمعہ کو گھر
آنا اعتقاد کرے اور اعتقادیات مین قطعیات کا اعتبار ہوتا ہے نہ ظنیات صحاح کا چہ جائیکہ ضعاف اور موضوعات
کا پس سب مقصد طے ہوگیا اور فیصلہ ہوا اگر علم ہے اور دین ہی ہے اور مؤلف دوزخی رواح کفار کا تو مقر ہے
کہ نہین آسکتی علی ہذا ہم یقین رکہتے ہین کہ وہ فساق کہ عذاب قبر مین مبتلا ہین اونکا بھی آنا مؤلف کے
نزدیک درست نہین کیونکہ ملائکہ عذاب بھی اور عذاب مسلط قبر سے کس طرح نکل سکتے ہین مگر ارواح صلحاء مین
جنّت کو البتہ اوغان ہے کہ بیشک آتی ہین کیونکہ حدیث متواتر قطعی قابل عقیدہ مؤلف کی دستور الفضاۃ
وغیرہ کتب مین موجود ہے لہذا جب اتباع مولوی اسمٰعیل صاحب نے یہہ کہا کہ ارواح جنّتی جنّت کو چھوڑ کر دنیا
مین کیون آتی ہونگی تو مؤلف نے بڑی تحقیق و تدقیق سے جواب دیا کہ جنّتی ارواح اگرچہ دنیا مین جنّتی
ہی کہلاتی ہین اور جنّتی ہونے سے نہین نکل جاتی اور ساکن دہلی کی نظیر لکہی سبحان اللہ کیا فہم عالی مؤلف
کا ہے اتباع سنت تو یہہ کہتے ہین کہ ارواح جنّتی کہ جن کے واسطے دریچہ جنّت کھلا ہوا ہے اور روح و ریحان اسمین
چلا آتا ہے اور حبور و سرور اور نم کنومۃ العروس اور سیر جنّت اونکو حاصل ہے پھر وہ دنیا دار الکدر مین کہ تمام
نعماء دنیا کی ایک ذرہ بھر بھی اوسکی نہین کیون آتی ہونگی ایسی راحت چھوڑ کر اس ظلمت کدہ مین آوین باوجود
ان نعماء کی جو حدیث سے معلوم ہوتی ہین تو مؤلف خوش فہم سمجھہ گئے کہ اُن کے نزدیک وہ ارواح جنّتی نہین
رہین جنّت سے خارج ہوکر دنیاوی ہوگئی اور اسکی تحقیق مین خوب نظیر مثال سے جواب دیا لا حول و لا قوۃ الا
باللہ حدیث بخاری کی ہے کہ جسکو جنّت مل گئی اگر دنیا و ما فیہا اوسکو دیوین تو دنیا مین آنا قبول نکرے مگر شہید
دوبارہ فی سبیل اللہ جان دینے کو آنا چاہتا ہے الحدیث اس حدیث اور دیگر احادیث کی وجہ سے اہل سنت کو
تامّل ارواح مومنین کو آنے مین تھا ہر چند مراد حدیث مین زندہ ہوکر آنا ہے مگر نعماء آخرت کو اور اکدار دنیا
کو مقابلہ کرکے بے حقیقت ہونا دنیا کا بھی اسی سے روشن ہوا اسواسطے یہہ تامّل تھا تو مؤلف خوب سمجھے اور خوب
جواب دیا کہ مؤلف ہی کے منہہ کے موافق ہے اگر مؤلف یہہ جواب دیتا کہ اموات کا عمل منقطع ہوگیا ہے

اور ثواب کی حرص سبب کشت حقیقت ثواب کے بڑہ گئی ہے تو ثواب حاصل کرنیکو ارواح مومنین آتی ہین تو
یہ بات کچھ معقول بھی تہی مگر ایسا چونکہ جواب کے خلاف سوالکی ہے جو اونکا حوصلہ ہے وہی جواب دیا اب جواب
اِس تقریر کا یہ ہے کہ طمع ثواب کے واسطے دُنیا مین آنا اور اُن راحتونکو ترک کرکے چلا آنا کیا ضرور ہے ارواح اپنی قبرین
متوقع ثواب رہتی ہین جیسا احادیث سے معلوم ہوتا ہے تو اگر تاویل اِن ضعاف روایات کی ہی یہی کیجاے
تو لائق ہے نہ کہ انکی وجہ سے صحاح کو ترک کرین اب سنو کہ جیسا ارواح کفار اور فساق گرفتار عذاب کا یہان
آنا ممنوع ہے اور ملائکہ کے ہاتھ سے چھوٹ آنا محال ہے لا یعصون اللہ ما امرہم ویفعلون ما یؤمرون۔ ایسا
ہی ارواح انبیاء وصدیقین وشہداء واولیاء کا بھی آنا خلاف ہے کہ ایسی حالت ذلت کو اختیار فرماوین
اب عامہ مومنین باقی رہگئے سو اب تخصیص ہو ہوا اگر صحیح بھی ہون اور کوئی حدیث صحیح معارض بھی ہو فرضاً
تاہم قیاس اسکا مخصص ہو سکتا ہے یہانتک کہ ایک دو فرد اوسمین رہجاوے جیسا قاعدہ عموم کا اصولیین
مین ہے پھر یون بھی یہ روایات خارج از اعتبار ہو گئین اگر علم وفہم ہو تو سب کچھ ہے ورنہ ایمان کا خدا تعالیٰ
ہی حافظ ہے جو لکھا دیکھا اوسپر ہی ایمان لاوے سچ ہے نیم ملا خطرہ ایمان **قولہ** الحاصل ارواح کی جنبش الخ
اقول کلام تو دنیا مین اپنے گھرون پر آنے مین ہے اگر دنیا مین آنا مطلقاً ثابت ہو جب بھی مولف کا کام نہین
نکلتا چہ جائیکہ مطلق حرکت وجنبش ثابت ہو پس روایت عوارف سے برزخ مین چلنا پھرنا ثابت ہوا برزخ لغت
مین دو شے کی حاجز کو کہتے ہین اور شرع مین دُنیا اور آخرت کی درمیان کی حالت کو کہتے ہین پس عالم برزخ
کی حرکت ارواح کی تو صحاح احادیث مین بھی موجود ہے مگر اوس سے بحث نہین عوارف سے بھی وہی نکلا مگر
مدعا مولف کا دنیا کی گھر مین آنیکا تھا اور دلیل برزخ مین حرکت کرنیکی اس فہم پر آفرین ہے مولف نے مین آسمان
کے لفظ سے شبہہ مین پڑا ہے سو یہان زمین آسمان برزخ کا مراد ہے علیٰ ہذا تذکرۃ الموتیٰ کی روایت مین جو جا
کہ خواہند روند برزخ مراد ہے اور جو کوئی بلحاظ مولف عموم کو قبول کرے تو اس روایت سے اختیار سیر کا ثابت
ہے نہ آنا کہ آیا کرتے ہین اگر قیاس سے اثبات ہو گا اور امور آخرت واعتقادیات مین عقل وقیاس کو دخل

٨٢

نہیں گو موتف محض لاالعلم ہے اب موتف کا کہنا کہ ان حدیثوں سے سیر دنیا کی ثابت ہوئی کسقدر شیطا ہے کیونکہ بعض صحیح بیبروزنکی اوسمیں بیان کرتے ہین کہ سیر دنیا ثابت ہوئی پس اب موتف کا قیاس دلیل کو اتمام کو شروع ہے کیونکہ ان روایات سے بعض حصش ثابت ہوئی تو ایک مقدمہ قیاسی لگا کر مطلب تمام ہوتا ہی اور یہ محض جہل ہے کہ قیاس کو ان امور مین دخیل جاننا اور مطلب ثابت کرنا الحاصل یہ دعویٰ و دلیل موتف کا سب بیسود ہی اور اصل ایصال ثواب ہر روز و ہر شب جائز ہے اور موجب برکت و ثواب کا ہے مگر قید زمان بدن اور شائع لگانا بدعت محدثہ ہے **قولہ** اس فرقہ کی بڑی بیمنصفی ہی الخ **اقول** بے نصیبی و خسران موتف اور اوسکی ہمہ مشربوں کا ہے کہ اولیاء کی شان میں ہیچ تہراہی شوخکلامی کرین طریقۂ اولیاء سے اور علم حقیقت سے بہرہ ہونا اسکا ہی ثمرہ اور خبط عقل ہونا اور کلام بے ربط ہونا اسکا ہی نتیجہ ہے اُسکی کلمات ناشائستہ کا جواب نہین لکہتا ہوں حق تعالیٰ خود کافی ہے مگر اوسکی جہل حقیقۃ الحال کو ظاہر کرتا ہوں کہ اولیاء کو مثل انبیاء علیہم السلام کے کثرت اتباع کی ہر روز خواہش رہی ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کروڑوں اتباع ہوئی اور پھر کثرت اُمت فخر عالم علیہ السلام پر غبطہ کی روے بخاری مین یہ قصہ موجود ہی فخر عالم علیہ السلام کثرت اُمت پر مباہات فرماوینگے اور ہر روز طالب کثرت اُمت کی رہی اسکی تمنا مین اُمت کو ولود و دعو کرنے کے نکاح کی تاکید فرمائی پس اسی طرح حضرت غوث اعظم اور خواجہ بہاء الدین کو چونکہ معلوم ہوا تہا کہ سید صاحب کی شان بزرگ ہی اور کثرت سے ان کی مُرید و اتباع ہو وینگے جیسا کہ شاہد ہے کہ لاکہوں سے تجاوز کر گئی ہین اسواسطے اپنے خاندان مین ہونیکی رغبت تہی حالت حیات مین اولیاء ایسے مُرید کی طالب ہی ہین پس یہ امر خلاف عقل سلیم کے ہرگز نہین گو موتف کو عقل نہین کہ سمجھے اور عالم ارواح جو عالم غیب ہی نہ ہندوستان مین ہے اور نہ بغداد و بخارا مین سو اجتماع ان ارواح کا عالم غیب مین تہا نہ سید صاحب بغداد و بخارا مین تشریف لیگئے اور نہ یہ حضرات ہندوستان مین تشریف لائے بلکہ اجتماع روحانی ہوا جیسا رویا مین عوام کی ارواح کو بہی ہوتا ہی عالم مثال مین سو موتف اور اوسکی مقتدایان کو عقل نہین بے سمجھے طعن کا تہراو کرکے اپنی

آبرو کھوتے ہیں اور اس قصہ سے مطلب مؤلف کا بھی کچھ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ مقصود مؤلف کا دنیا میں ارواح کا آنا ثابت کرنا تھا وہ خود مفقود ہے اس کم فہمی سے یہ قصہ لکھا تھا کہ اہل ایمان رہیہ قول حجت ہوجاویگا اور ہمارا استہزا حاصل ہوہی گا ان حضرات کی روح کا آنا سید صاحب کی گھر پر قبول کریوینگے مگر آفرین ہو ایسی ہی سمجھ چاہیئے باقی کلام کا جواب خود ہو لیا اور دیگر فضول گستاخ کلام کا جواب طروح ہم کہ علم کی بات نہیں **قولہ** اب قلوب قاسیہ کے نرم کرنے کو الخ **اقول** مؤلف نے اس قصہ کو اپنے دعوے باطل کی تائید کے خیال سے لکھا تھا مگر غافل کو خبر نہیں کہ یہ اوسکے دعوے کو برہم کرتا ہے اول تو دیکھو کہ اس میں یہ نہیں لکھا کہ ارواح اہل مقبرہ اپنے گھر گئے بلکہ قبروں کے پاس جمع ہوئے اور اون کے گھروں سے جوان آئے اور مؤلف کہتا ہے کہ ارواح اپنے گھر جاتی ہیں دوسرے یہ کہ ایصال ثواب اول شب میں ہوتا ہے اور یہ وصول قریب صبح کے ہوا حالانکہ ملائکہ فوراً پہونچاتے ہیں اور اونکو بعد مسافت مانع نہیں کہ سفر کریں اور دیر سے پہونچاویں اور نہ تاخیر کریں پس یہ دونوں امر خلاف مذہب مؤلف کے ہیں مگر شاید مؤلف عذر کرے کہ اون اہل قبور کو گھر جانیکا حکم نہیں تھا اور بسبب بعد مسافت کے دیر میں ثواب پہونچا استغفر اللہ استغفر اللہ تیسرے یہ کہ وہ جوان کہ جسکو ہدیہ نہ آیا اوس نے اپنی والدہ کو بددعا نہیں کی ہاں مغموم ہوا تو یہ بھی مؤلف کی روایت کی خلاف ہوا چوتھے ہزار درم کا صدقہ کرکے پھر دوسرے جمعہ کو حضرت صالح نے مقبرہ والونکو دیکھا تو اثر ہزار درم کا جوان پر پایا مگر اس جمعہ میں قبروں سے نکلتے دیکھا مگر ہدیہ کسیکو نہیں ملا اور نہ اوس جوان نے کہا کہ آج مجکو ہدیہ ملا بلکہ پہلے ہدیہ کا اثر اور شکر بیان کیا تو اس جمعہ کے ہدیہ نہ پہونچنے سے نہ کسی نے بددعا کی اور نہ کوئی ہدیہ لینے کو گھر گیا جس سے معلوم ہوا کہ نہ کوئی گھر جاوے اور نہ عدم وصول پر بددعا کرے ہاں وصول سے ترقی میت کو ہوتی ہے بہر حال یہ قصہ مؤلف کو دعوے کا نادم ہے اور اہل سنت کو کچھ مضر نہیں اول تو خواب و رویا سے حکم شرع کا ثابت نہیں ہوتا اور پھر اس رویا کی تاویل حسن ہو سکتی ہے اور اگر بلا تاویل ہو جب بھی کچھ حرج نہیں مگر مؤلف کو بجز افسوس حسرت کے کیا حاصل ہوا

یہان مؤلف متن اور حاشیہ مین کہتا ہی کہ اپنے بال بچون کو کھلا دیتے تھے حاشیہ مین شبہہ کیا اور اپنا
علم ظاہر کیا اور غلط فہمی کا اظہار فرمایا مگر ایسی شکل مین ثواب طعام صدقہ کا نہین ہوتا بلکہ اس فعل کا ثواب
پہنچتا ہی فافہم اب رہنا روٹی کہ مؤلف کو اپنے اشک رشک پونچھنے چاہئین کہ عیدین و شب برات کا
نام آیا ولله الحمد **قوله لمعه ثالثه الخ** **اقول** پانسو چھ سو برس کی کتاب ہونا کوئی وجہ اعتبار کی نہین
یہ مؤلف کی کم علمی کی بات ہے غیر معتبر کتب قرون سابقہ مین بھی تھی اور مولوی محمد اسحق صاحب کی نقل
روایت کو پیر روایت اوسکی معتبر ہو جانا ہی کوئی حجت نہین پہلے ذکر اسکا ہو چکا اور مومن کی قبر مین
[illegible] مد بصر تک ہوتی ہے اور [illegible] و ریحان جنت کی آتی ہے اور نور ہوتا ہے سب احادیث مین
موجود ہے اور دنیا کے گھرون کا حال سب کو معلوم ہے پس باوجود اسکے ارواح کا یہ کہنا کہ تم کھلے کشادہ
مکانات مین اور ہم تنگ قبرون مین خلاف صحاح کی ہوا اور صحیح حدیث مین ہے کہ مومن کو حکم ہوتا ہے
نم کنومة العروس اور اس روایت مین کربت کا رونا ذکر ہے اور اعمال صالحہ اور روح حقیقیہ سے انس مومن کا
صحاح مین مذکور ہے اور اوس مین غربت و وحشت کا اظہار ہے پس مؤلف ناواقف صحاح کی خلاف
احادیث کی توثیق مین کسقدر سرگرم ہے کہ کچھہ پس پیش کی ہوش نہین اور پہلی روایات مین جو کچھہ بحث
چکی تو وہ سب یہان بھی ہے اور پھر عقیدہ کی بابت [illegible] یہہ حدیث ہم سبحان اللہ کیا عمدہ طرز توثیق ہے
کہ شہری محض ہے **قوله** اور تفسیر کریمہ تنزل الملائکة الخ **اقول** مؤلف اقوال بارده کی نقل سے
پامال [illegible] کرتا ہی دیکھئے کیا عجب استدلال ہے کہ دعوی تو نزول ارواح کا عیدین و شب براة و عشرہ محرم کا
اور دلیل شب قدر کی اور پھر غرض تو اثبات اسکا کہ طلبگار صدقہ و خیرات کو آتے ہین اور دلیل مین یہہ کہ
زیارت اولاد کی واسطے نزول ہوتا ہی کیا عمدہ استدلال ہے پھر جب مؤلف کو تنبہ ہوا کہ اوسکو مدعی سے
لگاو نہین تو حاشیہ مین عذر کیا اور جمع کیا کہ شاید اس رات مین زیارت کیواسطے بھی آتی ہونگے سبحان اللہ
پھر یہ کہ یہان لانا محض تطویل ہوا اس سے کیا نفع تھا معہذا ایسے ضعاف اقوال پر مدار اعمال

وعقاید مولف کا کہ جسکو محدث وفقیہ قبول نہین کرتے محض سخن پروری ہے ورنہ پہلے بجا لہ تا فہ
نقل ہو چکا کہ طبقۂ رابعہ کی کوئی حدیث قابل عمل نہین چہ جائیکہ عقاید مین معتبر ہون غرض مولف کی
کوئی کل درست نہین **قولہ** اب گوش ہوش سے سننا چاہئے الخ **اقول** ولد صالح کی دعا اور صدقہ
کا نفع مسلم ہے اور ایصال ثواب اموات کو مستحسن مگر مدعا مولف کا کہ ایام مقررہ مین ارواح کا آنا ہے
اور کو اس سے کچھ مدد نہین ملتی ہر روز ثواب پہونچانا اور عیدین کو اور شب براۃ کو بھی درست ہے مگر
مقید کرنا اور زیادہ موکد و موجب ثواب کا ہونا غیر مسلم ہے بہر حال اصل مدعا مولف کا کوئی ثبوت نہین
لہذا مولف زار زار رو کر افسوس اپنی کم علمی پر کرتا ہے ہرگاہ کہ کوئی روایت مثبت مدعی کی نہین اور
خزانہ کی روایت خود مخدوش بنا چاری اوسکی مولف نے توثیق شروع کر دی کہ عوام کو اس سے ہی کچھ
طمانیت ہو جاوے اور خواص تو جان چکے کہ یہہ روایت ہرگز قابل اعتماد نہین اور قبح اوسکا واضح ہوگیا
اب مولف افسوس کیے جاوے **قولہ** ازانجملہ یہہ بات الخ —— **اقول** مولف کیون اپنے کلام کو معلول
لاحاصل دیتا ہے امام ربانی نے یہہ فرمایا کہ مطلقاً جب صدقہ کرو تو فخر عالم کو ضرور یاد رکھو کہ آپ کا حق اقدم ہے
اور یہہ حکم عمدہ اور ایمان کی بات ہے اس مین کوئی عذر نہین مگر اس مین نہ عید نہ شب براۃ نہ محرم لیس
مولف کو اس سے کیا نفع ہے مولف کا مدعی اس سے ثابت نہین پھر کیون تطویل کرتا ہے **قولہ** اور یہہ جو
مولوی محمد سجاد الخ **اقول** مولوی اسحاق صاحب نے ان روایات کو ضعاف ہی فرمایا ہے موضوع نہین مانا
گو بعض روایات جنکا ابھی ذکر ہوا متروک معلوم ہوتے ہین مگر یہہ بحث مولف کی بالکل لغو ہے کیونکہ
وضع کی تحقیق بدون اقرار واضع کے دشوار ہے اور بعد اقرار کے بھی قطع نہین ہوتا مگر طریق علم اوس کا
خلاف قواعد مسلمہ شرعیہ کے ہوتا ہے سو اب ثابت کیا گیا کہ صحاح کے خلاف ان روایات کا مضمون ہے اور یہہ
دلیل متروک و متہم ہونیکی ہے اور پھر بعد اس کے یہہ مسئلہ عقاید کا ہے اس مین مشہور و متواتر صحاح کی
حاجت ہے چنانچہ لکہا گیا اور مولف خود مقر ہے کہ اعتقادیات مین روایات ضعاف معتبر نہین

اور پھر اگر کوئی بپاس خاطر مولف کے عمل کو تسلیم بھی کر لیوے تو فقط عمل ہی فضل عمل مولف کی چشم بینا ہو تو دیکھی بعد اسکی جو مولف نے لکھا ہے وہ جواب طلب نہیں خواہ مخواہ تطویل کی کہ اوسکی مدعی سے کچھ مساس نہین **قولہ** اور بیان ایک اور مسئلہ سمجھنا الخ **اقول** یہ مولف کی نہایت غلط فہمی جہل اور بالکل سرتاپا قاعدہ غلط ہے کیسی نہیں کہا محض اجتہاد و ایجاد نا صواب مولف کا ہے کیونکہ مستحب وہ فعل ہے کہ فخر عالم علیہ السلام نے کبھی کیا اور کبھی ترک کیا یا رغبت اوسکی دلائی ہو چنانچہ حد اوسکی یہہ لکھتی ہین فعلہ مرۃ وترکہ اخری اور غبۃ اور مستحب ہی حکم من الاحکام ہی تو اسکا ثبوت بھی حدیث صحیح یا حسن لعینہ یا لغیرہ ہی ہوتا ہے ضعیف سی ہرگز کوئی حکم ثابت نہین ہوتا جبتک کہ ضعف اوس کا منجبر نہو جاوی پس استحباب ان امور کا جو ثابت ہوا ہے تو آپ کی فعل و ترک سی یا رغبت دلانی سے ہوا ہے اور روایات ضعاف کہ ان ابواب میں ہین وہ تعدد طرق سے حسن لغیرہ ہو گئی ہین مولف ناواقف یہہ سمجھ گیا کہ یہہ استحباب ضعیف حدیث کی سبب سے ہوا ہی لاحول ولا قوۃ الا باللہ کیا علم و اصول دانی ہے

قال الدر المختار رواہ ابن حبان وغیرہ من طرق قال فی رد المحتار ای تقوی بعضہا بعضا فارتقی الی مرتبۃ الحسن اقول لکن ہذا اذا کان ضعفہ لسوء ضبط الراوی الصدوق الامین او لارسالہ او تدلیس او جہالۃ الحال اما لو کان لفسق الراوی او کذبہ فلا تؤثر فیہ موافقۃ مثلہ ولا یرتقی بذلک الی الحسن انتہی

پس یہہ جسقدر نظائر مولف نے لکھی ہین اور جسقدر کتب فقہ مین وارد ہین سب احادیث حسن لغیرہ سے ثابت ہوی ہین اور استحباب اونکا یا ترغیب کی سبب سے ہے یا فعل و ترک کی وجہ سے نہ ضعیف حدیث کی سبب سی جیسا مولف اولٹا سمجھا تعجب کرتا ہوں کہ آدمی ایسا آنکھہ بند کرکے تمام دُنیا کی خلاف دین مین قول لکھی اور شرم نکرے **قولہ** اب ہم اس قاعدہ مقررہ فقہا الخ **اقول** ہرگز جاری نہین ہو سکتا ہرگا بلکہ محدثین نے اسکی تضعیف کر دی بلکہ بعض روایت کی اوپر متروک ہونیکا خیال ہے تو جبتک اوسکو سند صحیح سی ثابت نکیا جاوی مجروح ہی رہیگی والجرح مقدم علی التعدیل اور پھر روایات تو بلا سند ہین اور مضامین

خلاف صحاح احادیث کو ہین یہہ بھی دلیل جرح کی ہے اور یہ باب علم کا ہے نہ فضائل عمل کا پس اس مین ہرگز
یہ روایت کام آمد نہین اور صاحب خزانہ کے نقل کر دینے سے تعدیل نہین ہوتی اور یہ احتمال کہ کسی نے
توثیق کی ہوگی یہ فن حدیث مین معتبر نہین اگر نسائی ابن ماجہ مثلاً بلا توثیق ذکر کرین باوجود بیان سند
اوسکی بھی توثیق نہین چہ جائیکہ نقل خزانہ بلا اسناد و توثیق معتبر ہو جاوے خود بخاری کی تعلیقات
باوجود التزام صحت کو اور اتفاق اوسکی صحت کو مسند کے برابر نہین پھر خزانہ کا کیا ذکر ہے اور یہہ سب
اہل فقہ و حدیث مین ظاہر ہے جو حال ان علوم سے نہین جانتا پس یہہ روایات ہرگز کسیکے نزدیک معتبر
نہین اور اسپر عمل درست نہین کیونکہ یہ باب عقائد ہے نہ فضائل کا ہے پس استحباب تو کیا اباحت بھی
ثابت ہوئی بلکہ یہہ فعل بدعت ہی رہا اور مولف کا جہل باصرح الوجوہ ثابت ہو گیا **قولہ لمعہ رابعہ الخ**
اقول پہلے لکھا گیا کہ ایصال ثواب کلمہ و قرآن کو کوئی منع نہین کرتا مولف بیسود تطویل کرتا ہے
مفتیون نے جواب مین ایصال ثواب کو مستحسن لکھا ہے مگر مولف آنکھ نہین رکھتا و مولف کی تحقیق عدم
ہیئت مین کلام ہے کہ جو حکم اجزا کا ہوتا ہے وہی مجموعہ مرکبہ و ہیئت ترکیبیہ کا ہوتا ہے اور اسکا پہلے
بطلان ہو چکا ہے پس اب جو فضائل کلمہ کے اور ایصال ثواب اوسکا لکھتا ہے کسیکو مفید نہین لہذا
زیادہ بحث کلام کرنا بھی حاجت نہین مگر یہہ قول مولف کا کسقدر غفلت اور خیانت ہے کہ پس بدعت
وضلالت کہنا انکار ہو گیا کیونکہ کلمہ کو کسی نے بدعت کہا ہے البتہ اس ہیئت کو بدعت کہا ہے
گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ٭ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ **قولہ دوسرا امر تخصیص دانہ نخود الخ** **اقول**
فی الواقع اول مین دانہ نخود کے اختیار کی یہی وجہ تھی اور پھر صدقہ کر دیا کرتے تھے ازان بعد بریان
کر یا نخود کا تجویز ہوا کہ فقرا کہان چھناتے پھرینگے پھر یہہ عادت ہوئی کہ جسنے جسقدر پڑھے وہی
اپنے پڑھے لیگیا اور سب یہہ تجویز ہوگئی کہ بعد فراغت کے سبکو جمع کر کے تقسیم کیا جاوے تاکہ قرآن
خوان بھی محروم نہ رہین اب یہی دستور ہو گیا ہے اب سنو کہ مولف سابقا خوب وثوق کے ساتھ

لکھ چکا ہو کہ جب طعام کا جواز ثابت ہو گیا تو شیرینی بہی طعام ہے اور قلت کثرت کا اعتبار نہین پہر
جب ایک دو لڈو کی بہلی ضیافت ہی تو دو مٹہی نخود تو بدرجۂ اولی طعام ضیافت ہی کہ آدمی کو ایک
وقت کفایت کرجاتے ہین اور اب عرف مین یہہ نخود حاضرین سیوم کی ہے کیواسطے طیار ہوتی ہین کہ
بعد ختم اونکو دیئے جاوینگے المعروف کالمشروط اہل میت ہی اسیواسطے طیار کرتے ہین اور حاضرین
بہی اوسکو تناول کی نیت رکہتے ہین پس ضیافت ہونیمین کیا تامل رہا اور اجتماع بہی بادہی کا میت کے
واسطے اہل میت کے پاس ہوتا ہی لہذا حدیث جریر بن عبد اللہ کنا نرى الاجتماع الى اهل الميت وصنعهم الطعام
من النياحة الحديث اسپر برابر صادق آگئی کیونکہ اس حدیث مین اجتماع کو مطلق فرمایا ہے کوئی قید
نہین کہ کسواسطے جمع ہونا تہا خواہ محض تعزیت مکررہ کیواسطے خواہ قران پڑہنے کو اور مطلق کو مقید
کرنا بالرای حرام ہے اور طعام بہی مطلق ہے کہ نخود شیرینی کو سب کو شامل ہے اور اس زمانہ مین قطعاً تقسیم
نخود مین صدقہ کی نیت نہین ہی کہ فقیر و غنی جملہ حاضرین کو دیا جاتا ہے گویا صلہ کلمہ اور قران پڑہنے
اور حاضر ہونیکا ہے اور یہہ سب واضح ہی کہ اس کا انکار بداہت کا انکار ہے پس مورد اس حدیث کا ہونے
مین کوئی تامل نہین ہا ہرچند عمل اس نخود کی جائز تہی مگر اب بدعت و معصیت ہونے مین کوئی تامل
نہین رہا اور روایت شرح منیہ وغیرہ کی یکرہ اتخاذ الطعام الخ بہی اسپر صادق ہے اور یہہ عذر کہ فقرا
کے واسطے یہہ نخود مین لہذا یہہ صورت داخل ہے اس دوسری روایت شرح منیہ مین ہی کہ کہتا ہے وان اتخذ
للفقراء كان حسنا ۔ بالکل لغو ہی اس مین اب فقرا ہرگز مقصود نہین بلکہ حاضرین سیوم مقصود ہین
قران خوان و کلمہ خوان کو اور حاضرین کو خواہ غنی ہوں خواہ فقیر تقسیم ہوتے ہین اگر صدقہ ہوتا تو غنیا
کو کیون دیا جاتا اور اعتراض و نظیر شارح منیہ کی باطل ہو چکی کہ نص مطلق کو مقید کرتا ہے چنانچہ رد محتار
سے منقول ہو لیا پس بحث منحہ کی مولف نے جو لکہی ہے محض لغو ہو گئی اسیواسطے سفر السعادت
مین کہا کہ عادت نبود کہ برای میت جمع شوند الخ جسکو مولف آگے رد کرتا ہے اور بے فہمی اور بد دیانتی

اپنی ظاہر کرتا ہے کیونکہ اس کا رد حدیث کا رد ہے بہرحال اس اجتماع و تقسیم طعام کا حدیث اور فقہ سے
کراہت و معصیت ہونا ثابت ہوگیا پس بایں وجہ نفس نخود اب بدعت و نیاحت ہوئی اور خود اجتماع تو
نیاحت ہی ہوا اور پھر اب عوام کے نزدیک نخود کا ہونا ضروریات میں ہوگیا ہے کہ بدون اس کے سیوم
ہوتا ہی نہیں کچھ ہی نہیں تو سیر دو سیر نخود ہو دیں کہ تقسیم کئے جاویں تو یہ دوسری وجہ بدعت ہونیکی
ہے جسکو خود مولف قبول کر چکا ہے کہ نص مطلق کو مقید کرنا قابل زجر و توبیخ کے ہے ہان البتہ اگر یہ چھوڑ دیا
جاتا ہو تو اول قوم میں اوس کا سیوم فقط بخانہ اہل میت جمع ہونا ہوتا ہے اور جو ان بوڑھا مرتا ہے
تو جمع ہوکر کلمہ قران بھی پڑھتے ہیں اور پھر دروازہ میت پر جاتے ہیں اور شرفا میں بچہ کا سیوم موقوف
ہوگیا اور جوان کے سیوم میں دروازہ کا جانا اب موقوف ہوگیا ہے الغرض مقصود اس اجتماع سے وہی تکرار
تعزیت ہی اور قران کلمہ ضمناً ہے چنانچہ بعض لوگ ایسے ہی مجمع سیوم میں برادری کے آتے ہیں کہ کلمہ و
قران سے کچھ کام اونکو نہیں محض دفع شکایت برادری کو آتے ہیں تو غرض اصلی حاضری ہی ہے اور
تعزیت اور اجتماع الی اہل المیت مراد ہے اور اس میں تشابہ یہود کا بھی حاصل ہوتا ہے کہ اون کے یہاں
بھی یہی دستور جمع ہونے برادری کا روز سیوم ہے سو یہ تین وجہ بدعت و کراہت سیوم کی اور تخصیص
و تقسیم نخود کی واضح ہیں کہ کوئی عاقل اس کا انکار نہیں کر سکتا **قولہ** تیسرا امر الخ **اقول**
کیا صدق و دیانت مولف کا ہے کہ کہتا ہے کہ قران کو منع کرتے ہیں جیسا اوپر کہا کہ تخصیص کلمہ کو
بدعت ضلالہ کہتے ہیں حالانکہ جواب میں صریح ہے کہ ایصال ثواب مستحسن ہے منع کرنا علما کا ہیئت
مروّجہ کو ہے نہ ایصال ثواب کو مگر بحمد اللہ یہ منع اونکا حدیث و فقہ سے ثابت ہوگیا **قولہ**
سند اول یہ ہے الخ **اقول** یہ روایت سفر السعادت بعینہا حدیث جریر کی ہے بس فرق الفاظ
کا ہی ہے اور اس حدیث کو تمام فقہا نے قبول فرمایا دیکھو کہ حدیث جریر میں دو امر کا ذکر ہے اجتماع
الی اہل میت اور صنعۃ الطعام جس سے معلوم ہوا کہ دونوں امر کو صحابہ شنیع جانتے تھے اور ہر امر کو

بدعت و معصیت فرماتے تھے نہ کہ مجموعہ من حیث المجموع کو مگر مجموعہ کی کراہت اسی سے لازم ہے دلیل اوسکی یہہ ہے کہ شرح منیہ اور فتح القدیر مین اتخاذ ضیافت کو اس حیثیت سے قبیح لکہا ہے پس ضیافت کیواسطے حاضر ہونا اجتماع للضیافت ہے نہ کہ اجتماع للمیت اور اجتماع الی اہل المیت خود تعزیت باجتماع قوم ہوتا ہے جیسا کہ وقت موت اور دفن کے ہوتا ہے پس اس روایت فتح سے کہ

کہتے ہین ویکرہ اتخاذ الضیافت من اہل المیت وہی بدعۃ مستقبحۃ لما روی الامام احمد و ابن ماجہ باسناد صحیح الخ صاف ظاہر ہے کہ مجموعہ مراد نہین بلکہ ہر واحد مکروہ ہے اور تکرار تعزیت باجتماع یا انفرادی بدعت ہی چنانچہ دُرّ مختار وغیرہ مین مصرح ہے پس اسکو ہی سفر السعادۃ کہتا ہی کہ اجتماع عادت صحابہ کی نہتی تو مولف کا اسکو رد کرنا حدیث کا رد کرنا ہے اور افعال صحابہ پر طعن کرنا ہے معاذ اللہ انہین سمجہتا کہ ایصال ثواب کیواسطے جمع ہونا بہ رسم مروجہ ہی اجتماع الی اہل المیت ہی ہے جو کہ حدیث مین موجود ہے جبکہ وہ قرن خیر ثواب کی حریص اور نفع رسانی مسلم کی حیا و میتا مشغوف اس کام کو برا جانکر ترک کرین تو کسی دوسرے کو کرنا اگر بدعت نہوگا تو کیا ہووےگا اور مولف کا یہ کہنا کہ آپکی صلوۃ نجات کو کافی تہی پہر ختم قران و کلمہ کی حاجت نہ تہی محض خیال خام ہے بے لاریب کہ آپکی نماز نور و رحمت تہی مگر اسپر نجات جانکر کفایت کرنا اور صدقہ و خیرات کا ترک کرنا ہرگز نہین تھا۔ خود فخر عالم علیہ السلام بعد نماز کے ہر روز دعا اور استغفار کرتے رہتے تھے اور بعد دفن کے بہی دعا کرتے تھے اور صحابہ بہی اموات کو باوجود نماز فخر عالم کے ثواب رسانی مین یاد رکہتے تہے سو یہہ تقریر مولف کی محض ڈہکوسلا عقل ناتمام کا ہے اور جہل ہے حقیقت تعامل صحابہ سے اور سفر السعادۃ یہہ کہتا ہے کہ ختم اذکار قران اور اجتماع نہتا نہ یہ کہ ایصال ثواب نہتا مولف کو فہم سے تو کام ہی نہین وہ گو یہ یا غیر گو یہ قران و کلمہ پڑہنے کو جمع سب قوم کا ہونا بدعت کہتا ہے نہ انکار ایصال ثواب کا مگر فہم نہو تو کیا علاج پہر مولف خود کہتا ہی کہ حضرت علیہ السلام سوائے صلوۃ کے اور طرح بہی مشکل کشائی کرتے تھے اور وہ کلمہ سبحان اللہ

اعوذ اللہ اکبر کا پڑھنا ہے کہ خود موّلف نے نقل کیا بندہ کہتا ہے کہ ایسا ہی ہر روز بعد عصر واسطے فراغت یاد
کیا جاتا ہی مشکل کشائی ہے پس غور طلب ہے کہ آپ ہی تو موّلف صلوٰۃ فخر عالم کو کافی کہکر آیا ہے اور اب
دوسری مشکل کشائی کا اقرار کر لیا اور نہیں سمجھتا کہ جیسا آپنے کلمہ اور دعا سے مشکلکشائی فرمائی اب
قرآن ختم سے مشکلکشائی ہے اور صحابہ کیوقت مین بھی کرتے تھے اور جب خود آپنے نماز ہی کو کافی بتایا
کیواسطے بتایا پھر بھی مشکلکشائی فرماتے رہے صحابہ سے لیکر آجتک وہی امر مستحب ہے تو اب اسوقت اور قرآن
صحابہ مین اور زمان فخر عالم مین کوئی فرق باقی نرہا نماز بھی پڑھتے ہین اور ایصال ثواب بھی کرتے
ہین بگر میت کیواسطے اہل بیت جمع ہونا نہ جب تھا نہ اب ہونا چاہیے اور اس امر کو سفر السعادۃ بدعت
کہتا ہے موّلف کی فہم پر غلاوت ہے اور اسکو ہی حضرت جریر نے نیاحت مین شمار فرمایا **علی ہذا قولہ بلکہ**
قرآن نہ پڑھا تو ملکر ذکر اللہ تو حضرت نے بھی واسطے میت کے قبر پر کیا الخ **اقول** محض کم فہمی ہے کیونکہ
سفر السعادۃ قصداً ختم میت کیواسطے جمع ہونیکو کہتا ہے اور وہ اجتماع لدفن میت تھا اوس مین ضرورت
امر کی ہوگی تو اوسکو پایا غرض اجتماع للمیت جو مراد سفر السعادۃ کی ہے اوس مین اور اجتماع مین
جو دفن میت کیواسطے تھا کہ فرض کفایہ ہے اور اوس مین ذکر کر دیا فرق زمین آسمان کا ہے اوسکو اس
سے کوئی مناسبت نہیں پس یہ بھی نہ خلاف سفر السعادۃ کے ہے اور نہ حجت جواز اجتماع کی ہو سکے کیونکہ
سفر السعادۃ اوس اجتماع کو بدعت کہتا ہے کہ بعد دفن میت کے دوبارہ ختم و قرآن کیواسطے یا بغیر اسکے اہل
میت کی پاس جمع ہون کہین ہو گور پر یا غیر گور پر اور اسکو ہی حدیث جریر مین نیاحت مین داخل کیا ہے
اور حالت اجتماع تجہیز تکفین مین اگر کچھ پڑھتے ہین اور ثواب پہونچا دیوین تو وہ جائز ہے نہ اوسکو
سفر السعادۃ منع کرتا ہے اور نہ حدیث جریر سے اوسکا منع مفہوم ہے اور خود فعل فخر عالم کا قبر سعد بن معاذ
پر اوسکو جواز کی دلیل ہے مگر فہم کی حاجت ہے پس اس فعل مرسوم کو بدعت حسنہ نہیں کہہ سکتے بلکہ
سیئہ کہنا واجب ہے معہذا یہ جاننا ضرور ہے کہ فخر عالم نے ذکر کچھ بیان کیا ہے نہ ایصال ثواب اوسکا

اور جہر سے یہ دو کلمہ فرمائے تھے ورنہ خفی ذکر تو آپ کا ہر حال لازم تھا اسکا بھی خیال ہو اور موتقف کے

استدلال کی خوبی معلوم رہی کہ ایصال ثواب اس روایت سے ہرگز نہین نکلتا کاش کہ یہہ عوام کالانعام

جیب دفن مردہ کے واسطے جمع ہوتے ہین ذکر و کلمہ پڑہتے رہا کرین اور اوسکا ثواب میت کو پہونچا دیوین اور

خرافات بکواس جو اوسوقت کرتے ہین نکیا کرین تو آپ معصیت و لغو کلام سے محفوظ رہین اور مردہ کو لاکہہ

سے زیادہ کلمہ پہونچ جاوے مگر شیطان کب ہونے دیتا ہے کہ سنت کے موافق کام ہووے تو بدعت پر رغبت دلا کر

لاتا ہے **قولہ** اور بالفرض اگر عہد نبوی مین الخ **اقول** اجتماع مخصوص مین ختم کرنا ہے بدعت ضلالہ ہے

نہ بدعت حسنہ اور یہہ ضلالت بوجہ اجتماع کے ہے نہ بوجہ ختم و قران کے اور قنیہ کی روایت موتلف کو مفید

ہرگز نہین کیونکہ وہ قراۃ علی القبر کو بدعت حسنہ کہتا ہے نہ اجتماع مخصوص ممنوع من الحدیث کو جس کو

سفر السعادۃ نے نقل کیا علی ہذا قول احیاء العلوم کا اور اگر اس روایت کی اطلاق سے حجت لاؤ کہ مطلقاً

قبر پر قران پڑہنا جائز ہے خواہ اسواسطے جمع ہون یا نہون تو بھی غلط ہے کیونکہ اطلاق وہان معتبر ہوتا ہے

کہ نص حکم قید کی موجود نہو چونکہ یہان قید کا منع ہونا نص سے ثابت ہوگیا تو اب یہہ روایت مطلق

نرہیگی اور مقید نہ رہیگا اور یہ تو قصہ عجب موتلف نے لکہا ہے اسکا بھی مدعا یہی ہے کہ قران قبر پر

پڑہنا درست ہے نہ کہ با اجتماع مخصوص پڑہنا اگر عقل و فہم ہو تو کچھ خفا نہین علی ہذا روایت عالمگیریہ

اور فتح القدیر اور مائۃ مسائل کا جواب ہے مگر موتلف کو کچھ تمیز نہین کہ اثبات کس چیز کا کرتا ہون اور

دلائل کیا لکہہ رہا ہون سبحان اللہ اور فتح القدیر مین جو اجلاس القارئین کا لفظ سے بہت ڈالی تو اوسکا

بھی حال سنو کہ مراد حدیث جریر اور سفر السعادۃ سے اجتماع قوم کی کراہت ہے کہ الی اہل میت ہو اور یہہ چند قرا

لے قران قبر پر جو بٹہاتے ہے تو اوس اجتماع سے یہہ جدا ہے کیونکہ وہ اجتماع قوم کا اہل میت کے سبب سے ہے

اور یہہ اہل میت کیواسطے نہین تاکہ تکرار تعزیت یا خلاف حدیث اس مین لازم آوے جیسا سیوم مخصوص

مین ہے لہذا اسکو اس سے کچھ مناسبت نہین اگرچہ بعض علما اوسکو بھی مکروہ کہتے ہین مگر صاحب فتح

جلاز کو راجح کہتا ہے ہمنے تسلیم کیا کہ صاحب سفر السعادة کے نزدیک مطلق جمع لقراۃ القران بدعت ہی
تو وہ تو یہہ کہتا ہے کہ صحابہ کا تعامل نتھا اور اوس نے اجتماع کو عموماً بدعت کہا تو غایت الامر یہہ ہوا
کہ جو صراحۃً منصوص حدیث جریر سے ہو وہ تو اتفاقاً بدعت و نیاحت ہوا اور جو سفر السعادة نے دوسری
نو لکھی وہ مختلف فیہ ہوئی یعنی اوس کے نزدیک وہ بھی بدعت ہی اور فتح القدیر نے قبر پر جمع ہو کر
قران پڑھنا لوجہ اللہ تعالی جائز کہا تو بعض دیگر علماء نے جمع ہو کر قران پڑھنا لوجہ اللہ کسی وقت
غیر معین میں جائز کہا مگر بہر حال اجتماع مخصوص الی اہل میت تو سب کے نزدیک بدعت رہا تو بہر حال
سیوم کا پڑھنا قران اور ختم کا تو سب کے نزدیک بدعت ہو گیا جسکی بحث ہے اور جسکو علماء سنت منع
کرتے ہین اور موتلف جائز کہتا ہے تو دوسری شق مختلف فیہ ہوئی سفر السعادة نے اوسکو منع کیا اور
بعض علماء نے درست کہا مگر بہر حال اجتماع مخصوص سیوم کہ جسکی بحث ہے وہ کسی روایت سے جائز نہین
ہوتا کیونکہ اوس مین اجتماع الی اہل میت ہی اگرچہ قران و کلمہ بھی پڑھتے ہون پس روایات منقولہ
موتلف کی سفر السعادة کی اصل مطلب کی کوئی خلاف نہین گو ایک شق خاص مین فتح اور سفر السعادة
کے خلاف ہو اور وہ خلاف بھی موتلف کو کچھہ مفید نہین مگر فہم موتلف کا قاصر ہے افسوس ہے کہ موتلف
کہین مطلب نہین سمجھتا اور اپنے کوتاہ فہم پر علماء پر طعن کرنا سہل جانتا ہے سب اہل علم غور کرین پس
واضح ہو گیا کہ قران و کلمہ کا ثواب پہونچانا بلا قید درست اور اجتماع مخصوص سیوم کا بدعت اور سفر السعادة
کا قول صحیح اور موافق حدیث جریر کے اور روایات منقولہ موتلف کی ہیں الا فی شق واحد کہ وہ خلاف
موتلف کو ہرگز مفید نہین اور توجیہات رکیکہ موتلف کی سب واہی غلط خلاف واقعہ کے ہین فقط

قولہ امتناع آنحضرت کی ختم قران کرنے سے الخ **اقول** موتلف کی اول تو فہم مراد سفر السعادة مین
خطا کی ہے وہ کہتا ہے قران خوانند و ختمات خوانند ختمات سے مراد اذکار ہین موتلف ختم قران کا سمجھا
کو کہتا ہو آنحضرت علیہ السلام کے ختم قران نکرنے سے منع لازم نہین آتا اور یہہ محض غلط ہے بلکہ جن

لوگون کے نزدیک قران وذکر کا ثواب پہونچتا ہے اونہون نے قران کا وصول ثواب احادیث سے ثابت کر لیا پس سارا قران اور کم زیادہ تو ثابت ہوگیا ختم ہی کر نا ثابت ہوگیا ضرور ہے اور جو لوگ انکار کرتے ہین جیسے شافعی مالک اون کے نزدیک ابہی ثابت نہین پس عدم جہاد کا بالکل لغو ہے مگر مولف کو اس عدم ختم کے کہنے سے شرم نہ آئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دن کو جہاد مین مصروف نہ تھے اور نہ اعداد آلات جہاد اس درجہ کو کہئے کہ ختم قران کی جو دو تین گھنٹہ مین پندرہ بیس آدمی کر سکتے ہین گاہی مہلت نہ ملی یہہ بداہتہ سقط ہے اور غزوہ موتہ کی جب خبر آئی علی اور زید بن حارثہ او عبد اللہ بن رواحہ اور جعفر طیار کی شہادت معلوم ہوئی آپ مسجد مین غمگین بیٹھے رہے اور جماعات صحابہ حاضر تھی دو ساعت مین ختم قران ہوسکتا تھا علی ہذا خبر شہدا بیر معونہ وغیرہ مین پس یہہ عذر لیسقہ چہ لغو وغلط ہے کہ جسکو کوئی عاقل ہی قبول نکریگا الغرض ثواب قران شریف کا آپ کے زمانہ مین تعامل اجماعی مخصوص نتھا مولف کا فہم قاصر ہے او بجہر النصاری پڑھتے تہے اور اسکا جاہی ہے اور جس کا ذکر سفر السعادۃ کو ہے یعنی اجتماع الی اہل میت وغیرہ کا ہے ہرگز ثابت نہین ہوا اسمین تامل وفہم درکار ہے **قولہ** سند دوسری الخ **اقول** نصاب الاحتساب مین قران جماعت کو ہمراہ پڑہنا مکروہ لکہا ہے اور یہہ مسیوم کہ قران مین مشابہ شئے ہے و آیت ہی اسکی جہت کو قبول کرتا ہو اور کراہت تحریمہ مراد ہے اور یہہ ہی راجح ہے اسواسطے کہ اسکو مدلل بیان کیا ہے اور دلیل مسئلہ کی بیان کرنا وجہ ترجیح کی ہوتی ہے دوسری یہہ کہ اوسکو مقابل کو قیل کے لفظ سے تعبیر کیا ہے اور ایسے موقع مین کہ ایک مسئلہ کو جزما بیان کرین اور اوس کے مقابل کو صیغہ مجہول سے بیان کرین تو اوس مین ضعف ہوتا ہے اور یہہ قواعد سب اہل علم جانتے ہین بسبب شہرہ و بداہتہ کو نقل سند کی حاجت نہین اور دوسری روایت ضعیف پر ہی کراہت تنزیہہ ثابت ہے کیونکہ لاباس کا اصل اطلاق کراہت تنزیہہ پر ہی آتا ہے قال فی رد المحتار وکلمۃ لاباس غالب استعمالہ فیما ترکہ اولی انتہی بہرحال علی الراجح جہر آ

وہ منع ہی رہیگا موٗلف کو یہ گمان ہوا ہے کہ صاحب نصاب الاحتساب نے ایک ہی وجہ کراہت سیوم کی
لکھی ہی نہیں اوس نے بہت سی وجوہ لکھی ہیں ایک یہ بھی لکھی ہے موٗلف ذرا ہوش کرکے بات کرے اس
تحریر سے بھی اتنا تو واضح ہو گیا کہ حدیث جریر سے دو کراہت سیوم کی مستفاد ہوئی اجتماع الی اہل میت
اور صنعۃ الطعام چنانچہ محقق ہوا تیسرے عوام کے نزدیک نخود کا ضروری ہونا جس میں تغیر حکم شرعی کا آیا
ہوتا ہے کیطرف سے چوتھی تشبہ کفار ہنود در پانچوین یہہ جہر خوانی اور سوا اسکے ان کی ہی ہیں صاحب فہم کو
تو واضح ہیں مگر سقیم العقل پر مخفی ہیں **قولہ** خلاصہ یہہ کہ الخ **اقول** لاریب جمع ہو کر قران آہستہ پڑھنا
درست مگر وہ جمع ہونا مباح ہونا چاہیے سو حدیث مسلم میں مذاکرہ قران کیواسطے اجتماع کا کہ مستحب ہے
بلکہ بعض واجب کہ تذکیر و تذکرہ وعظ ہی ذکر ہوا ہے اسپر اجتماع مکروہ کو قیاس نہیں کرسکتے یہہ کوتاہی
فہم موٗلف کی ہے قاضی ثناء اللہ کی روایت تذکرۃ الموتی کی بھی موٗلف کو مفید نہیں سابقاً گذرا
کہ [illegible] رحمہ اللہ تعالی ہے نہ اجتماع الی اہل میت اور سیوم مروجہ دوسری قسم ممنوع میں داخل ہے
[illegible] بابذا مادہ تفصیل کا ضرور نہیں اور سفیان کی روایت میں انصار کا اختلاف قبور کیطرف
[illegible] اجتماع کو [illegible] نہیں انصار کا قبر پر قرآن پڑھنا معلوم ہوتا ہے اور آنا جانا نہ مجمع ہو کر جانا اور پڑھنا
سوا اس میں بھی موٗلف کی کچھ دلیل نہیں نفس قراءۃ علی القبر میں اوپر خلاف بیان ہو چکا اور اجتماع غیر
مرسوم میں بھی قرأت کا حال لکھا گیا مگر بہرحال موٗلف کی اجتماع مخصوص کو غیر مفید محض ہے علی ہذا
روایت عینی شرح ہدایہ سے حال اجتماع مختلف فیہ کا دریافت ہوا نہ مبحوث عنہ متفق الکراہت کا پس
موٗلف کی [illegible] تمام ہوئی اور حسن فہم موٗلف کا آشکارا ہو گیا کہ ایک نوع جائز سے دوسری نوع بدعت پر
استدلال لاتا ہے اور یہہ خبر نہیں کہ ہر نوع دوسری نوع کی مباین ہوتی ہے کیا خوب ہوتا جو تہذیب
منطق ہی موٗلف پڑھ لیتا تو ایسی خطائی الدین کرکے خلق کو گمراہ نکرتا **قولہ** چوتھا امر جمع ہونا عزیز ولی
کا الخ **اقول** اس اجتماع کا حال تو ابھی روشن ہو گیا کہ صحابہ کے وقت سے ممنوع چلا آتا ہے اور مطلق

اجتماع جس مین کوئی محظور شرعی نشابہہ اور نحو داو نعیین وغیرہ ہو خود جائز ہے سوم مروجہ کے

نزدیک ہے مگر یہ ہو لعتہ کہنا کہ بیان میت کا کام ابہی تمام ہوا جاتا ہے بڑی بے شیری کی بات ہے کیونکہ اگر

میت کا خیال ہے تو قبل دفن اسقدر کلمہ ہو سکتا ہے اوسوقت میت کا خیال نہین ہے اب

ہیہ ہو رہے جب خوب کام تمام ہو لیا الوہوش آئی دفن کیوقت تو حقہ کشی اور لغو کلام مین مصروف

رہے بلکہ یا حافظ بنا شد یہ مولف کی عجب بات ہے باقی یہی معاونت ہوعن کی اور علق الذکر کی

مطلب سو خارج ہے ذکر اللہ تعالے ہوسوقت مقبول ہے کہ بقاعدہ شرع کے ہو نہ بطور بدعت و

معصیت کے پس جو ذکر مرکب بدعت و معصیت سے ہو گا اوسکی شرکت بہی ممنوع ہو وے گی چنانچہ بہی جواب

اس مسئلہ کا ہو چکا ہے کہ منع کرنا بسبب بدعت کی ہے نہ بوجہ ذکر کے **قولہ** ایک وہ لوگ ہین کہ کسی امر مکروہ کو الخ

اقول حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مجمع البحرین مین خلاف اس کے منقول ہے یہ عبارت اوسکی ہے ان رجلا

یرید ان یصلی قبل صلوۃ العید فنہاہ علی فقال الرجل یا امیر المومنین انی اعلم ان اللہ لا یعذب

علی الصلوۃ فقال علی وانی اعلم ان اللہ لا یثیب علی فعل حتی یفعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او یحث

علیہ فیکون صلوتک عبثا والعبث حرام الخ اس سے معلوم ہوا کہ مرخیر جو خلاف مشروع طرز کی ہو اوس سے منع کرنا

چاہیے اور یہ جو درمختار مین منقول ہوا وہ دوسرا امر ہے اسواسطے مین نماز پڑہتے کو حالت نماز مین اسواسطے

منع نکیا تہا کہ مورد اس آیت کی ہونیکی مشابہت تہی ارایت الذی ینہی الآیۃ بوجہ خیر ہونیکے یہ مولف

کی محض کم فہمی ہے اور مجمع البحرین کی روایت مین بارادہ نماز کا کرتا تہا اسواسطے اوسکو منع کر دیا سو ہرگز معارض

نہین فہم درکار ہے شیر کو کامت منع کرنا ضرور ہے اگرچہ خلط بخیر ہو ہان بعض صورتمین جو مسئلہ مجتہد فیہا

ہو تو اوس مین بہی عوام کو منع نہین کیا کرتے لہ عوام کا مذہب معین نہین ہوتا اوس کا شبہہ بہی نکرنا چاہیے

مولف نے نہین سنا اور کہانسی سنتے نہ خود پڑہا نہ علماء کی صحبت و محبت نصیب ہوئی بخاری مین ہے

حضرت عمر اور ابن عباس بعد عصر کے نوافل پڑہنے والونکو مارا کرتے تہے کہ اوسوقت نوافل مکروہ ہین

٩٩

اور فاتح نہین کا حال یہ ہوا کہ جب اون کی

قبر مین جنت کی کھڑکی کھلتی ہے جس طرح

حدیث صحیح مستند مین وارد ہوا ہے اور اگرچہ

اوسکو بہشت کی ناز و نعمت سے استراحت ہو

لیکن بالمشافہ دنیا کی بہی سیر کرین تو وہ اہل

بہشت ہونے سے فاتح نہین ہوتے

سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب عوارف

حضرت علی کا عدم منع بدون حقیقت سمجھے ترجمہ درمختار سے یاد کرلیا ہے پس مولوی ہوگئے اگر علما عوام کو بدعات سے منع نکریں تو مداہن فی الدین ہووینگے اور بحکم حدیث شیطان اخرس ہوینگے اور دین مین فساد ہوگا سیہیہ مولف کو بہی مبارک رہو اہل سنت کا کام تو نہی عن المنکر کا ہی ہے **قولہ** پانچوان امر معین کرنا الخ **اقول** وعظ ودرس فرض ہے اوسکو واسطے اہتمام کرنا ضروریات دین سے ہے اور تیسرا چوتھا دن مقرر کرنا رفع ملال کیواسطے مناسب ہے سہنہ اگر اسمین بہی ایسی تعیین ہو کہ کسی حال تخلف نہو تو وہ بہی بدعت ہوجاویگا اور یہہ فعل خود صحابہ کا بلکہ فخر عالم کا ہے سو جس شے کو وہان معین کردیا وہ معین ہوگیا اور سنت ہوگیا اگر اوسکو بہی کوئی واجب جانیگا تو وہ بہی تغیر حکم شرع سے بدعت ہوجاویگا پس اسپر قیاس کرکے کسی مباح مطلق کو معین کرنا درست نہین کیونکہ وہان تو فعل شارع سے تعین ہوگیا تہا اب جس شی کو اطلاق پر شارع چہوڑ گئے اوس کی اطلاق کو مقید کرنا خود تغیر ہوویگا چنانچہ خود موقت مقرر ہوچکا ہی خصوصاً جس امر کو شارع نے بدعت وداخل نیاحت کیا اگر کوئی سنت امر پر قیاس کرکے جائز رکہیگا تو عجب مبتدع مقابل شارع کا ہوویگا کہ شارع تو اوسکو منع کر گئے اور یہہ اوسکو سنت امر پر قیاس کرکے جائز کہے معاذ اللہ اور مولف کسقدر رکیک توجیہہ ایک امر ممنوع کی جواز کی واسطے کرتا ہے کہ دور از عقل ہی کہ تعزیہ یوم ثالث مین تکان رفع ہوگا اور وا اسپات تقریر اور اتنا نہین سوچا کہ حاضرین جنازہ نے کونسی پہاڑ مارے تہی قبر کنی کی تہی جو تکان ہوگیا وہ تو بیٹہے حقہ پیا کیے اور ٹل بکنے مین مشغول رہے تہی جیسا اپنی بیٹہکون مین ہر روز کرتے ہین اور کاروبار تجہیز تکفین کا کرنیوالے دو چار آدمی ہوتے ہین باقی سب آرام سے بیٹہے رہتے ہین پھر یہ کہ اس پہر کی حاضری مین اگر پڑھ دیا کرین کیون رفع تکان کی ضرورت ہو اور کیون حرج ہو الغرض ایسی خرافات کہانیون سے حکم شرع کا مقابلہ کسی بدعتی کا کام ہے ایسی تقریر قابل التفات کی نہین ہندوستان مین خاص رسم سیوم کی ہے اور کسی ولایت مین کوئی جانتا بہی نہین سو یہہ ہنود کے تیجے کو دیکہکر وضع ہوا ہے اب اسکی اصلاح مین مزخرفات لکہے جاؤ نص سے یہہ مردود

سے پہلا فقط **قولہ** چنانچہ شیخ عبد الحق کا کلام الخ **اقول** موتعت کی آنکھ عجب ہین یہین شیخ عبد الحق
صاف لکھتے ہین کہ اس اجتماع مخصوص سیوم الخ پس جیسا شیخ نے صرف مال تیامی اور تکلفات کو حرام و بدعت
لکھا ہو ایسا ہی اجتماع روز سیوم کو حرام و بدعت لکھا ہو موتلف نے اسقدر غفلت و حق پوشی کی ہے کہ صاف تین امر
کا ذکر کر کے اونکو شیخ نے حرام و بدعت کہا ہو اور موتلف دو کا ذکر کرتا ہے تیسرے کو ہضم کر گیا حالانکہ عشق
کا مسئلہ تحویر مین پڑھا ہوگا اور شیخ نے سفر السعادۃ کی روایت کو بھی قبول کر لیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ شیخ
کے وقت سے علما اس اجتماع سیوم کو حرام و بدعت کہتے رہے ہین اب موتلف کی چرب زبانی و لذیذ بیانی خود
ظاہر ہو گئی کہ وہ اپنے اجداد سے سنتا چلا آیا ہو اور تکلفات کی ممانعت بھی مقرر ہے جسکو موتلف نصاً الا حتساب
سے نقل کرتا ہو اور لیے سود ایک صفحہ سیاہ کیا مگر اجتماع روز سیوم کا نام بھی نہین لیتا اب ناظرین غور سے
دیکھین کہ موتلف کی یہہ جرأت ہو کہ عبارت نقل کر کے بھی کلمات کو ہضم کر کے ترجمہ مین اوس کا نام تک نہین لیتا
ع چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد * اور صاف ظاہر ہے کہ شیخ نے تینون امر کو ذکر کر کے ہر ایک کو
بدعت لکھا ہو پس اس سے اجتماع مخصوص روز سیوم کا بدعت ہونا ثابت ہو گیا **قولہ** ایک یہہ کہ تمام
مین الخ **اقول** موتلف ہر روز فہم مطالب مین نا تمام مطلب سمجھتا ہے یا خلاف مراد تجویز کر لیتا ہے
یہہ دلیل بھی نا تمام نقل کی ہے اصل یہہ ہو کہ بحکم آیات و احادیث مجمع علیہ تمام اُمت کا ہے کہ کسی حد کو
حدود شرعیہ سے تغیر کرنا نہین چاہیئے اور کسی وصف و حکم کو تبدل کمی و زیادتی و غیر ہما سے دینا نہین
چاہیئے مطلق کو مطلق اور مقید کو مقید ضروری کو ضروری اور مباح کو مباح اپنی حالات مشروعہ پر رکھنا
واجب ہے ورنہ تعدی حد اللہ اور احداث بدعت مین گرفتار ہو جاویگا پس بنا بر علیہ یہہ قاعدہ مقرر ہو گیا
کہ مباح اپنے اندازہ سے متجاوز نہو علماً و عملاً اور مطلق اپنی حالت اطلاق سے متغیر نہو علماً و عملاً اور مقید
اپنے انداز سے نہ بدلے علماً و عملاً اور اسپر آیات و احادیث دال ہین چونکہ یہہ قاعدہ مسلمہ سب کا ہے
اسکو دلائل کلیہ لکھنے کی حاجت نہین مگر قدر حاجت لکھتا ہون کہ غافل کو تنبیہ کر دے مسلم

نے روایت کیا ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تختصوا لیلۃ الجمعۃ بقیام من بین اللیالی ولا تختصوا یوم الجمعۃ بصیام من بین الایام الا ان یکون فی صوم یصومہ احدکم الحدیث چونکہ شارع علیہ السلام نے فضائل جمعہ اور صلوٰۃ جمعہ کے بہت فرمائی تھی تو خدشہ تھا کہ کوئی اپنی رائے سے روزہ نماز کہ عمدہ عبادات ہیں اس میں نکالے بیٹھے تو آپ نے نہی فرمادی کہ جسقدر امور جمعہ و شب جمعہ میں بہتے فرمادیئے ہیں وہی اس میں افضل و سنت ہیں اگر کوئی اسپر کوئی قیاس و اضافہ کریگا وہ مقبول نہوگا پس اس حدیث میں یہ ارشاد ہوا کہ تم جمعہ اور شب جمعہ کو صوم صلوٰۃ کے واسطے خاص مت کرو کیونکہ صوم و صلوٰۃ نوافل مطلق اوقات میں یکساں ہیں خصوصیت کسی وقت کی بدون ہمارے حکم کے درست نہیں پس مطلق کو مقید کرنے سے منع فرمادیا جیساکہ جن جن امور کیواسطے جمعہ کو مخصوص کیا ہے مثلاً صلوٰۃ جمعہ مع لوازمہا اوس کے اطلاق کو بھی منع فرمادیا ہے کہ صلوٰۃ جمعہ اور کسی دن میں نہیں ہو سکتی لہذا صاف واضح ہوگیا کہ یوم و شب جمعہ کو مقید کرنا جس میں وہ مطلق ہیں اور مطلق بنانا جس میں وہ مقید ہیں دونوں ممنوع ہیں پس اس حدیث میں یہ حکم ہوگیا کہ ہمارے ارشاد کے موافق سب کام کرو اپنی رائے سے تبدیل و تغییر مت کرو مگر ہاں جسکو خود شارع مستثنے کردیوین کہ وہ دوسری حدیث سے ثابت ہوجاوے تو وہ خود شارع کا ہی حکم ہے وہ تبدیل تغییر نہیں اور قولہ علیہ السلام لا تختصوا یہہ بھی مطلق وارد ہوا ہے تخصیص خواہ اعتقاد و علم میں ہو خواہ عمل میں دونوں ناجائز ہونگی سو یہہ بھی ظاہر ہوگیا کہ تخصیص فعلی اگر مشروع مطلق میں واقع ہوویگی وہ بھی بدعت ہے اور داخل نہی کی ہے علی ہذا مطلق کرنا مقید کا عام ہے کہ علماً ہو یا عملاً ہو دونو منہی عنہ ہیں چونکہ یہہ قاعدہ اس حدیث کی توضیح سے مستنبط تھا تو امام نووی شرح اس حدیث میں فرماتے ہیں کہ احتج بہ العلماء علی کراہتہ ہذہ الصلوٰۃ المبتدعۃ التی تسمی الرغائب قاتل اللہ واضعہا و مخترعہا فانہا بدعۃ منکرۃ من البدع التی ہی ضلالۃ و جہالۃ اب دیکھو کہ نماز جو خیر موضوع اور عمدہ عبادات ہے اور سب اوقات مشروعہ میں افضل القربات ہے بسبب تخصیص کے بدعت منکرہ ہوگئی

کیونکہ اطلاق مشروع نرہا قید وقت وغیرہ کی لگا کر مخصوص ہوگیا تو اس قید کی وجہ سے سارا مقید بدعت ہوگیا
اور امام محمد غزالی نے جو احیاء العلوم میں اوسکی فضیلت لکھی ہے حالانکہ یہ کلیہ قاعدہ اونکا بھی مسلم ہے تو اوسکی
وجہ یہ ہوئی کہ اونکو حدیث اس صلوٰۃ کی فضل میں ملی اونھون نے اوسکو صحیح جانکر عمل کیا اور یہ سمجھے کہ خود شارع
نے اوسکا استثنا فرما دیا ہے پس اوسے مستثنیٰ ہیں مگر نقاد حدیث نے اسکا موضوع ہونا تحقیق کر دیا سو فی الحقیقت
امام محمد غزالی نے قاعدہ کلیہ کا خلاف نہیں کیا بلکہ تصحیح حدیث میں غلطی ہوئی اور بشر خطا سے خالی نہیں اور تنقید حدیث
ہر ایک کا فن ہی نہیں اس باب میں قول محدثین کا ہی معتبر ہوتا ہے سو یہ خدشہ بھی دفع ہوگیا پس بناء
علی ہذا القاعدہ شارح منیہ نے صلوٰۃ الرغائب کی بدعت ہونے میں چند دلائل لکھے ہیں کہ یہان اونکا نقل کرنا
مناسب ہے بقولہ منہا فعلہا بالجماعۃ وہی نافلۃ ولم یرد بہ الشرع۔ جماعت کو شارع نے فرائض کی ساتھ کیا
سو نوافل میں قید جماعت کی غیر مشروع ہوئی مگر جس کی اجازت شرع سے ثابت ہوگئی جیسے تراویح و استسقا
و کسوف اور بطور تداعی نوافل مطلقہ میں تو جماعت جائز ہوگی باقی یہی جماعت کر کے پڑھی تو دیکھو کہ جماعت
یہان منقول نہیں بلکہ فرائض کے ساتھ مخصوص تھی سو نوافل میں جماعت کا کرنا تخصیص شارع کا توڑنا ہوا
ہذا لم یرد بہ الشرع تھا اور اسکا ہی نام بدعت ہے پھر کہا ومنہا تخصیص سورۃ الاخلاص والقدر ولم یرد بہ الشرع
شارع علیہ السلام نے فرمایا تھا لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب و سورۃ تو کسی سورتکو خاص نہیں کیا تھا مطلق
سورۃ کا حکم فرمایا تھا سو کسی صلوٰۃ میں کسی سورۃ کو مخصوص کرنا اطلاق شارع کے خلاف ہے مگر جہاں تخصیص
وارد ہوگئی جیسا سورۂ جمعہ اور سورہ منافقون صلوٰۃ جمعہ میں مثلاً اسواسطے کہا ولم یرد بہ الشرع اور یہی بدعت ہے
ومنہا تخصیص لیلۃ الجمعۃ دون غیرہا وقد ورد النہی عنہ اسکا حاصل بھی ظاہر ہے تکرار میں تطویل ہے ومنہا
ان العامۃ یعتقد ونہا سنۃ اسکی وجہ یہی ہوئی کہ حسن امر مباح و مندوب کی سبب عوام کے اعتقاد میں فساد
ہوا اسکا اسیطرح کرنا ممنوع ہے کہ اوسکو تغیر حکم شرع کا لازم ہو جاوے عند العوام اور رفع فتنہ عوام کا حتی الامکان
واجب ہے ومنہا ان الصحابۃ والتابعین ومن بعدہم من المجتہدین لم ینقل عنہم یہ خود روشن ہے کہ جبکی

اصل قرون ثلثہ سے ثابت نہو وہ خود بدعت و مردود ہوویگا سو یہ تعینات تقییدات خلاف ان قیود
کو کرنا خود باطل ہوا اب غور در کار ہی کہ اس صلوٰۃ کو امتناع پر شارح منیہ نے اس قاعدہ کلیہ سے کہ عدم تقیید
حدود شرعیہ کا ہی یہہ چند قواعد استخراج کیئے ہین کہ یہہ قواعد مثل انواع کے ہین یا تحت جنس کلی کے اور ان سب
سے صدہا جزئیات کا حکم حاصل ہوتا ہے ایک یہہ کہ شارع نے جسکا اہتمام و تداعی کے ساتھ حکم فرما دیا وہ تو مستحب
ہووے اور جسکو مطلق فرمایا اوس مین تداعی کا اضافہ نہونا چاہیئے ورنہ تبدیل حکم شرعی و بدعت ہو جاوے گا
دوسرے یہہ کہ جس شے کو کسی خصوصیت کے ساتھ فرمایا وہان تو وہ تخصیص مشروع ہوویگی ورنہ تخصیص بدعت
ہی ہوویگی تیسرے یہہ کہ جہان کسی زمانہ کو مقرر کر دیا ہے وہان تو قید زمانہ کی مشروع ہی ورنہ بدعت ہے
چوتھے یہہ کہ اگر اوسکی تداعی یا دوام سے عوام کو فساد عقیدہ حاصل ہو تو اوسکا ترک کرنا لازم ہے اگرچہ وہ امر مستحب
کے درجہ مین ہو نہ سنت موکدہ اور واجب کے پانچوین یہہ کہ جس شی کی اصل قرون ثلثہ سے نہو وہ بدعت ہے اور ان
سب جگہہ علماً و عملاً یہہ حکم ہے اور شے اگرچہ فی نفسہ جائز ہو مگر ان قیود وجوہ سے بدعت ہو جاتی ہے پس یہ
پانچ قاعدہ کلیہ شرعیہ ہین کہ شارح منیہ نے استفادہ فرمائی اور سب فقہا کے نزدیک مقرر ہین اور ان ہی قاعد
سے فاتحہ مروجہ اور سیوم و چہلم وغیرہ اور تعیین جمعرات وغیرہ کی اور محفل میلاد مروجہ سب کی سب بدعت ہوگئی
ہین اور تمام رسالہ مولف کا رد ہو گیا بعد اس تمہید کی ناظرین پر واضح ہو کہ علماء سنت کی یہہ دلیل تھی جسکو
مولف نے دلیل نامل لکھا ہی مولف نے اپنی کم فہمی سے اس دلیل و قاعدہ کلیہ کی ایک فرد لیکر ناتمام طرح پر بیان کیا
اوسکی تقریر مختصر یہہ ہی کہ مقید کرنا کسی مطلق کا شرعاً بدعت و مکروہ ہے جیسا کہ فقہا نے اس قاعدہ کی سبب سے لکھا ہے
کہ کسی نماز مین کسی سورت کو موقت نکرے اگر ایسا کریگا تو مکروہ و بدعت ہوگا پس جب صلوٰۃ مین حسب اس قاعدہ کے
تعیین سورت مکروہ ہوا ایصال ثواب مین بھی حسب اس قاعدہ کلیہ کے تعیین وقت اور ہیئت کی بدعت ہوویگی
خلاصہ دلیل مانعین بدعت کا یہہ تھا جسکو مولف نے اپنے حوصلہ فہم کے موافق نقل کیا اب چونکہ مولف نے اس مسئلہ تعیین
سورۃ مین اپنے حوصلہ علم کو ظاہر کیا تو اوسکو سنو کہ ہدایہ مین لکھا ہی ویکرہ ان یوقت بشئ من القرآن لشئ من الصلوٰۃ

لان فیہ ہجران الباقی وایہام التفضیل انتہی سو یہ جزئیہ ایک کلیہ کا ہے کہ اوس مین تمام عبادات
مطلقہ کا تقید کرنا شارع نے ممنوع کر دیا ایک جزئی اوسکی تعیین سورہ بھی ہے جیسا اوپر سے واضح
ہو لیا تو موتف اس جزئیہ کو مقیس علیہ اور یوم کو مسئلہ کو مقیس محض رائے سمجھ گیا کیا فہم ہے یہہ ایسا ہی ہے
جب کلی امر کا ارشاد ہوا تو اوسکی جملہ جزئیات محکوم ہو گئے گویا ہر فرد کا نام لیدیا او جب یا ایہا الناس
فرمایا تو زید عمرو بکر عبد السمیع سب کو نام بنام حکم ہو گیا کسی جزئی کو مقیس نہین کہہ سکتے اسیطرح جب
تقید اطلاق کو منع فرما دیا تو سب جزئیات اوسکی خواہ تعیین سورہ ہو خواہ تعیین روز سیوم ہو خواہ تعیین
نحو دیگر ہو سب ممنوع بالنص الکلی ہو گئے مانعین بدعت کی کلام قیاس نہین بلکہ جو جزئی اس کلیہ مین
مشہور اور ظاہر متفق علیہ ہے اوسکی نظیر دیکر اور مثال سے سمجھا کر دوسرے جزئیہ مندرجہ اس کلیہ کو
الزام کرنا ہے کہ مبتدعین نے اوس کا اندراج تحت اس کلیہ کے نہ سمجھا تھا یہ قیاس کہان ہے موتف کو عقل
نہین کہ کلیہ کا اور قیاس کو امتیاز کر سکے بسبب قلت علم کے فرق دونو نکا دھیان نہین لکھا کتب اصول
مین جو چاہے دیکھ لے پس حاصل مسئلہ جزئیہ کو مشہور کہ نماز مین کوئی سورہ مقرر نہین سب برابر ہین مگر جو
شارع سے کوئی سورۃ تخصیصاً ثابت ہوئی وہ مستحب ہے جیسا روز جمعہ کی نماز فجر مین سورہ سجدہ اور سورہ
دہر مثلاً پس جو سورہ کہ شارع سے ثابت ہوئی اوس مین امام شافعی تو دوام کو مستحب جانتے ہین اور ابو حنیفہ
احیاناً کو مستحب اور دوام کو مکروہ فرماتے ہین اور جس مین استحباب ثابت نہین اوسمین باتفاق دوام مکروہ
ہے امام صاحب فرماتے ہین کہ دوام مین پہلی شق مین تو مستحب موکد یا واجب ہو جاتا ہے اور دوسری شق
مین مباح موکد یا واجب ہوتا ہے تو تغیر حکم شرع کی ہوئی تو مکروہ ہو گیا پھر اسکی کراہت مین ہدایہ نے
دو دلیل کا اشارہ کیا ہے کہ جب شرع مین سب سور جائز ہین تو ایک کے دوام مین باقی سور کا ترک ہو گا ہجران
باقی قران کا ہوا یہی تقیید مطلق ہوئی اور تغیر حکم شرع کا لازم آیا کہ مستحب واجب ہوا یا مباح واجب ہوا
دوسرے یہہ کہ ایک سورہ کی تقرر سے عوام جانینگے کہ یہہ سورہ سب سے افضل ہے یا ایہام اس بات کا

ہوویگا من القاری والستامع اور یہہ بھی تغیر حکم شرع کا ہی تو اسجگہہ طحاوی اور اسبیجابی نے یہہ کہا تھا کہ کراہت تحریمیہ جب ہی کہ اس سورۃ میں اعتقاد وجوب لگا کر ی اور ترک کو مکروہ جانے اور سہولت یا تبرک کے واسطے پڑھے تو مکروہ نہیں بشرطیکہ کبھی اور سورۃ کو بھی پڑھدیا کرے اس نے یہی واضح ہوا اسیقدر وجوب تو مکروہ تحریمیہ ہی ہے اور دوام بلا اعتقاد وجوب کے بھی مکروہ ہی جہلا وسکے واجب گمان کرنیکی وجہہ سے اور جو احیاناً ترک کر دیوے جس سے دوام نرہا تو کچھہ حرج نہیں پس اس صورت مین قید وجوب اعتقاد کی لغو ہوگئی کیونکہ جب دوام مطلقاً مکروہ ہی تو پھر قید اعتقاد سے کیا نفع نکلا اسی واسطے فتح القدیر نے اعتراض کیا اور کہا والحق ان المداومتہ مطلقا مکروہ سواء راہ حتما اولا انتہی پس سب علماء کا اتفاق اسپر ہوا کہ دوام بلا اعتقاد وجوب کے بھی موجب کراہت کا ہے یعنی ہدایہ اور فتح القدیر اور طحاوی اور اسبیجابی وغیرہم کا مگر مولف کہتا ہے کہ مین کہتا ہون کہ قوی وجہ کراہت کی سبب اول ہے الخ غور کی جگہہ ہی کہ جس علت کو تمام کمل علماء فقہاء قبول کرین مولف اوسکو ضعیف بتلاوی بھلا اس نخوت کا کیا ٹھیکانا ہو اور ایسے محققین پر طعن کرنا اس فخر کی کوئی نہایت ہے عجیب یہ مولف کا استدلال ہے سنو کہ ایک صحابی نے جو قل ہو اللہ کا التزام ہر رکعت مین کیا تھا تو صحابہ نے اونکو اسواسطے منع کیا تھا کہ یہہ فعل فخر عالم کا نہیں تھا اسکو خلاف حکم شرع کی جانا تھا جب انہون نے نمانا تو آپکی خدمت مین شکایت ہوئی آپنے بھی صحابہ کو نہ روکا کہ کیون منع کرتے ہو یہہ بھی اسیواسطے ہوا کہ آپ کی قواعد فعل کے خلاف تھا اونکو بلا کر پوچھا تو انہون نے اپنی حب اس سورۃ سے عرض کی تو آپنے حب صفتہ الرحمن کو سبب سے بشارت تو دیدی مگر یہہ کہ اس فعل کو تو کہا کہ یہہ ہرگز حدیث مین نہین آیا فقط محبت قل ہو اللہ کی سبب سے کہ صفت حق تعالی کی ہے بشارت جنت کی فرمائی مولف نے اجازت دوام تکرار قل ہو اللہ کی اپنے ذہن سے تراش لی بھلا اس طرح اس فعل کا جواز کسطرح نکلا ایک صحابی نے اکیلے رکعت کیواسطے قبل وصول صف کی نیت کر کے رکوع مین شریک ہو کر دو قدم چلکر رکوع کی حالت مین صف کی برابر ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا زادک اللہ حرصاً ولا تعد۔ دیکھو کہ یہ فعل مکروہ تھا مگر اسپر آپ نے مدح فرمادی کہ جس

امر خیر کی تھی آگے لا تعد ایک روایت مین یہ فعل لفظ تعد سے ہے کہ پھر یہ کام مت کرنا دوسری روایت

مین لا تعد یا ب افعال سے ہے یعنی اعادہ صلوٰۃ مت کر اس دوسری روایت مین باوجودیکہ یہ فعل مذموم تھا کہ طریقہ

متقین اور خشوع کے خلاف تھا مگر آپ نے صراحۃً منع نہین فرمایا اور مدح بھی کردی پس اسکی ہی نظیر یہہ

قل ہو اللہ کی حدیث ہے کہ یہہ نہ تعلیم اور فعل آپکے خلاف تھا اسکو صراحۃً منع کی نوبت نہو یکی اشارۃً منع

فرمادیا تھا مگر اس حب کی وجہ سے بشارت بھی ہو گئی پس مولف کی حسن فہم کو دیکھو کہ کیا اجتہاد کیا کہ اپنے سکم

سے ایسا مقدمہ تجویز کر دیا کہ حدیث مین کہین اس کا نشان ہی نہین اور خلاف تمام علماء کے مرجح بن گئے

چلو تسلیم کیا کہ اجازت دیدی تھی مگر یہان بحران باقی کا نہین کیونکہ وہ ہر رکعت مین دوسری سورۃ بھی

پڑھتے تھے اور افضلیت کا ایہام بھی یہان نہین کیونکہ فضل قل ہو اللہ کا خود مخبر عالم علیہ السلام فرما

چکے تھے کہ ثلث قران ہے تو فضل منصوص مین ایہام سے کیا علاقہ تھا اور پھر وہ ایسا وقت تھا کہ وہان

کوئی بھی عام تھا سب اخص الخواص فقہاء تھے اور وجہ اجازت سبکو معلوم ہو گئی تھی اور اس قرن مین یہہ

دلیل ابت کی موجود بھی نہ تھی جو اب ہے اور سکے بعد یہہ واقعہ حال تھا نہ حکم عام اور ایسا امر خلاف قواعد ہے

کہ کسیکو ایسی خصوصیت سے اجازت ہو وہ قابل قیاس کے نہین ہوتا بلکہ قیاس مسائل عامہ پر کیا جاتا ہے

پس مولف اپنے علم و فہم کو غور کرے کہ کس فہم پر خلاف علماء فقہاء کے کلام کرتا ہے نہین جانتا کہ علم مجتہدین

کا مولف کی طرح ترجمہ مشکوٰۃ مین حصر نہین تھا اونھون نے تمام روایات کو پیش نظر کر کے اجتہاد کیے ہین

یہہ روایت بھی اونکو معلوم تھی دیدہ و دانستہ فہمیدہ وضع مسائل کیا ہے مولف کی طرح آنکھ بند کر کے مجتہد

نہین ہو گئے تھے اور مولف کی ترجیح کی گنجایش نہین چھوڑی تھی مولف اپنے علم و فہم کو اندازہ کرے کہ ابتداے

رسالہ سے آخر تک کوئی فہم کی سیدھی بات نہین کہی پھر اس پر یہہ ناز و نخوت اور اپنے علم کوتاہ پر یہہ اعتماد و غرور

لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ الغرض بناء علی ہذہ القاعدہ سیوم وغیرہ رسوم سب بدعت ضلالہ ہوئی اور یہہ ایک

دلیل کراہت ان امور کی نہین بلکہ پانچ دلائل ہین جنکو شارح منیہ نے لبط کیا ہے اور اوپر مذکور ہوا باینہمہ بعد اسکو سوائے موئلف کے کوئی عاقل انکو جائز نہین کہہ سکتا اب ناظرین موئلف کی خیانت دیکھیں کہ طحاوی نے روایت دوام وہرہ بلا اعتقاد مین شرط کی ہے کہ اگر گاہ گاہ ترک کیا کرے تو مکروہ نہین موئلف نے اوس شرط کو حذف کرکے نقل لیا ہے اور جبکہ اعتقاد کرے تو ما کہ جیسے شرح منیہ اور طحاوی اور فتح القدیر نے سب نے تصریح کی ہے اب موئلف کی توجیہات واہیہ بلکہ ہرگز قابل التفات نہین لاینچی رائے ناتمام سے بمقابلہ فقہاء کے کلام کرتا ہے تصریحات فقہاء سے کراہت دوام مستحب کی بسبب فساد عقیدہ عوام محقق ہوچکی اور جہل مرکب موئلف کا روشن ہوگیا وہو المرام **قولہ** دوسری دلیل مانعین کی یہ ہے الخ

اقول یہ بھی ایک نہایت اصل قوی اور قاعدہ کلیہ ہے احادیث سے ثابت اور تمام امت کا مسلمہ ہے کوئی اس کا منکر نہین مگر کسی جزئی خاص مین یان وجہ اگر خلاف ہوجاوے کہ یہ داخل کلیہ مین ہے یا نہین یا اسکو دوسری روایات معتبرہ نے استثنا کردیا ہے یا نہین یہ دوسری بات ہے مگر اصل کلی مین سب کا اتفاق ہے مثل اصل اول کے چونکہ یہ قاعدہ مسلم الثبوت تمام امت کا ہے لہذا اسکے اثبات مین بسط کی ضرورت نہین مگر موئلف نے نہین غلطی فاحش کرکے سیوم کو اس کلیہ سے خارج کیا ہے لہذا کچھ لکھتا ہون اول یہ کہ موئلف نے حدیث مین تشبہ بقوم فہو منہم مین تشبہ بجمیع اجزائہ من کل الوجوہ سمجھا ہے کہ سب اجزاء و ہیئت مشابہ ہوجاوے تو اوسوقت تشبہ محظور ہے ورنہ درست ہے اسی وجہ سے لکھتا ہے کہ کس بات مین تشبہ ہنود کی ہوگئی اور بدون معنی حدیث کی اور تشبہ کی سیکھے سمجھے صفحہ سیاہ کیا پس سنو کہ حدیث مین لفظ تشبہ کا مطلق آیا ہے کہ کوئی قید کل یا بعض کی قلیل و کثیر کی نہین اور قاعدہ مسلمہ ہے کہ مطلق جس فرد مین پایا جاوے حکم مطلق کا اوسپر جاری ہوتا ہے اور کوئی قید اوسکے ساتھ لگانی درست نہین ہر فرد مین حکم ثابت ہوگا المطلق یجری علی اطلاقہ کہا گیا ہے لہذا مطلق تشبہ کی کوئی فرد ہو مصداق حدیث کا ہوجاویگا اگرچہ ایک جزو مرکب مین پایا جاوے سب مرکب مجموعہ مکروہ ہوجاویگا کہ لفظ حدیث کی صاف دلالت

قہقہہ لگا علی ہذا پانی زمزم کا لانا اور گنگا کا مشابہ نہین کیونکہ پانی لانا عادی طبعی امر ہے اور شعار حج نہین
ہان اگر اوس ہئیت وشعار سے لاویگا تو مشابہت حاصل ہو جاویگی اور حرام ہو گا اب سوچو کہ یہ سیوم ہنود کے تیجے
سے بوجہ کامل مشابہ ہے اور فرق بعض وجوہ کا مخل تشبہ کو نہین زید کو اسد سے تشبیہ دیتے ہین وجہ شبہ فقط
شجاعت ایک امر ہوتا ہے باقی سرتاپا کوئی مشابہت نہین ہوتی پس کسی نے یہ نہین کہا کہ بالکل مشابہت من کل
الوجوہ ہو تو تشبیہ ہوویگی ورنہ نہین تو یہ قول مولف کا شرع اور عقل اور عرف سب کی خلاف ہے اب تماشا دیکھو کہ
باعتراف مولف قوم سراوگی کو یہان تیسرے روز تو مجمع ہو کر دوکان کھلواتے ہین اور وہ ہمیشہ نہین عجب کلام
ہے تیسرے روز کا نام سیوم ہے عرف ہنود مین تیجا اور مسلمانان مین سیوم دونون کی ایک معنی ہین علی ہذا شمنی
سیوم کو کرتے ہین مگر گاہ نحوست کو دن کی سبب تاخیر بھی کر دیتے ہین تو سیوم تو موجود مگر مشابہت نہین کیا عجب
تقریر معنی مولف کی ہے ماشاء اللہ تعالی یہ خبط عقل شراوس گتاخ کلام کا حوصلہ صنادیدسنت کو بدعاسی کی
نسبت مولف کرتا ہے اب دوسری خطا فہم مولف کی سنو کہ حکم کلی لکھتا ہے کہ اگر فعل مسلم وکفار مین کچھ
امتیاز ہو جاوے تو تشبہ نہین رہتا اور فی الواقع یہہ بھی فرع پہلی ہی خطا کی ہے مولف صوم عاشوراء کی نظیر
دیتا ہے کہ نہم کے صوم سے تشبہ دفع ہو گیا کیا عجب حکم ہے کہ قبل وبعد کی کچھ خبر نہین یہہ دو نظیر مسئلہ
ہدایہ کی جو مسلم سب فقہاء کی ہین ان ہین کیوں ہر الامتیاز کچھ موجود ہے فقط ارتفاع وامتیاز مکان ایک
مسئلہ مین اور نظر مصحف دوسری مین تشابہہ کا امر ہے پس کیون مکروہ ہو گیا سیہہ روایات اور دیگر روایات
اس تعزیہ مولف کو رد کرتی ہین اور حدیث ثانی بھی اس فہم مولف کو باطل کر دیا کہ مطلق تشبہ کہ کا احداث کسی متکلف
کا ہے غلو فرمایا پس خلط سنت سیوم اور محدث جائز نہین ہو سکتا بلکہ مجموعہ مکروہ ہو جاویگا اور یہہ نظیر صوم
کی معلوم ہو چکا کہ اس باب مین نہین مولف کی کم فہمی ہے صوم عاشورا حق تعالی کا فرض کردہ تھا اور فرض
مین تشبہ معتبر نہین ہوتا کیونکہ کسی متکلف کا احداث نہین بلکہ من اللہ تعالی اسکا الزام ہوا ہے پس احداث
سیوم اول ہی طے ہو چکا ہے اسیو سطے ابن نہم روزہ عاشورا کا کسیکے نزدیک مکروہ نہین ہوتا اور

متکلف کا نہین اور عبادات بہی بالتزام شرع ہین نہ بتکلف محدث اور قول بحر الرائق کا کا امر مذموم مین تشبہ مراد ہی سو سابق معلوم ہو چکا کہ قران دیکہکر پڑہنا امر مذموم نہین اور حدیث مین مطلق تشبہ ہے مگر اوسکی وجہ شبہ یہہ ہی کہ جیسا امر محدث کسی متکلف کا بدون اذن شارع کے ہوگا وہ مذموم ہی ہوگا اگرچہ بظاہر مستحسن معلوم ہوتا ہو کیونکہ سب بدعات ایسی ہی ہین پس یہہ مراد بحر کی ہے پس قران دیکہکر پڑہنا فی حد ذاتہ محمود ہے لیکن صلوٰۃ مین مذموم ہے مگر مولف اپنی کوتہ فہمی سے مذموم فی اصل وضعہ سمجہہ گیا اس فہم پر تو معصیت مین تشبہ ہونا چاہیئے ورنہ کہین ہی نہین ہوگا اور تمام مسائل منہدم ہو جاوینگے اگر تحاصل امر محمود کہ بالزام شرع ہے یا تقاضای طبع سے مجاز شرع ہے اوسکو شرع نے خارج اس حدیث و حکم سے فرمادیا ہے خلاف اجتماع مخصوص سیوم کے کہ اولاً خود ممنوع شرعی اتشابہہ اوسپر زائد ہوگیا پس بحر کی عبارت کو مولف ہرگز نہین سمجہا اور دیگر علماء کو کم فہم بتلاتا ہے تماشا ہے اور مولوی اسمعیل صاحب کا فقرہ بل اتفقت الموافقۃ کے معنی بہی یہی ہین کہ فعل در اصل مسنون تہا بعد مین روافض نے بہی ایک حرکت ایجاد کی کہ موافق اوسکی ہو گئی تو یہہ امر الزام شارع کا ہی ترک نہین ہوسکتا اور تشبہ معتبر نہین اور یہی معنی علی قاری کی عبارت کے ہین نا ممنوعا عن التشبہ بالکفرۃ واہل البدعۃ المنکرۃ فی شعارہم الخ کیونکہ جو شعار اون کا ہوگا خواہ فی حد ذاتہ حسن ہی ہو وہ اون کا فعل ہوگیا اور تشبہ ناجائز ہوا جیسا صلوٰۃ قران دیکہکر پڑہنا کہ شعار اونکا ہے اور فی حد ذاتہ حسن ہے مگر صلوٰۃ مین دیکہکر پڑہنا ہماری ملت مین مذموم ہے اور جو متفق دونون ملت کا ہوگا وہ شعار نہوگا ہو اس امت پر بہی ہوگا مگر مولف کو فہم ہی نہو تو کیا کرے ظاہری لفظ دیکہہ لیتا ہے اور حکم خلاف شرع لکہتا ہے اور جو بدعت مباحہ ہو ویگی اور افعال اہل سنت سے ہوویگی وہ خود مامور شرعی او سنت ہی جیسا کہ بحث بدعت مین گذرا غرض عبارت قاری اور بحر اور مولوی اسمعیل کی یہہ سب دیگر روایات سے متفق ہین مگر فہم مولف کا مخالف حق ہو کر رہا ہے اور سیوم جو شعار مذموم ہنود کا ہے نہ اوس مین کوئی امر محمود ہے اور نہ اوسکی اجازت بلکہ ممانعت شرعیہ اوسمین ثابت ہو چکی اور اسکو اباحت سے کیا علاقہ ہے فہم سلیم خدا تعالی دیوے

۱۲۳

تو سب کچھ ہو ورنہ ضلوا و اضلوا کا مضمون ہوتا ہو اب یہی بحث آتی کہ کہین تشبہ حرام اوسکو لکھا ہے
کہ بقصد تشابہ ہووے سو اول تو کہا جاتا ہے کہ حدیث مین مطلق تشبہ آیا ہے تخصیص حدیث کی
بالرای درست نہین اور سب محققین نے مطلق تشبہ لکھا ہے پس قول بکر کا حدیث کا معارض نہین ہو سکتا
حدیث مین ہے کہ غیروا الشیب ولا تشبہوا بالیہود الخ لطفوا افنیتکم ولا تشبہوا بالیہود الخ اور ظاہر ہے
کہ شیب مین اور تلطخ افنیہ مین کسی نے قصد تشابہ یہود کا نہین کیا تھا بلکہ خلقی اور عادی امر تھا صوم عاشورا
مین کبھی تشبہ یہود کا کیا تھا بزعم مولف بلکہ باذن شارع کے تھا مگر اسکی توجیہہ بھی کرتا ہون کہ مراد بکر
کی یہہ ہے کہ تشبہ کے لفظ مین اخذ تکلف ہو سو قصد ا فعل مکلف کا اس مین ہونا چاہیئے پس اسکی
یہہ صورت ہی اگر کسی نے کوئی کام نادانستہ کیا اور پھر اوسکو خبر ہوئی تو ازالہ کرے ورنہ اب بعد علم کے متشبہ
ہوگا پہلے متشبہ نتھا اور اپنے فعل مین عاصی بھی نہین تھا اب قصداً جو کرتا ہے تو تشبہ ہوا علی ہذا جو امر
ایسا ہے کہ اوسکا ازالہ کر سکتا ہے مگر قصداً ازالہ نکیا جیسا ریش کا خضاب تو ترک خضاب قصداً کرتا ہے
لیکن ازالہ پر قادر ہے اور نہین کرتا بہر حال ہر جگہہ معصیت کیواسطے فعل مکلف کا ضرور ہے تو معنی
یہہ ہوئے کہ قصد اوس فعل متشبہ بہ کا کرے نہ یہہ کہ اس فعل کو کفار کی تشبہ کی نیت سے کرے پس
دونون مین فرق زمین آسمان کا ہے اگر عقل ہو اور جو تسلیم کرین کہ یہہ دوسرے معنی ہی ہین تو چونکہ
تشبہ کو شارع نے کفر فرمایا بقولہ فہو منہم اور کفر بدون قصد قلب کے نہین ہوتا لہذا یہہ قید اضافہ کی
کہ کافر جب ہوگا کہ دل مین نیت تشبہ کفار کی کرے ورنہ کافر نہوگا گو عاصی ہوگا سو یہہ بھی حق ہے
ملا علی قاری شرح فقہ اکبر مین لکھتے ہین ولو شبہ نفسہ بالیہود والنصاری صورۃ او سیرۃ علی طریق المزاح
والہزل ای وہو علی ہذا المنوال کفر وفی الخلاصۃ من وضع قلنسوۃ المجوس علی راسہ قال بعضہم یکفر الخ
غرضکہ یہہ قصد تشبہ کفار کا کیا اگرچہ ہزلاً ہو تو قصد و نیت تشبہ کفار سے لاریب کافر ہوگا اور معصیت
ہونیکو قصد فعل کا چاہیے کہ جسمین مشابہت ہوئی گو بقصد مشابہت نہو بلکہ جو خبر بھی نہو کہ یہہ شعار کفار کا ہے

اور پہر خیر ہوا و بعد خیر کے اذا لنکرے تا ہم عاصی ہوویگا بہر حال احادیث کثیرہ سے ثابت ہو کہ بلا قسم بہی
تشبیہ ممنوع حاصل ہوتا ہے اور پہر کبھی یہی معنی ہین جو مؤلف نے فہم سے قہر وہم ہوکر عبارت کو
مخالف حدیث کا بتاتا ہے پس الحمد للہ کہ دلائل واضحات اُنکے دفعیہ سے کراہت سوم مروجہ کی ثابت
ہوئی اور سوم کے تشبیہ کو مؤلف خود قبول کریگا اگر اپنی کم علمی سے اوسکو تشابہ ہی نکالتا ہے گرچہ
فہم اوسکا باطل ہوگیا اب اگر انصاف ہو تو یہی دو اصل باقی تمام رسالہ مؤلف کو قلع و قمع کو کافی و وافی
ہین مگر چونکہ ہر ہر بحث پر مؤلف کج فہمی سے بحث کرتا ہو لہذا اوس پر تنبیہ ناظرین کو کر دینا ضرور ہوا کہ کم علمی
اور کوتہ فہمی مؤلف کی اوس اصل مرکب اور دعوی بے مغز اوسکا سب پر روشن ہو جاوے کہ کس حوصلہ پر کتاب
لکھکر درپے اضلال خلق اللہ تعالی باندھی تہی **قوله** بعد خامسہ الخ **اقول** گھڑے مسجد مین پہیلے
دیا کرتے تھے وہ متروک ہوگئے لہذا مؤلف کو افسوس ہے کہ یہ بدعت کیون مرتفع ہوگئی اصل اوسکی یہ تھی کہ
ہندو بارہوین روز گھڑا اوس جگہ جہان مردہ کو جلاتے ہین رکھکر چلے آتے ہین مسلمانو نے بہی اسکو دیکھکر
شروع کیا کہ مسجد مین پانی کا گھڑا بہر کر بہیجا کرین چونکہ اس مین کوئی شبہ نہین کہ مسجد مین گھڑا لوٹا
بوریہ چراغ وغیرہ سب دینا موجب اجر ہے مگر بطور رسم دینا کہ جس مین تشبیہ لازم آوی اور خاص گھڑا ہی
ضروری جانکر دینا اگرچہ ضرورت اوسکی مسجد مین نہو یہ بدعت تھا اور ملا نکو بہی وقت ہوتی تہی کہ گھڑون کو
فروخت کرتا پہرتا تہا تو یہ رسم کچھ ترک ہوگئی ہے مگر چہلم کا گھڑا اب بہی اکثر عوام مین ہے خیر یہ تو ہوا
مگر جولانی طبع مؤلف کی قابل دید ہے کہ حدیث مین تو صدقہ پانی کا آیا ہے کہ پانی کو صدقہ جاریہ کرے
یہ معنی کہ چاہ کہود کر پانی نکالکر اوس پانی کا صدقہ کرے مؤلف اس سے ظرف اور ٹھیکرے کا صدقہ سمجھ گیا
پانی سے گھڑا لیا مؤلف کا ہی فہم عالی ہے پانی اور مٹی دو ضدین ہین اسکو اس سے کیا علاقہ یہ عقد کہ گھڑا
دینا بلکہ مٹی کا ڈھیلا بہی دینا موجب ثواب کا ہے مگر پانی کے صدقہ سے گھڑے کا صدقہ کیسے نکالا
چاہ کا گھڑا تو مقصود نہ تھا پانی کی ذات سے مقصود اور پانی ہی کا صدقہ مراد ہے ہان اگر فرماتے کہ صحیح

ہوا دے تو مضائقہ نتہا کہ صورت میں کوئی پانی بھرتا ہے گھڑے میں اب بھی کوئی بھر دیگا اور جو بوجہ سبب
عرف کو یہہ استخراج ہے کہ ادرکو اعانت ملیگی تو بہہ پر بیا حصر ہے کل کو موتلف تو کرا چکنی مٹی کا بہی حکم دیگا
کہ صدقہ کرو اور مسجد مین ڈالا کہ اور لوکر ابیاون کا بہی کہ اس سے گھڑے بنکر اعانت پانی کی ہووینگی تو موتلف
حدیث سعد سے استخراج کرنا دلیل بیان کریگا۔ یہہ نسمجہا کہ پانی کا صدقہ گھڑے کی صورت مین پانی گھڑے مین
بھرنیوالی کی طرف سے ہوگا۔ گھڑے والیکی طرف سے غرض ایسی ایسی تقریرات واہیہ اور استخراجات قبیحہ
نام موتلف کا ہے اگر ایسا احیا امر بدعت کا مقصود تہا سیدہا کہدیتا کہ مسجد مین گھڑے کا تم تے
ہیں یہہ کہ چاہ کو اصل غالبا اپنی خوبی فہم ظاہر کرتا اور پھر یہہ نقط اصل نکل آنا تو جواز کے لیئے کافی نہین
اوسکو سب عوارض بہی رفع ہونے ضرور ہین کہ تشبیہ نہوا اور تعیین مطلق نہوا۔ اوسکو موکد وواجب جانتا ہو
اور فخر وریا نہو وغیرہ اگر یہی موتلف کا علم وفہم ہے تو دہوتی کفار کی اصل نہہ ہے وہ من کل الوجوہ مشابہت
بہی ہین حسب زعم موتلف کی پس سنت ہوا اور حضرت عثمانؓ سے منقول ہو کہ ایک طفل کے چہرہ پر سیاہ
ٹیکا نظر بد کیواسطے لگوایا تہا سو تلک کی اصل نکل آئی تو یہہ بھی جاری کرے اور سوت کا بنا گرتہ ثابت ہے
سو ننا سوت کی اصل بہی نکل آئی پہول سونگہنا درست ہین پہولون کی سہرہ کی اصل نکلی علی ہذا صدہا
مسائل کی اصل نکلتی ہے اور موتلف سبکو جائز کہیگا اگرچہ کفر ہی ہو لاحول ولا قوۃ الا باللہ موتلف کو اپنی کم فہمی
[illegible] کا تشبیہ کفار کا خطرہ نہ اپنی عاقبت وایمان
[illegible] اپنی منہ زوری کرلی خواہ کچہہ ہو فقط **قولہ** چالیس روز تک الخ **اقول**
[illegible] سے ایصال ثواب کا انکار نہین بار بار ذکر ہوچکا ہفتہ تک چلہ
تک دو ماہ تک کم زیادہ حسب مقدور خالصاً لوجہ اللہ تعالی کرو کہ جس مین کوئی امر خلاف شرع نہو جاوے
موتلف بخواہ مخواہ اہل سنت کو مانع صدقہ کہتا ہے اور وہ ہرگز صدقہ کو منع نہین کرتے اوسکو منع کرتے ہین جو شرعا ممنوع
ہو یعنی تشبیہ بکفار جس مین لازم آجاوے اور موتلف بہی اوسکو قبول کرتا ہے یا تعیین بالرای [illegible]

لا باس ان یتخذ السبحۃ یعنی کچہہ مضائقہ نہین تسبیح ہاتھ مین لینے کا حالانکہ کنکریون گٹھلیون کی گنتی اور تسبیح مین بڑا فرق ہے یعنی انکو کا قبول کرنا اور پھر دانے بھی عقیق مین کے عقیق البحر کے صندل زیتون سنگ مقصود استخوان شتر شیشہ و خاک شفا وغیرہ کے ہوتے ہین اور اون مین سوراخ کرنا پھر اون کی شمار سو دانہ پر رکھنا پھر اون مین [illegible] اون مین ایک دانہ کو امام سب دانون کا [illegible]

ہے اور اوسکوبھی مولف قبول کرتا ہو پس اگر کسی نے طعام للفقراء خالصاً لوجہ اللہ تعالی کیا اور ان دو امر مین سے ایک یا دو نو اوس مین پائی گئی تو ثواب پہونچیگا مگر اس فعل سے گنہگار ہوگا اور مجموعہ اوسکا مکروہ ہوویگا اس امرکو بنظر خوب محفوظ رکھے کہ مولف کو اسی کوتہ نظری نے خراب کیا ہے کہ بدون سمجھے کلی کو مادہ ہوا ہے یا تخصیص طعام اور اسکوبھی مولف مانتا ہے کہ تغییر حکم شرع کا ہے پس اس قسم کی ہی چاہیے روز کی روٹی کہ اگرچہ گھر مین گوشت روٹی کھاوین مگر مردہ کو دو روٹی گھی کی شکر ڈالکر مسجد مین ہی جا کر دیوین نہ کسی بیوہ قریب کو نہ کسی حاجتمند کو نہ اور عمدہ کھانا اس مین غالب رسم محض ہے اور شاید ایصال ثواب بھی ہو سو قبول خالص ہوتا ہے نہ مخلوط۔ یا رسم ضروری جاننا کہ خواہ مخواہ کرے اگرچہ مقدور نہ ہو اور یہ بھی مولف جائز نہین لکھتا کیونکہ وہ خالصاً لوجہ اللہ ایصال کے واسطے شکم دری کرتا ہے نہ رسوم کے واسطے بیہودہ طعام ہے جسکو بنوازیہ وغیرہ لکھتے ہین اور بدعت مستقبحہ کہتے ہین یا فخر ریا سے کرنا یا شرم برادری سے کرنا اوسکو بھی مولف نصائح مین منع کرتا ہے اور یہ سب جگہ حرام ہے غمی ہو یا شادی اور کھانا اسکا درست نہین ہے فی الواقع مولف اصول مین مخالف نہین مگر اپنی کج فہمی اور کم علمی سے اور نفس و سخن پروری سے مخالفت جزئیات مین کرکے اوراق سیاہ کرتا ہے اور ادعای بے سود کرکے اپنی حقیقت علیٰ[؟] پر ظاہر کرتا ہے اور فی الواقع یہ سب نزاع کم فہمی اور نفسانیت سے ہے خوب محقق ہے کہ چہلم رسم کے کرنے مین ایصال ثواب مقصود نہین گو کوئی تاویلات کرے اور پھر فرق ہے چالیس روز تک صدقہ کرنے مین اور چالیسوین روز چہلم کرنے مین کما لا یخفی چونکہ مولف بیان مجمل چھوڑ گیا اسطرف سے بھی اوس پر کچھ تعرض نہین کیا جاتا ایصال ثواب کو کوئی منع نہین کرتا اور یہ تعینات لاریب بدعت ہین **قولہ** اونکی چند دلیلین ہین الخ **اقول** دلیلین مانعین بدعت کی وہی ہین جو کلیات احادیث وفقہ سے ثابت ہولین اور دیگر روایات جزئیہ فروع ہین نہ اونکی ضرورت ہے نہ اونپر کوئی امر موقوف ہے مگر مولف اپنی کم فہمی سے اونکو ہی بناء منع جان رہا ہے سو یہ سخت خطا ہے ان

روایات کی بحث میں مولف اپنا وقت ضائع کرتا ہے اور ہمکو بھی اوس کی ان روایات کی جواب دینے کی ضرورت نہیں مگر چونکہ مولف اپنا علم جتلاتا ہے تو ہمکو بھی اظہار اوسکی کم فہمی کا کرنا پڑا ❊

قولہ دلیل اول الخ **اقول** شارح منہاج میں تین چیز کا ذکر ہے قبر پر تیسرے دن جمع ہونا اور عود و ورد کی تقسیم مطلقاً قبر پر ہو یا غیر قبر پر کسی روز ہو اور کھانا کھلانا ایام مخصوصہ میں اور ہر سہ کو وہ بدعت کہتا ہے اور اصل یہ ہے کہ حدیث جریر میں اجتماع الی اہل المیت کو منع فرمایا ہے اور اوس میں کوئی تعیین یوم کی نہیں اور نہ تعیین قبر کی پس مطلق جمع ہونا بدعت ہے اور قبر پر روز سیوم جمع ہونا بھی فرد اس اجتماع کی ہے تو ہر چند مطلق اجتماع تو ممنوع ہے مگر یہ شخص اپنے ملک کی رسم کو منع کرتا ہے صراحۃً تو شارح منہاج کی بلاد میں اجتماع علی القبر یوم ثالث ہوتا تھا اوسکے اوسکی تصریح کی حالانکہ یہ قید واقعی ہے نہ احترازی کیونکہ حدیث جریر میں عموماً سبکو منع لکھا ہے مگر مولف اپنی تیزی فہم سے قید کو احترازی سمجھ گیا ہے اور حدیث جریر کو ذہن مولف میں خدانخواستہ عموم ہی نہیں جو مطلع ہوتا اور ہمارے ملک میں اجتماع روز سیوم ہے مگر قبر پر نہیں پس منہاج کی قید سے اسکا جواز نہیں ہو سکتا جیسا مولف کو دھوکا ہوا ہے ہاں بعد ختم کے دستور تھا کہ شرفا مکان میت پر جاتی تھے اب متروک ہوگیا ہے اطراف قوم میں اب بھی جاری ہے بہر حال اجتماع خواہ روز سیوم ہو یا پس پیش قبر پر ہو یا غیر قبر پر حدیث جریر سے ممنوع ہے اور ہمارے ملک میں روز سیوم کی قید ہے اور شارح منہاج کے یہاں قبر کی بھی قید تھی سو سب ممنوع ہیں اور یہ قید شرح منہاج کی احترازی نہیں اور تقسیم ورد و عود کبھی ہر روز بوجہ میت کے بدعت ہے اس میں بھی کوئی قید یوم و قبر کی نہیں اسی واسطے شارح منہاج مطلق کہتا ہے یہ مولف کی خوش فہمی ہے کہ دونوں کو جمع کرکے ایک بناتا ہے یہ نہیں بلکہ یہ مستقل رسم ہے ہمارے ملک میں ابھی اکثر جگہ یہ ہے کہ بعد ختم کے مثلاً گلاب کٹورہ میں لیکر سب حاضرین کے سامنے پیش کرتے ہیں یہاں گلاب کا قطرہ تقسیم ہوتا ہے وہاں عود اور ورد تقسیم ہوتا تھا پس اس میں قید قبر کی اور سیوم کی کچھ نہیں

مطلقاً بدعت ہی اور اسکی اصل وہ ہی کہ حضرت ام حبیبہ کو جو خبر اپنے والد ابو سفیان کی موت کی پہونچی تو
انھون نے خوشبو اپنے عارض کو لگائی اور فرمایا کہ مجھکو حاجت اسکی نہتی مگر مین نے سُنا کہ فخر عالم فرماتے
تھے کہ نہین حلال کسی عورت مومنہ کو کہ سوگ کرے تین روز سے زیادہ مگر زوج پر دس روز چار ماہ
سو اصل خوشبو کی یہہ تہی رفتہ رفتہ تقسیم تک نوبت پہونچی اور بدعت ہوگئی اور سے حاضرین برادری کی
بن گئی اگر بعض بلاد مین قبر پر جا کر تقسیم ہوتا ہو تو یہہ بھی داخل اوسی مین ہی ہوا بہرحال تقسیم ورد مطلقاً
بدعت ہی خواہ روز سیوم ہو یا اور کسی دن خواہ قبر پر ہو خواہ غیر قبر پر تو یہہ شارح منہاج نے عموماً بیان
کیا ہو اپنے بلاد کی رسم پر اور اگر قیود روز اور قبر کی زائد ہی ہووین تو احترازی نہین تا کہ بلا قیود کے
جواز ہو جاوے اگر یہہ مباح ہے تو اہل مصیبت کیواسطے مباح ہے اگرچہ اباحت ہی نہ رہے پس اور
خواہ مخواہ مقید قبر اور یوم ثالث سے کرنا کم فہمی مولف کی ہو بلکہ یہہ مستقل بدعت ہے اور بہرحال عذر
پس بحث عطف کی مولف نے جو لکہی بالکل لغو غلط ہے متعلقات معطوف علیہ کے معطوف میں ہو
خواہ مخواہ کوئی قاعدہ نہین اگر قرآن ہی مولف پڑھا ہوا ہوتا تو ایسی بات نکہتا ہدی للمتقین
الذین یومنون بالغیب ویقیمون الصلوة الخ یومنون مین بالغیب کی قید ہے اور یقیمون
مین اور یولون مین نہین ایسا ہی صدہا امثلہ موجود ہین مگر یک مشکل ہوگئی کہ خوشبو کی اصل
حدیث ام حبیبہ سے مولف نے سُن لی ہے تو ہرگاہ کہ چاہی کمطرح ثابت ہوگیا تھا یہہ تو ہبلیہ بہی ہے
پس اب شرح منہاج پر چاہیے ضعف روایت کا حکم دیکر یا یہہ کہ اونکو حدیث نہین پہونچی یا یہہ کہ وہ شافعی
ہے اس رسم کو بھی مولف جاری کردیوے استغفر اللہ اور طعام ایام مخصوصہ ہی مطلق ہے اوسا
مین بہی کوئی قید قبر یا غیر قبر کی نہین بلکہ قید دن کی بھی نہین اور یہہ وہ طعام ہے کہ حدیث جریر
مین فرمایا وصنعہم الطعام الخ پس یہہ طعام ہی مطلقاً ممنوع ہے خواہ کبھی ہو خواہ کہین ہو شارح منہاج
نے ایام کی قید لگائی اپنے ملک کی عادت پر اور بزازیہ نے قید علی القبر لگائی اپنے بلاد کے عرف

وجہ موجود ہین اور مولف اسکو ہرگز نہ سمجھا اور فہم مطلب مین یہہ خطائین کین کہ اجتماع کو کہ مطلق الی اہل المیت حدیث جریر سے ممنوع تھا مقید بہ یوم ثالث اور علی القبر کیا اور خلاف حدیث کی بنا یا اور اس قید کو احترازی ٹھیرایا حالانکہ واقعی نتھی اور تقسیم الورد کو بہی مقید کیا حالانکہ وہ مطلقا بدعت ہی اور اطعام طعام کو جو حدیث جریر سے ممنوع مطلقا ہوگیا تھا مقید علی القبر کیا اور خلاف حدیث و فقہ کی بنا دیا اور تعیین وقت جو ممنوع تھا اوسکی منع سے محض انکار کیا اور تین مسئلون کو وہ بنا دیئے اور استدلال کو بالکل سمجھا اور عطف کی بحث بہی نہ لکہدی پس اب حسن علم و فہم مولف کا سب پر روشن ہوجاویگا کہ کچھ بھی تو مساس فہم کتاب سے نہین اور تکبر و دعوی کی کوئی نہایت ہی نہین **قوله** یہہ نہین لکہا کہ یہہ کہانا باعث الخ

اقول مولف کی چشم فہم حق بین بند ہے شارح منہاج نے تو یہہ لکہا ہے کہ ایام مخصوصہ مین اطعام بدعت ہے نہ یہہ لکہا کہ قبرون پر لیجانیکی وجہ سے بدعت ہی نہ یہہ لکہا کہ تعیین یوم کے سبب سے بدعت ہی مولف دوسری روایت سے قبر پر لیجانا ثابت کرتا ہے حالانکہ وہ دوسرا مسئلہ ہے چنانچہ بزازیہ سے واضح ہے ایسا ہی تعیین یوم کی بدعت پہلے محقق ہو چکی اور مولف ہی تخصیص کی بدعت ہونیکا معترف ہولیا ہے پس ہوش کرے تو سب کچھ لکہا ہے اور خواب غفلت مین ہے تو اوسکی نزدیک کچھہ بھی نہین لکہا اور مقابر پر لیجانا دوسری بدعت ہے ایک کو دوسرے سے کیا علاقہ ہے تامل درکار ہے اگر ہماری بلاد مین قبور پر نہین جاتے تو تعیین یوم کی ہی بدعت کراہت کو کافی ہے چہ جائیکہ دوسری وجوہ بہی موجود ہون **قوله** دوسری دلیل الخ **اقول** مولف کی فہم پر آفرین ہے عبارت بزازیہ مین یوم اول و ثالث و بعد الاسبوع کے طعام کو مکروہ صاف کہا ہے غرض یہہ ہے کہ ایام معینہ کرکے طعام پکانا درست نہین جب ان ایام مین درست نہین تو دسوین بیسوین چہلم مین بہی درست نہین وہ ہی تعیین یوم ان ایام مین ہے اونکو عرف مین اول و ثالث کو پکتا تھا ہمارے عرف مین دسوین بیسوین کو مثلا پس ایسی جزئیات سے استدلال مین خاص نام مدلول کا کہان ہوتا ہے جو یہان مولف طالب ہے یہہ نہایت فہم مولف کا ہے ایک جزئیہ سے

اطلاق سے مستفاد ہوا اور اگر خالص نیت سے فقرا کیواسطے ان ایام مین ہو تو کراہت تعیین وقت کی سبب سی لازم ہو یگی گو طعام کا ثواب پہونچے بہرحال تعیین وقت مکروہ ہوا جیسا اوپر ذکر ہو چکا یہان مولف کی علم و فہم مین کلام ہے کہ کہان رکھا رہتا ہے قولہ تتمہ ہی عالمگیریہ جلد خامس

اقول اس روایت سی غرض مولف کی یہہ ہے کہ کچھ ایسی شدید کراہت طعام میت مین بھی نہین چاہی کہا ہو مگر یہہ سراسر کم فہمی مولف کی ہے اول تو حدیث جریر مین نیاحت سے اوسکو شمار کیا ہے اور نیاحت حرام شدید ہے تو یہہ طعام بھی سخت مکروہ تحریمیہ ہوا پھر بزازیہ و فتح القدیر میں مکروہ بدعت مستقبحہ کہے ہین اور حدیث لاتقبلوا دعوة المتباریین فخر کے کھانی کو حرام فرما رہی ہے کہ مولف بھی اوسکو قبول کرتا ہے پس فخر کے طعام میت کو لاباس کے درجہ مین رکھنا محض غلط فہمی ہے اور عالمگیریہ کی تمام روایات یہہ ہین کہ حمل الطعام الی اہل المیت والاکل معہم فی الیوم الاول جائز و بعدہ یکرہ کذافی التاترخانیہ ولایباح اتخاذ الضیافة ثلثة ایام فی ایام المصیبة واذا اتخذ لاباس بالاکل منہ کذافی خزانة المفتین وان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا الخ پس پہلی روایت مین ضیافت اہل میت کی بعد ایکدن کے مکروہ لکھی ہے اور پھر خزانہ کی روایت لایا ہے جس سی مراد ہے کہ ہرچند تین روز تک اونکو کھانا دینا مکروہ ہے مگر جو کوئی دیوے تو اہل میت کو کھانا درست ہے قرینہ اسکا یہہ ہے کہ یہان ثلثة ایام کہتا ہے جسکے معنے تین روز تک ہی نہ تیسرے روز پس پہلی کہا کہ ایک روز کے بعد ضیافت مکروہ ہے پھر یہان یہ کہا کہ اگرچہ طعام دینا مکروہ ہے مگر اہل میت کھاوین تو حرام نہین اور جو مراد اس سے یہہ ہو کہ اہل میت کی ضیافت کو کھانا لاباس مین ہے جیسا مولف نے جزم کرلیا ہے تو اگر یہہ فخر کا کھانا ہے تو کسطرح مباح ہوگا یہہ تو حرام ثابت ہوگیا ہے بحدیث لاتقبلوا دعوة المتباریین جسکو مولف بھی قبول کرتا ہے اور جو اہل میت کا بلافخر ہی تو جریر کی حدیث سی تحریم ہو چکی بہرحال فخر کا کھانا اور لاباس کو بمعنے کراہت کا ہونا مولف کا ہی فہم

علی ہے اوس پس صاف معلوم ہوا کہ عالمگیریہ کی روایت سی فجر کا کھانا ہرگز مراد نہین ہے اور روایت بزازیہ یا دفعہ کتاب الاستحسان ہو استثناء روایت کتاب الجنائز کا ہرگز نہین ہوسکتا فقط موتف کی خوبی عقل کی ہے پس اس روایت کتاب الاستحسان مین وقت کا ذکر نہین مطلق ہے وان اتخذ وا للفقراء کان حسنا پس اس مین کوئی تعین وقت نہین کہ جواز تعین طعام فقراء کا معلوم ہو یہان پہلی روایت سے تعین کا بدعت ہونا معلوم ہوگیا اب موتف کو چاہیئے کہ ہماری تحریر کو سوچکر انصاف کرکے بے علمی سے باز آوے اور شرم کرے اور روایات کتب کو غور سے سوچا کرے یا کسی عالم سے تحقیق کر لیا کرے اپنی عقل نارسا و فہم ناکام پر معتمد نہوا کرے اب سنو کہ روایت بزازیہ مین چار مسئلے ہین موتف کو تین نظر آئے پہلا یہ کہ جیسے تیجہ ششماہے دوسرا نقل طعام الی المقابر وہ خود بدعت ہے پہلی دلیل مین ذکر ہو لیا اوسکو موتف بھی قبول کرتا ہے تیسرا مسئلہ اتخاذ الدعوۃ لقراءۃ القرآن یہ بھی گذر چکا اور سوم کی کراہت اس سے ثابت ہوئی اور چہلم کی شب کو بھی قران پڑھواتے ہین اوس کی کراہت بھی اس سے صاف نکلی چوتھا مسئلہ جمع القراء والصلحاء للختم اسکو موتف نے تیسرا مسئلہ کہا ہے یہان موتف کو سخت مصیبت پیش آئی کہ صحیح سوم اور چہلم کا ہاتھ سے چلا تو اوسکو ناچار اسے ناقص سے یہ ٹھیرایا کہ اجرت پر قران پڑھوانا مراد ہے سبحان اللہ جیسا موتف اور اوسکی برادری اجرت پر قران و کلمہ پڑھتے ہین یعنی نخود یا شیرینی و حلوا پر یا ضیافت پر تو بزازیہ کے وقت کے صلحاء کو بھی ایسا ہی گمان کر لیا یہ سوچکر شرم نہ آئی کہ جو اجرت پر قرآن پڑھنے آویگا صالح کہان ہوگا دوسرے بزازیہ مطلقاً کہتا ہے موتف نے کس قرینہ سے مقید کیا خواہ مخواہ بھلا یہان کیا قرینہ ہے پہلی روایت مین تو کتاب الاستحسان سے کھینچکر دوسری روایت لایا تھا مگر یہان یہان بھی قرینہ ہے کہ آخر بزازیہ کی کتاب الاجارہ مین تو یہ مسئلہ لکھا ہے سبحان اللہ پس یہ صفحہ اجرت قران سے باب سے سیاہ کرنا کم فہمی موتف کی ہے معہذا تمام اعراس اور ضیافات اموات مین حلوا شیرینی ہوتا ہے بنا نیوالا

حافظون اور سب حاضرین کی نیت سے کرتا ہو اور جانے والے حافظ پنج آیت خوان غیرہ
اِسی نیت سے جاتے ہین المعروف کالمشروط پس قران کی اُجرت کا طعام کھانا اور لینا ثابت ہوگیا
قلیل کثیر کچھی پکّی شیرین نمکین کا فرق موّلف نے خود ہی اوٹھا دیا بسبب اسکو یاد نہین رہا شروع
سوال مین لکھ چکا ہے ذرا غور کرو اب آخر مین بعض علمار کا فتوی قبر پر نے جانیکی مزدوری کے
حیلہ سے نقل کرتا ہو کہ چنے سوم کو کھاتے اور حلوی فاتحہ ختم کا کھانیکا حیلہ نکل آوے اور پہلے مولوی
عبدالخالق کی نصیحت مین اسکو خود ہی منع لکھہ آیا ہے یہان وہ منسوخ ہوگیا افسوس کہ موّلف کو اپنا
لکھا بھی یاد نہین رہتا تو وجہ یہہ ہے کہ فہم و علم سے تو کوئی بات لکھتا ہی نہین ان اپ شناپ جو چاہا
دوسرون کا قول لکھدیا پھر بھولگیا پس باقی کلام کا جواب ضرور نہین پہلے لکھا گیا اور فہم موّلف
کا بالکل خلاف کتاب کرہو اور حقیقت مسئلہ او طعام کی اوّل تحریر ہولی موّلف کی خوش فہمی کا اظہار
مقصود ہے تعداد اغلاط موّلف نہین کی اہل فہم خود جان سکتے ہین **قولہ** تیسری دلیل مانعین کی
درباب چہلم الخ **اقول** موّلف شاہ ولی اللہ صاحب کی عبارت کو بھی نہین سمجھا افسوس کہ
فارسی عبارت کو بھی خوب نہین سمجھا۔ تمام عبارت وصیت نامکی یہہ ہے۔ از عادات شنیعہ مامردم اسراف
درماتمہا و چہلم و ششماہی و فاتحہ سالینہ اینہمہ را در عرب اوّل وجود نبود مصلحت آن ست کہ غیر تعزیت
وارثان میت تا سہ روز و اطعام الشان یکشبانروز رسمی نباشد الخ۔ اب دیکھو اگر موّلف کو فہم ہوتا
توجان لیتا کہ شاہ صاحب خود سوم کو اور چہلم وغیرہ کو اسراف مین داخل کرتے ہین اور وجہ منع کی عرب
اوّل مین نہونا انکا فرماتے ہین پس جب عرب اول مین نہ تھا تو خود ذات انہین رسوم کی ممنوع ہوئی
نہ یہہ کا نکو مکروہ مگر اسراف ان مین نکرو وہ صاف فرماتے ہین کہ بجز تعزیت و اطعام مسنون رسمی
نباشد ان سب کو سوم مین داخل کیا او اسراف ٹھیرایا پس بدعت اور ممنوع ہوگیا ادنی شعور
والا بھی جان سکتا ہے اور یہہ عبارت شامی کی وہ ہے جس مین اعتراض شارح منیہ کا رد کردیا ہے

موءلف کی اوس اعتراض کو خیانت سے اخفا کیا ہے اور شاہ صاحب کو یہ بھی محقق تھا کہ چہلم وغیرہ سب رسوم بطور رسم ہی کرتے ہین ایصال ثواب مقصود نہین اسیواسطے اسراف اور رسوم مین داخل کیا ہے اگر محض ایصال ہو اور وقت کی قید ہو تو کراہت و بدعت تعیین وقت کی ہو ویگی اور تمام اسرافات شادی اور غمی کے سب حرام ہین مگر اسکی حرمت سے جواز دہم وغیرہ رسوم کا ہرگز ثابت نہین ہوتا کیونکہ چہلم وغیرہ رسوم ہر حال ممنوع ہے اور چہلم وغیرہ لوجہ اللہ ایصال بھی بدعت تعیین سے خالی نہین پس ان روایات کا تکرار اعادہ ہرگز مفید موءلف کے مدعی کو نہین اور پہلے سب کا جواب ہو لیا اور معلوم ہو چکا کہ روایت کتاب استحسان بزازیہ کی مطلق ہے اوس مین کسی وقت معین کا ذکر ایصال ثواب کے استحسان مین نہین اور وقت کا ذکر دوسری روایت کتاب الجنائز مین تھا اور سو وقت یہان نہین آسکتا کہ دونون مین ہر طرح مباینہ ہے اگر ایصال مین تعیین ہوگا وہ بھی بدعت ہوگا اس روایت کی استدلال کو اور خطار فہم موءلف کو سب جان سکتے ہین **قولہ** چوتھی دلیل الخ **اقول** واہ رے فہم موءلف قاضی صاحب تو صاف لکھتے ہین کہ رسوم دنیوی مثل دہم وبستم وچہلم رسوم دنیوی ہین اونکو داخل کرتے ہین موءلف کچھ اور ہی سمجھ گئے اس سے ہی معلوم ہوا کہ دہم وغیرہ رسوم دنیا تھی اور قاضی صاحب اونکو رسوم دنیا جانتے تھے ایصال لوجہ اللہ نہین تھا یہی مدعی ہے مستدل کا کہ یہ رسوم دنیا ہین مت کرو باقی ایصال لوجہ اللہ تعالے سو اوسکو بلا قید و قید تعیین بلا نصوص سے ثابت ہو گیا کہ بدعت ہے اور قاضی صاحب کی دلیل منہ سے بول رہی ہے کہ ایصال کو بھی چہلم دہم کیطرح مت کرو کیونکہ لکھتے ہین و از مال حلال صدقہ بفقراء باخفا مدد فرمایند اگر ایصال کو بطور دہم وغیرہ جائز فرماتے تو وصیت اخفاء کی کیون کرتے مگر فہم موءلف ہو تو سب کچھ ہے آپ موءلف اسکو نقل کرتا ہے اور نہین بوجھتا اور صدقہ خیرات کو تو کوئی بھی منع نہین کرتا یا دہم وغیرہ رسوم کو منع یا ایصال کی تعیین کو منع کرتے ہین بہرحال قید دہم وغیرہ بدعت ہی اس کا

ثبوت کسی وجہ سے موٴلف نہیں کرسکتا اور تذکرۃ الاخوان سے بھی معلوم ہوگیا کہ یہ سب امور رسمی

ہین اور ایصال ثواب مقصود نہین اور قاضی صاحب اور شاہ ولی اللہ صاحب کے تحریر سے بھی واضح ہولیا

اور یہ تمام عرف عوام کا ظاہر ہے مگر موٴلف کی چشم حق بین اور تحقیق دان نہین **قولہ** پانچوین دلیل

سنہ چہلم الخ **اقول** موٴلف کی دیانت کو سب عقلا غور فرماوین کہ خزانہ و دستور القضاۃ کی

روایات ارواح کو آنے کے باب مین کہ اطلاقات نصوص کی مخالف اور بے سند تھی موٴلف نے

ستیاپتی بدعت کی دیکھکر سر پر رکھی نہ صحابی راوی کو پوچھا نہ سند کی تحقیق کی نہ مضامین خلاف

نصوص کی پرواہ ہوئی چنانچہ مفصل تر پہلے ہوچکا ہے اور یہ حدیث العینی جو نوادر الفتاوی

سے نقل ہوئی تو نہ تم خود خلاف اپنی مراد کے جانکر سند کا مطالبہ نہ صحابی راوی کا نام اور کتاب

حدیث کا نشان دریافت ہوتا ہے پس ایمانداری موٴلف کی اس سے معلوم ہوگی اگر فقط کسی فقیہ

کا نقل کرنا کافی جانا تھا تو پہلی روایات قابل ہوا اور جو سند کی ضرورت ہو اور حق بھی یہی ہے تو پہلی

روایات مین کیون کوتاہی ہوئی اور جو خلاف صحاح کے ہونیکی وجہ سے تو وہ حدیث صریح صحاح کی

مخالف نہین چنانچہ بیان ہوا اور یہ کسی حدیث صحیح کے خلاف نہین ہونکہ مسلم و بخاری اور موطا

مین صریح ہے کہ زکوۃ اور صدقات اوساخ الناس ہوتے ہین اسواسطے بنی ہاشم کو بسبب اون کے

فضل کے اور اغنیاء کو بسبب اونکی عدم حاجت کے حرام اور مکروہ ہوئی اور فقرا کو بسبب حاجت و

ضرورت کے درست رہی کہ الضرورات تبیح المحظورات کہا گیا ہے اور صدقات مین جو صدقہ دفع و

ازالہ مرض کیواسطے ہو وہ مُمرض قلب ہے اور جو ایصال ثواب میت اور ازالہ اوسکی تقصیرات کی ہو

وہ ممیت قلب ہے اس حدیث سے یہ معلوم ہوا سو یہ بھی امر معقول ہے کہ غسالۂ مرض مین مرض کا اثر

قلب آکل پر پہونچیگا اور غسالۂ معاصی میت مین موت کا اثر ہوویگا جب مطلق صدقہ مین غسالۂ اقضا

یہان بھی وہی ہے پس ایسے طعام کی فقراء غیر بنی ہاشم کو اجازت ہے مگر علماء کو گو مکروہ نہین مگر

لایق بھی نہیں کہ اون کا قلب لطیف رہنا مناسب ہے بوجہ شرافت علم کے کہ فکر علم میں تکدر ہوتا ہے بسبب
کثافت ظاہری علماء کو زیادہ لایق ہے پس اس سے نہ صدقہ کرنا منع ہوا اور نہ صدقہ دکھانے کی
حرمت نکلی مگر مولف اپنی کم فہمی سے حیران ہوا اسحدیث کو خلاف احادیث ترغیب صدقہ کی سمجھے
اور بوجہ اس کے کہ میت و مریض بتا رہے ہیں اس طعام کو بھی حرام سمجھ لیا ہے پس اسکے رد کرنے لگے کہ ایسی
یہہ حرکت ہرگز حلال نہیں کہ اگر کسی جاہل کے ہاتھ میں کوئی حدیث آتی تو خود نہ وا سکو معنی
سمجھکر رد کرنے لگے فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون پس ظاہر ہو گیا کہ مولف کا یہہ قصد و اعتراض
اس حدیث سے تو مطلق صدقہ کی ممانعت ثابت ہوئی تو نون آدمی پیدا کئے ہوئے اس کے کہ اونکا
دماغ رد کیا جاوے محض کم فہمی ہے کہ مغز کلام کو نہ سمجھکر ایسی ہنوز حیثیتی حدیث میں کرتے ہے اور یہ
بھی معلوم ہو گیا کہ یہہ حدیث نوادر الفتاوی کی ہے اور مولف خود کہہ چکا کہ حدیث ضعیف پر بھی
عمل کرنا جائز ہے کہ یہاں آکر یہہ گستاخ کلامی شروع ہوئی اور معنی روایت نوادر ہشام کی یہہ ہیں
کہ جو طعام مردہ کے واسطے پکایا جاوے اسکی اجابت کرنا مکروہ ہے کیونکہ وہ طعام مکروہ ہے
کہ بروایت جریر ہیں اوسکو نیاحت کہا ہے پس حاصل استدلال یہہ تھا کہ اطعمہ سوم و چہلم وغیرہ سب
رسمی ہوتی ہیں صدقہ مراد نہیں ہوتا لہذا اوسکی اجابت مکروہ ہے اور مانعین بدعت ان سوم کو
اسی واسطے منع کرتے ہیں کہ صدقہ مقصود نہیں ہوتا مگر مولف نے مراد کو نہ سمجھے نفس روایت ہی کا اپنی
زٹل ماریجاتا ہے اور اربعین کی عبارت میں جو تصرف مولف نے کیا وہ آگے لکھا جاویگا الغرض
صدقہ کا غسالہ و سیاخ ہونا ثابت ہوا اور فقراء کو اوس کا کھانا حلال ہے مگر علماء کو اوس سے احتراز
اولی ہے خصوصاً جو صدقہ بصدد میت کیواسطے ہو کیونکہ اس میں تکدر ہوتا ہے اور تکدر
کوئی وجہ کراہت و حرمت کی نہیں شرعاً جیسا شکم سیر کھانا زیادہ سونا زیادہ کلام کرنا موجب تکدر
قلب کا ہی مگر حرام نہیں ایسا ہی یہہ طعام صدقہ ہے پس علماء کو حرام نہیں مگر احتراز اولی ہے یہہ مفہوم

سے کسی طرح سننے اور دیکھنے آتی ہیں - سیکڑوں برس کی کتابوں میں اون کا ذکر ہے پس یہہ لابد قرار داد علماء متاخرین اور صلحاء قدیم کا ہے البتہ جو وقت عوام اس سیوم میں بعض باتین خلاف شرع کرنے لگے اور سونے ایک وجہ خاص کے بسبب علما اسکو منع کرنے لگے چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ کا کلام شرح سفر السعادت میں صاف اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے - اور اون

اجماع تخصیص روز سیوم وار تکاب تکلفات دیگر و صرف اموال بے وصیت از حق یتامی بدعت است و حرام انتہی کلامہ ابن الہمام دیکھیے کہ اس کلام میں صحیح سبب و علت

حدیث کا ہوا بسنو کہ طعام میت وہ ہی کہ میت کیواسطے پکایا جاوے اگر بطور رسم کے ہو تو لا ریب
مکروہ ہے اور اگر صدقہ کی نیت سے ہو اور تعیین وقت اسمین کیا گیا تو بوجہ اس کراہت کی اوس مین
کراہت ہووے گی اور اگر دونون بات نہو تو اس صدقہ مین کراہت تو نہین مگر صدقہ کے وسخ کا اثر
اہیم ہوتا ہے پس اس صدقہ کی نسبت یہہ مضمون ہے جو حدیث نوادر مین وارد ہے اسی واسطے
مشائخ صوفیہ اس قسم کو صدقات کو نہین تناول فرماتے اگرچہ محل زکوٰۃ و صدقہ کے ہوتے ہین اس کے
بعد سنو کہ موتف نے عجب کاریگری کی ہے کہ اصل عبارت العین کی یہہ تہی در نوادر الفتاوی آورده
کہ اجابت کردن طعامیکہ از بہر مردہ ساختہ باشند مکروہ ہست سہ روزہ و ہفتہ و ماہیانہ و سالیانہ
وآن طعام علماء فضلاء را مکروہ ہست قال علیہ السلام طعام المیت یمیت القلب و طعام المریض یمرض
القلب و در نوادر ہشام آمدہ کہ مکروہ ہست اجابت کردن طعامیکہ بحسب روح مردہ کردہ باشند انتہی
اب غور کرو کہ یہانتک نوادر الفتاوی کی روایت تہی موتف نے حدیث کو اور نوادر ہشام کی عبارت کو
کہ آخر اس روایت نوادر کا تہا جدا کر کے ایک مستقل دلیل پنجم بنایا اور اول اس عبارت کو دلیل ششم
ٹہیرایا اور یہہ محض خطاء فہم موتف کی ہے ورنہ یہہ سب نوادر الفتاوی کی ہی عبارت تہی سو خیر جو اوسنے
کیا اپنی کم فہمی سے کیا کسیکو ضرر نہین پس اس نقص اور کم فہمی موتف کا جواب تو ہولیا اب دلیل ششم
مین باقی سنو **قولہ** دلیل ششم منع کی یہہ کہ مسائل العین الخ **اقول** اس طعام کی شرح تو پہلی دلیل
مین گذر لی اور نوادر الفتاوی کا مطلب اب سنو وہ کہتا ہے کہ جس طعام میت مین محض رسم اور
تعین ہو اور جس طعام میت مین کہ ایصال ثواب صدقہ اور تعیین ہو ان دونون طعام کی اجابت
کرنا مکروہ ہے چنانچہ فخر کے طعام کی اور طعام فساق کی اجابت مکروہ لکہی ہے سو اس مین بہی
کراہت تعیین کے سبب اجابت مکروہ ہے سکو پہر کہا وآن طعام مر علماء و فضلا را مکروہ ہست
یعنی اگرچہ سبکو مکروہ اوسکی اجابت ہے مگر علماء و فضلاء کو خصوصاً مکروہ ہے کیونکہ حدیث مین

بسبب طعام میت و مریض کو میت و مرض قلب فرمایا ہے تو علماء کو خصوصاً ایسے اطعمہ سے پرہیز کرنا چاہیئے
اور علم و فضل کی شان کے خلاف ہے کہ اوس طعام کو استعمال کریں مگر مولف صاحب فہم اوسکا بعید بعید سمجھ گئے
کہ خاص علماء کو مکروہ ہے اور اونکو درست ہے اور یہہ سطار فاحش تحفظ غفلت الفاظ سے ہے دیکھو
عوام کو تو کہا کہ اجابت کردن بہ طعام مکروہ کہ اعانت فعل مکروہ کی اور شرکت فعل مکروہ کی ہے
اور علماء کو کہا کہ یہ طعام مکروہ ہے یعنی اگر اتفاقاً ہم کو طعام بطریق ہدیہ کوئی دیوے تو نہ لیوین کہ اوس
طعام سے تکدر ہوتا ہے صدقہ نافلہ میں تکدر ہے مگر خاص میت اور مریض کے صدقہ میں زیادہ تکدر
ہے اور تعیین کی کراہت ہے تو عوام کو اجابت مکروہ ہوئی ۔ ہذا اگر وہ طعام صدقہ ہی سے ہے تو
اوسکا دینا درست ہے اور علماء کو خود صدقہ بھی اولی نہ تھا اب جو یہہ معصیت اوسکے ساتھ ہوئی تو اجابت
مکروہ ہی ہے اور اوس طعام کا کھانا بھی نہیں چاہیئے بعد اوسکے نوادر الفتاوی کی مگر مولف نے فہم
نے مخالفت کی اور عوام کو اجابت جائز کہنے لگا سبحان اللہ اب ہم کہتا ہوں کہ سب علماء شاہ ولی اللہ
سے لیکر بلکہ بزازیہ کے وقت سے یہ کہہ رہے ہیں کہ بعد اموات کے جو طعام کرتے ہیں رسم کا کھانا ہے
مکروہ ہے اور اب بھی وہم جہلہ سب طعام رسم کے ہیں اور مکروہ ہیں اور اگر صدقہ خالص اوسکے بلا تعیین
وقت کے ہو تو ہر گونہ درست مگر صدقہ کی وجہ سے علماء کو لائق نہیں اور جو کراہت تعیین کی اوسکے ساتھ
ہو جاویگی تو اگرچہ طعام صدقہ ہے اور ثواب پہونچیگا مگر اس فعل تعیین کی وجہ سے مکروہ ہوگا اور اجابت
بھی مکروہ ہوگی مگر افسوس کہ مولف نہیں سمجھتا اور یہہ جو مولوی محمد اسمعیل صاحب فرماتے ہیں اوہی
واقعی لائق ہے **قولہ** اس عبارت سے صاف ظاہر ہو گیا الخ **اقول** یہہ تو روز روشن صاف ظاہر تھا
مگر مولف کی فہم میں تکدر تھا اب بھی ذہن مولف کا صاف نہیں ہوا کیا جانتا ہے کہ یا تعیین بدعت
تعیین یوم کی سبب طعام کو مکروہ کہتے ہیں نہیں بلکہ اس فعل تعیین کو ہر حال مکروہ کہتے ہیں بسبب
تعیین کی اور طعام اہل میت کو اگر ضیافت برادری ہے تو مکروہ کہتے ہیں اور جو صدقہ ہو تو جائز لکھا

ہے اوسکو جائز بتلاتے ہیں مولف نہیں سمجھتا حالانکہ بار بار کہولکر کہا جاتا ہے اجابت طعام
ہے اور خود طعام شئے دیگر ہے در خانہ اگر کس است حرفے بس است پس اے خاتم کلام کا مولف
نے حق بات کو بار کر دیا مگر ہنوز فہم سے دور ہے تعیین کی خرابی اوس کے دل میں نہیں سمجھی حق تعالی
اوسکو ہدایت کرے **قوله** سوال تعین ایام کی کیا ثابت ہے جواب الخ **اقول** کلیات منقوله
اور جزئیات وکلیات فقه سے ثابت ہو لیا کہ تعیین اوقات کا بدعت ہے اور تغییر کرنا حکم شرع کا
ہے اور مولف بھی اسکو قبول کر چکا ہے اور بعض ان رسوم میں تشبہ کفار کا بھی ہوتا ہے
اور یہ بھی مولف کو نزدیک مسلم ہے کہ تشبہ انکا منع ہے تو سرتا پا مجموعہ بدعت و ضلالت اور [illegible]
ہوا انکا ثابت ہو لیا اب اسکی جواز وا باحت کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی اور ہرگز کسی عالم دین کو اجازت
نہیں کہ اوسکو جائز رکھے اور ہرگز کسی عالم نے ان تعینات کو جائز نہیں کیا بلکہ ہر روز مخالفت
کرتے چلے آئے ہیں بزازیہ اور منہاج اور فتح القدیر اور دیگر کتب سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تعینات
کو منع کرتے رہے چنانچہ روایات ان کتب کی اسی رسالہ میں آتی ہیں اگر مولف کو فہم ہو تو کیا
علاج کیا جاوے اور بوجہ بے رغبتی عوام کے خیرات ہی ہرگز بدعت کا اجراء باجازت امر مباح
شرعیہ کی درست نہیں موقف اپنی بدعت کو جائز کرنے کے لیے علما کو بدنام کرتا ہے اور موقف حضور نے
قواعد شرعیہ ہی سے ایجاد بدعت کا ہرگز ہرگز رغبت دلانی امر مستحب کیواسطے روا نہیں ہے جو فخر عالم علیہ السلام
اس سے تحذیر فرما چکے ہیں لقوله وایاکم ومحدثات الامور اور بہت احادیث جو بدعت کی تقبیح اور
امتناع میں وارد ہیں اور یہ مسلم تمام امت کا ہے کہ ایصال ثواب فقط مستحسن یا مندوب ہے نہ
سنت موکدہ نہ واجب پس ترغیب مستحب کیواسطے احداث بدعت کس عاقل متدین کا کام ہے اور
کون عالم ذی فہم اسکو جائز کہہ سکتا ہے ہاں جاہل جو چاہے کہے خود فقہاء لکھتے ہیں کہ اگر کبھی سنت
کی ادا سے بدعت لازم آوے تو سنت بھی ترک کر دیوے شامی نے بحر الرائق سے نقل کیا لانه اذا

اومختلف فیہ مسئلہ تو یون بھی بلاضرورت جائز ہوجاتا ہے پس کس قدر بے علمی ہی استغفر اللہ تعالےٰ **قولہ** اور اذان کے بعد تثویب الخ **اقول** تثویب کو جو متاخرین نے مستحسن کہا ہو تو اوسکو بدعت حسنہ کہا ہی اور معلوم ہوچکا کہ بدعت حسنہ ملحق بالسنۃ ہے اور فی الواقع وہ بدعت ہی نہیں پس اوسکو احداث کی یہہ معنے نہیں کہ بعد قرون ثلثہ کے کسینے ایجاد کیا بلکہ وہ موجود اون قرون مین تہے اب اوسکو رواج ہوگیا کیونکہ بعد اذان کے قبل اقامت حضرت بلال فخر عالم علیہ السلام کو اطلاع کرتے تہے اور حضرت عثمان رضی نے روز جمعہ کے دوسری اذان قائم کی تہی سو تثویب فی الواقع سنت ہوئی مگر یہہ اوسوقت تک سنت تہی کہ توانی کی رفع تہی اور جب اس سے اور کاہلی بڑہی جیسے اس زمانہ مین کہ اذان کا کچھہ اعتبار ہی نہین رہا تثویب پر طلب سمجھتے ہین اور بعد تثویب کے قصد صلوٰۃ کا ہوتا ہے تو پھر یہہ بدعت ضلالہ ہوگئی بہرحال یہہ نظیر مولف کی بھی لغو ہے کیونکہ کلام ایجاد و ابداع اون چیزون مین ہے کہ منصوص ہوا اور بدعت ضلالہ اور یہان تثویب مین جو نظیر ہے تو اوس کی ہے کہ اصل اوسکی ثابت ہی اور سنت ہی سو اس نظیر کو یہان لانا خود دلیل کم فہمی کی ہے **قولہ** جس حکم کا تکلیف الخ **اقول** جس حکم مین کراہت یا استحباب وغیرہ ہوتا ہے اوس غیر کے رفع سے حکم بدلجاتا ہے اوس کو اصطلاح شرع مین انتفاء حکم بانتفاء العلت بولتے ہین پس وہ امور در اصل مباح ہوتے ہین عروض کسی حکم سے وہ مکروہ یا غیر اوس کی ہوجاتے ہین اور بعد رفع اوس عارض کے وہ حکم بدلجاتا ہے جیسا عورتون کا مسجد اور عیدگاہ مین حاضر ہونا کہ قرن فخر عالم علیہ السلام مین جائز تہا اور پھر اونکی قرن صحابہ مین منکر ہوگیا بسبب فتنہ کے مگر بدعت کا احداث ہرگز جائز نہین ہوتا کسی وجہ سے یہہ بھی لاعلمی مولف کی ہے قواعد دینیہ سے **قولہ** ایک وہ وقت تہا الخ **اقول** قران کی حفاظت والبقاء فرض تہی پس اوسکی حفظ کی یہی سبیل تہی اسواسطے ضرور ہوئی اس مین بھی کسی بدعت کا ایجاد نہین بلکہ پہلے کراہت بسبب اسکے تہی کہ مصحف کو سب شے غیر قران سے خالی رکھنا چاہیے

نقول بن مسعود جردوا القران الخ اور اوسکی وجہ یہہ تہی کہ قران مین کچھہ اور شئے مخلوط نہو جاوے
ہرگاہ یہہ خدشہ رفع ہوگیا اور حفظ و تسہیل تعلم بدون ان امور کے دشوار ہوا تو حکم کراہت کا بسبب
انتفاء علت کے مرتفع ہوگیا اور بسبب ضرورت کے واجب ہوگیا بہر حال ایجاد بدعت یہان بھی ہرگز نہین
کاش مولف کو کچھ بھی حلم ہوتا **قولہ** اور اسیطرح مساجد کی زینت الخ **اقول** اس رائے پر
زینت مساجد کی بوجہ ازالہ تشنیع اسلام کے ہے اور رفع تشنیع اسلام کا فرض ہے اس مین بھی کوئی
ایجاد بدعت کا نہین مگر ایصال ثواب تحت ہے اس کی رفع سے کوئی اسلام و دین مین نقصان نتہا
تعیین مطلق کی اور تحدید اوقات غیر محدودہ کی تعدی حدود اللہ تعالی سے ہے اور بدعت ضلالۃ
واسطے مندوب کے واسطے یہہ ہرگز حلال نہین کاش مولف کو کچھ بھی سمجھہ ہوتی تو ایسے نااہل کلام
نکرتا اور مولف مولوی عبد الخالق پر کثرت بردم جو ایک زینت کی ہیئت سے طعن کرتا تھا
بوجہ ضرورت وہی امور جائز ہوگئے مگر درست ہے کہ یہہ مخالفت بسبب تبدل وقت کی سرزد ہوئی
یہان مولف کو اعتراض کی ضرورت تہی یہان جواز کی حاجت ہوگئی یہہ بسبب تعارف اقوال کا ہوا
آپ نہ سمجھنے کو شوم ہو **قولہ** رسالہ انتباہ کی شروع مین الخ **اقول** شاہ ولی اللہ صاحب یہہ فرماتے
ہین کہ طرز اشغال گو متقدمین سے لیکر آجتک بدلتے چلے آتے ہین اور نسبت کا رنگ بھی بدلتا
رہتا ہے مگر اصل مطلق واحد ہے لہذا تسلسل مین فرق نہین آیا پس وہ سب طرز اشغال و کیفیت
مسنونہ طریقہ تہا اوس مین کوئی تعیین و تحدید بدعت نتہی سو اوس سے حجت لانا نہایت بعد سے
فہم مطلب شاہ صاحب سے معاذ اللہ وہ تعیین کہ بدعت ہو ہرگز مراد نہین اور نہ کسی اہل دین سے اوس کی
اجازت ممکن ہے مگر مولف کی فہم کا نقصان ہے پس یہہ قاعدہ خوب محفوظ رہے کہ اگر کوئی تجدید و تعیین
در ضمن سنت مین ہی واقع ہووے جائز ہی اور جو وہ تجدید حادث ہو جاویگی جسکو شرع مین بدعت
کہتے مین وہ ہرگز درست نہووےگی اگرچہ کوئی آرے صراط مستقیم کے اشغال کی تجدید بھی اسی قسم

۱۳۳

سنت کی تھی کہ پہلے اشغال بھی مسنونہ تھے اور اب بھی بطرز مسنونہ ہی ہین بس یہہ مولف انوار ساطعہ کا چند اقوال جہلون سے نقل کرتا ہے گو بالکل بےمعنی و بےمحل با فہم آمیختا ہے کہ ہرگز مطلب نہین سمجھتا محض ناواقف ہے اور اسکی یہہ سب کلام لایعنی لغو ہے اور اپنے جہل مرکب کا خطرہ بالکل خلق کو ترغیب ضلالت مین ڈالتا ہے حق تعالی اوسکو فہم دیوے تا کہ صورت ہدایت کی دیکھے **قولہ** جب یہہ مسئلہ محقق ہوگیا الخ **اقول** اب یہان سے مولف نے اپنی عقل خام کی تقریر تام شروع کی ہے اس کے فقرہ فقرہ کے ابطال مین بحث درد سری اور وقت ضائع کرنا ہے کیونکہ اثبات مدعی شرعی کا دلیل شرعی سے ہوتا ہے نہ ہر کلام لاغی سے سو جو روایات و عبارات مولف نے اپنے اس رسالہ مین معتبرین سے نقل کین با پنے زعم مین اپنی مدعی جانکر تو اوسکا رد ہو چکا اور یہہ کلام بے سرو پا نتیجہ فکر مولف ہے مسائل شرعیہ ایسے کلمات فضول سے ثابت نہین ہوتے اوسکا جواب بالکل فضول ہے یہہ امر محقق ہے کہ نصوص و فقہاء کے مقابلہ مین ایسی عقلیات مثل قابل التفات نہین اور بدعت کا ایسے متوہمات ہزلیات سے درست نہین فقیہ ابو اللیث کا مدعا اس عبارت سے یہ ہے کہ کوئی عمل صالح کرتا ہوا اور اوس مین اوسکو اندیشہ ریاء کا ہو تو تا ہم ترک نکرے کہ اگر کچھ ریا سے ہوجاوے تو وہ بھی خالی نفع سے نہوگا مولف نے نہین سمجھا اور یہہ تجویز اپنے دل سے کرلیا کہ مراد یہ ہے کہ عمل ریا سے بھی کرلیا کرے تو فائدہ سے خالی نہین معاذ اللہ اگر یارب شرک وارد نہو اسکی اجازت مولف ہی کا کام ہے نہ ابو اللیث کا اور فرق ہے اسمین کہ خالصا لوجہ اللہ شروع کرے اور ریاء کا اندیشہ و خطرہ ڈالکر شیطان ترک کرانا چاہے تو اوسکو کیے جاوے چھوڑے اور اس مین کہ ریاء سے ہی شروع کرے سو فقیہ نے قسم اول کو کہا ہے کہ خدشہ ریاء کے خطرہ سے ترک نکرنا چاہیے اور یہہ تعلیم دیدی کہ آخر مرائون کے کام مین بھی خلق کو نفع ہوا مولف کو فہم ملا ہو سے تو کام ہوتا ہی نہین اپنے فہم پر پاؤن باندھکر خوش ہونے لگتا ہے اور تقریر مسلسل جان کر تبختر کرتا ہے اور نہین جانتا

اس رسالہ کا ہوا اور مراد خاص اور مطلوب اعلیٰ موئلف کا یہی نور ہے پہلا دو نور اسکی ہی تمہید اور اسکی ہی تحقیق کیواسطے تھے اور نور ثالث میں بھی اسکا ہی اثبات مدِ نظر اصلی تھا پس مایۂ علم و عمل و سرمایۂ تمام عمر یعنی غایت قصویٰ موئلف کا یہی ہے چونکہ موئلف نے اپنے نزدیک کوئی تحقیق نہیں کہ اس میں نہ لکھی اور کوئی اعتراض نہیں جو اوس میں اسکا جواب نہیں لکھا اور فتویٰ جو ورقہ جو تھا تو اوسکو موئلف نے سب اس رسالہ میں نقل کر دیا ہے مگر دوسرا فتویٰ جسکو موئلف نے جو بیس صفحہ نام رکھا ہے اس میں درج نہیں کیا مگر اوسکی عبارات پر جواب و اعتراض ہیں لہذا مناسب سمجھا گیا کہ اول ان فتاویٰ کو بھی نقل کر دیا جاوے تا ناظر اوسکو دیکھکر اعتراض و جواب موئلف کا خوب سمجھ لیوے اور بیچ اوسکے رد کی کیفیت سے مطلع ہو **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** **سوال** مجلس میلاد شریف بکدام طریق جائز است و بکدام صورت ناجائز بطور اری و دریا و بیان باید کرد **جواب** ذکر ولادت شریف پیغمبر ما صلی اللہ علیہ وسلم بروایات صحیحہ در اوقاتیکہ از وظائف واجبہ خالی باشد بکیفیاتیکہ خلاف طریقہ صحابہ و اہل قرون ثلثہ نباشد و بعقائدیکہ توہم شرک و بدعت اندران گنجایش نباشد و بآدابیکہ مخالف سیرت صحابہ کہ از مصداق ما انا علیہ و اصحابی بیرون نرود و بمجلسیکہ خالی باشد از منکرات شرعیہ باعث خیر و موجب برکت است بشرطیکہ بصدق نیت و اخلاص باشد و در عقیدہ از جملہ اذکار حسنہ و مندوبہ غیر مقید بوقت من الاوقات باشد پس کسی را از اہل اسلام نشاید کہ این صنیع را غیر مشروع و یا بدعت پندارد واللہ تعالیٰ اعلم آری بعض اوقات التزام بعض امر مستحب چنان کردہ میشود کہ عملاً بصورت واجب می نماید و با اینہمہ اگر اعتقاد و عملش بوجوب آن نیست در حق او بدعت نخواہد شد لیکن ہرگاہ کہ این چنین امر بوجہ اصرار و تکرار بار بار باعث لزوم در اعتقاد عوام می گردد پس اکنون ترک آن مستحب است چہ جائیکہ اکثر عوام و بعض علماء علوم الدنیا کہ از حقیقت سنت و بدعت حظ وافر ندارند آن مستحب را مثل واجب در عمل آرند بلکہ تارکش را در اعتقاد خود بدتر از ان شمارند کہ تارک جماعت صلوٰۃ باشد

ویس وپیش عوام بدعت مذموم شرعی دانند درین وقت لازم است که این مستحب را ترک کند ویجای آن بدیگر وظیفه

مستحبه عملی از اعمال شرعیه مسنونه مثل صلوٰة وسلام بر نبی علیه السلام وتسبیح وتقدیس وتهلیل وغیره از نوافل

صلوٰة وصوم واذکار بخلوت مشغول شوند چنانچه در حدیث صحیح وغیره از عبد الله بن مسعود رضی الله

عنه که از اجله صحابه وملازم صحبت وخدمت رسول الله صلی الله علیه وسلم در حضر وسفر وپیشوای فقراء صحابه

بود اند ودر مذهب حنفیه استدلال بقول وفعل او شان اکثر است مرویست لا یجعل احدکم للشیطان شیئا

من صلوته یری ان حقا علیه ان لا ینصرف الا عن یمینه لقد رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم کثیرا

ینصرف عن یساره متفق علیه اورده فی المشکوٰة فی باب الدعاء فی التشهد قال صاحب المجمع فی صفحه

۴۴۴ واستنبط منه ان المندوب ینقلب مکروها اذا خیف ان یرفع عن رتبته قال الطیبی شارح المشکوٰة

فی شرح الحدیث المذکور فیه ان من اصر علی امر مندوب وجعل عزما ولم یعمل بالرخصة فقد اصاب

منه الشیطان من الاضلال فکیف من اصر علی بدعة او منکر انتهی یعنی فعل مستحب را واجب والسنن

بدعت سیئه است. اگر از بجا آوردن مستحب در عقیده عوام وجوب متصور گردد ترک آن مستحب است

وانهم درصورتیکه کدام تقیید غیر مشروع یعنی قیدیکه از طرف شارع مقید بآن نباشد زاید کرده شود واگر

زایده کرده شود یعنی مطلق را مقید کرده آید یا مقید را مطلق کنند یا چیزیکه بالای حدیکه در شرع ثابت

گشته افزون نمایند گو زیادة فی نفسه مستحب باشد یا مباح این هم از بدعات است چنانچه در مشکوٰة

فی باب العطاس آمده عن نافع ان رجلا عطس الی جنب ابن عمر قال الحمد لله والسلام علی رسول

الله قال ابن عمر وانا اقول الحمد لله والسلام علی رسول الله ولیس هکذا علمنا رسول الله صلی الله

علیه وسلم علمنا ان نقول الحمد لله علی کل حال رواه الترمذی پس کلمه والسلام علی رسول الله من جمله

مستحبات مقصوده واعمال فاضله است لیکن چونکه با وظیفه عطس زاید کرد عبد الله بن عمر بر آن

انکار کرد پس انعقاد مجلس میلاد باین حیثیت که از ایه متعارفه یعنی حاضر آوردن شیرینی وارتکاب تکلفات

۱۳۷

از فرش و بساط و چراغ و قنادیل وغیرہ آلات روشنی زائد علی الحاجت و اجتماع صغار و کبار بلکہ زنان و امرد

خواندن اشعار بسرود و تغنی و روایتہای بی اصل موضوعہ و مبالغہ در جہر وقت خواندن صلوٰۃ و تسلیم تداعی

بہر سو ناکس بلباسہای غیر مشروعہ و ریشہای محلوقہ و با اینہمہ منکرات آن مجلس را مولود نام نہادن بلکہ

محفل نعل وعرج بہ فتوح حضرت علیہ السلام بنداشتن مشابہت حرکات ناشایستہ رفضہ فسقہ کہ تمثال

روضہ و قبہ حضرت حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ساختن و آنرا مہبط ارواح امامین مرحومین تصور کردن

و زیارت تعزیہ را زیارت حضرت حسنین قرار دادن و مثل مرثیہ خوانان حوالی و سلامی مقرر نمودن مستبعد

از طریقہ سنت سنیہ است و بکید شیطان مغتر بودن اما ذکر خالص احوال برکت اشتمال آنحضرت

علیہ السلام بطریق مشروع و درود فرستادن بروح پاک آنحضرت و بیان صفات و کمالات آن

سرور کائنات موجب کثرت برکت و فراوان رحمت و مثمر خیرات دارین و منتج رفعت درجات نشاتین

است رزقنا اللہ تعالیٰ و جمیع المؤمنین ببرکت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم و صحبہ اجمعین

آمین و قیام عند ذکر الولادت ثبوت آن بزمانہ صحابہ و تابعین و تبع تابعین و ائمہ مجتہدین اصلا نشد

و در زمان حیات آن سرور علیہ السلام صحابہ برای آنحضرت قیام نمیکردند بوجہ آنکہ حضرت را خوش نمی آمد

چنانچہ در ترمذی مطبوعہ دہلی صفحہ ۱۱۲ وارد است عن انس قال لم یکن شخص احب الیہم من رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم و کانوا اذا راوہ لم یقوموا لما یعلمون من کراہیتہ لذلک و قال ہذا حدیث حسن صحیح

و بعد وفات آنحضرت وجود قیام وقت ذکر ولادت شریف در قرون ثلثہ ثابت نیست پس قیام کردن

وقت ذکر ولادت شریف امر محدث است لا اصل لہ در سیرت شامی آوردہ جرت عادۃ کثیر من المحبین

اذا سمعوا ذکر وضعہ علیہ السلام ان یقوموا لہ تعظیما و ہذا القیام بدعۃ لا اصل لہ انتہی و نیز باید دانست

کہ آنانکہ قیام می نمایند برای تعظیم سید المرسلین نمی کنند بلکہ یکی از لوازمات و شعار مجلس معہودہ محدثہ

است چہ اگر برای تعظیم آنحضرت میکردند موقوف بذکر ولادت نبودے بلکہ ہر گاہ کہ ذکر شریف آوردن

حضرت در مسجد دیا در کدام مجلس یا کہ وقت قدوم شریف حضرت از سفر وہ درج وغیرہ مقامات آمدے قیام می کردند چہ زمان نوبت افضل تر از زمان ولادت بود علاوہ ازین قیام وقت ذکر ولادت ہم مطلقاً معمول نیست بلکہ مقید است بانکہ مجلسی باشد کہ آنرا مجلس مولود نامند و لوازمات وہیئت مجلس دران مرعی و ملحوظ باشند آنوقت قیام ضروری است و الا لا مثلا واعظے بر منبر نشستہ بمجلس وعظ ذکر ولادت شریف بیان کند کسی را از سامعین بخیال قیام ہم بخاطر نخواہد گذشت چہ جای قیام پس ہویدا است کہ قیام بنا بر اعظام خیر الانام نیست بلکہ از شعار و لوازم مجلس است فقط و اہتمام مجلس تا بحدیکہ اہتمام نماز جماعت بلکہ نماز جماعت را و بعض ایشان نفس صلوٰۃ را ہم گذارند لکن حضور مجلس مذکور را واجب تر از نماز دانستہ اینہمہ از خواہشہای نفسانیہ سرزدمی شوند الا ماشاء اللہ تعالیٰ و حضور صبیان و نسوان و فساق تارک صوم و صلوٰۃ و تماشا گاہ از کثرت قنادیل وغیرہ آلات روشنی و فرش نفیسہ و گلدستہ ہای عجیبہ ساختن و تلاش خوانندہ خوش آواز گو امرد حسین باشد و غزلہا و اشعار بسرود و نغمہ خواندن این چنین مجالس در زمان صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین گاہی یافتہ نشدہ حاشا و کلا بلکہ چنین مجالس صادق می آید الذین اتخذوا دینہم لعبا و لہوا و غرتہم الحیوۃ الدنیا نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا اللہم اجعلنا من التوابین و من المتطہرین الذین لا خوف علیہم و لا ہم یحزنون بحرمۃ النبی الامجد و آلہ الامجد بیدک الخیر و انت علی کل شئی قدیر اللہم ارنا الحق حقا و الباطل باطلا آمین حررہ احمد علی سہارنپوری **استفتاء** جو استفتاء کہ مولانا مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی سے درباب عدم جواز قیام مجلس میلاد شریف کے کیا گیا اوسکی نقل بعینہ مع سوال کے کیجاتی ہے **سوال** مجلس مولود میں وقت ذکر پیدائش حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تعظیماً اُٹھ کھڑے ہونیکا رواج اسوقت میں جو ہو رہا ہے اس کھڑے ہونیکو واجب سمجھنا درست ہے یا نہیں اور اگر واجب نہیں ہے تو واجب کا فتوی دینے والا گنہگار ہے یا نہیں اگر ہے تو کس حد کا ہے؟

۱۳۹

الجواب وقت ذکر میلاد کے کھڑا ہونا قرون ثلثہ مین کہین ثابت نہین ہوتا جناب فخر عالم علیہ السلام کی سیر اور حالات اون قرون مین بطریق وعظ و تدریس و مذاکرہ و تحدیث ہزارہا بار ہوتا تھا مگر کسی روایت مین ثابت نہین کہ بوقت ذکر ولادت کوئی کبھی کھڑا ہوا ہو یا کہین فخر عالم علیہ السلام نے اسکا استحباب یا ادب کچھ کسیطرح ارشاد فرمایا ہو یہہ بات کہ خود جناب علیہ الصلوۃ والسلام کیواسطے کوئی کھڑا ہوا خارج بحث ہی اور اسکا قیاس اوسپر محض جہالت ہی کلام ہمین ہے کہ آپکی ذکر ولادت پر جیسا معمول سفہاء زمانہ کا ہے کہین ثابت ہووے سو یہہ ہرگز ثابت نہین ہوسکتا پس اولاً تو یہی تحقیق اسکی بدعت غیر اصل ہونیکو کافی ہے اور جب اوسپر اسقدر غلو ہے کہ عوام جہال اوسکو واجب جاننے لگین اور تارک پر ملامت کرین تو خواہ مخواہ منکر اور بدعت سیئہ ہوجاویگا یہہ تو ایک امر محدث ہے اگر کسی امر ثابت جائز کو بھی عوام واجب سمجھنے لگین وہ بھی ناجائز منکر ہوجاتا ہے عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ لا یجعل احدکم للشیطان شیئا من صلوتہ یری ان حقا علیہ ان لا ینصرف الا عن یمینہ لقد رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثیرا ینصرف عن یسارہ متفق علیہ و قال العلی القاری فی شرح المشکوۃ فی شرح ہذا الحدیث من اصر علی امر مندوب وجعلہ عزما ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال فکیف من اصر علی بدعۃ ومنکر انتہی اور فتاوی عالمگیریہ مین ہے وما یفعل عقیب الصلوۃ مکروہ لان الجہال یعتقدونہا سنۃ او واجبۃ وکل مباح یؤدی الیہ فمکروہ انتہی - پس اولاً تو یہی ثابت ہوگیا کہ اس قیام کا ثبوت ہی کہین احادیث یا آثار صحابہ سے قولاً و تقریراً و فعلاً ہرگز کہین نہین ہوسکتا تو یہہ امر محدث ہے ثانیاً اگر فرضاً کچھ ہو بھی جاوے تو واجب سنت مستحب تو کسیطرح نہین ہوسکتا کیونکہ واجب وہ عمل ہی کہ نص قطعی الثبوت ظنی الدلالۃ سے ثابت ہو یا ظنی الثبوت قطعی الدلالۃ سے ثابت ہووے اور بیان قیام کے باب مین کوئی نص ہی نہین نہ قوی نہ ضعیف اور سنت اوس حکم کو کہتے ہین کہ مواظبہ علیہ السلام کی

یا خلفاء راشدین کی اوسپر ثابت ہووے اور قیام کے بابمین جب کچھ ثبوت ہی نہین اور فعل
سے ایک بار بھی نہین تو سنّت تو کیا مندوب و مستحب بھی نہین ہو سکتا نہایت الامر اگر کوئی عذر ہی
ہے تو جواز و اباحت تک نوبت آویگی مگر مباح کو سنّت و واجب جاننے سے پھر بدعت و منکر ہو جاویگا
جیسا کہ قول ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ اور ملّا علی قاری رحمہ اللہ تعالی اور روایت عالمگیری سے
ثابت ہو گیا بہر حال اس قیام کو واجب کہنا حرام ہے اور کہنے والا فاسق مرتکب کبیرہ کا ہے کیونکہ جس فعل
کو شارع منع فرماوے وہ اوسکو واجب کہتا ہے تو محض مخالفت شریعت غرّا کی ہوئی قال اللہ تعالے
ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الہدی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولی ونصلہ جہنم
وساءت مصیرا الآیہ الحاصل قیام وقت ذکر ولادت کی یا یہہ وجہ ہے کہ یہہ لوگ کسی روایت موضوعہ
کو سند جواز کرتے ہین یا کسی قول یا فعل کسی بزرگ سے متمسک ہوے ہین سو معلوم ہو چکا کہ موضوعات
اور اقوال و افعال بزرگان سے ندب و جواز ثابت نہین ہوتا جبتک کوئی دلیل شرعی نہووے تو ایسی
صورت مین ہرگز ندب وغیرہ کا ثبوت نہین اور جو بزعم خود وہ ثابت جانتے ہین تو تاہم در صورت
واجب و موکد جاننے کی بدعت ہو جاویگا یا یہہ وجہ ہے کہ روح پاک علیہ السلام کی جو عالم ارواح سے عالم
شہادۃ مین تشریف لائی اوسکی تعظیم کو قیام ہے تو یہہ بھی محض حماقت ہے کیونکہ اس وجہ مین قیام کرنا
وقت وقوع ولادۃ شریفہ کے ہونا چاہیئے اب ہر روز کونسی ولادت مکرر ہوتی ہے پس یہہ ہر روز
اعادہ ولادت کا تو مثل ہنود کے کہ سانگ کنہیا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہین یا مثل روافض کے
کہ نقل شہادت اہل بیت ہر سال بناتے ہین معاذ اللہ سانگ آپکی ولادت کا ٹھہرا اور خود یہہ حرکت
قبیحہ قابل لوم و حرام و فسق ہے بلکہ یہہ لوگ اوس قوم سے بڑھکر ہوئے وہ تو تاریخ معین پر کرتے ہین
یہان کوئی قید ہی نہین جب چاہین یہہ خرافات فرضی بناتے ہین اور اس امر کی شرع مین کہین
نظیر نہین کہ کوئی امر فرضی ٹھہرا کر حقیقت کا معاملہ اوسکے ساتھ کیا جاوے بلکہ یہہ شرع مین حرام ہے

لہذا اس وجہ سے یہہ قیام حرام ہوا اور موجب تشابہ کفار یا فساق کا ٹھرایا یہہ وجہ سے کہ ان مبتدعین کے زعم فاسد مین یعنی موقع پر فتوح اس مجلس پر اشترو معاصی او غیر مشروعات اور مجمع فساق وفجہ و بعض بدعات دشرو مین تشریف لاتی ہے معاذ اللہ تو اگر یہہ عقیدہ ہے کہ آپ عالم غیب ہین تو یہہ عقیدہ خود شرک ہے قرآن مین ہی وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمہا الا ہو الآیہ ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء الآیہ پس باین عقیدہ قیام کرنا خود شرک ہوگیا اور جو عالم الغیب نہین کہتے مگر دوسری دلیل وحجت تشریف آوری کی ہے تو خوب سمجھ لو کہ باب عقاید مین نص قطعی واجب ہے احاد و ظنیات پر عقیدہ کا ثبوت ہرگز نہین ہوسکتا چہ جائیکہ ضعاف و موضوعات تو باب تشریف آوری مین کونسی روایت قطعی ہے جسپر یہہ عقیدہ کیا جاوے تو پس یہہ عقیدہ محض تخمین ہوا و کید شیطان ہے ایسی صورت مین یہہ قیام باین عم گناہ کبیرہ ہوویگا الحاصل یہہ قیام صورت اولی مین بدعت و منکر اور دوسری صورت مین حرام و فسق اور تیسری صورت مین کفر و شرک پہلی صورت مین اتباع ہوائے و کبیرہ ہوتا ہے پس کسی وجہ سے مشروع وجائز نہین پھر اوسکو واجب کہنا گویا مخالفت شارع کی کرکے کافر و فاسق ہونا ہے سبحانہ اللہ تعالی منہ واللہ تعالی اعلم او ضمن تقریر سے اہل فہم کو یہہ بھی واضح ہوگیا کہ خود یہہ مجلس میلاد ہماری زمانہ کی بدعت و منکر ہے اور شرعاً کوئی صورت جواز اوسکی نہین ہوسکتی واللہ الہادی الی سبیل الرشاد فقط کتبہ الراجی رحمتہ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

اب بعد نقل ہر دو فتوی کے ناظرین غور سے ملاحظہ فرماوین کہ مولوی احمد علی صاحب مرحوم نے اصل ذکر مولود کو مستحسن فرمایا ہی کلام قیود مین ہے کہ ان قیود کی ضم سے مجموعہ مکروہ و بدعت ہوجاتا ہے اور فتوی مولوی رشید احمد صاحب مین بھی مجلس مولود مروجہ کو بدعت و منکر لکھا ہے لہذا اس کا خیال رہے کہ جو روایت مولف استحسان مولود کی لکھیگا وہ ہرگز مانعین کا جواب اور مولف کے مقصود کو نافع نہوویگی اور جو ان قیود کے اثبات مین کچھ نقل کریگا تو وہ البتہ قابل التفات ہوویگی

کیونکہ موءلف کی عادت اول رسالہ سے یہانتک خوب معلوم و محقق ہوچکی ہے کہ وہ نہ سوال سائل کو سمجھتا ہے کہ کس چیز کا وہ سائل ہے اور نہ مجیب کے جواب مین غوض کرتا ہے کہ کیا حاصل جواب ہے اور نہ روایات وعبارات علماء کو فکر کرکے سمجھتا ہے کہ کیا مراد اوسکی ہے اور نہ یہ تامل کرتا ہے کہ مجکو کس شی کا اثبات مقصود ہے اس روایت وعبارت سے اوس کو مناسبت ہے یا نہین کیا اثبات کرنا چاہیئے تھا اور کیا اثبات کرتا ہون اور یہ نہایت کم فہمی کی بات ہے لہذا ناظرین غور فرماوین کہ قیود کے اثبات مین جو کچھ لکھیگا وہ تو قابل نظر و کلام کے ہووے گا اوسکو رد کیا جاویگا اور نہ اصل فعل مولود کو کوئی مانع نہین اوس کا جواب کی راقم کو ضرورت نہین گو اوسکی خطا فہمی مین کلام کیجاوے کچھ غرض بعید نظر ہے اور قبل شروع رد کلام موءلف کی بندہ راقم ایک عبارت شرح منیہ کی جسکی نقل پہلی بھی بحث سیوم مین ہوچکی ہے نقل کرتا ہے کہ اوسکو نہایت مناسبت اس محفل مولود سے ہے اور اوس سے کراہت اس مجلس کی واضح ہوجاتی ہے لکھ دیتا ہے وہ بھی موءیدان فتاوی مندرجہ بالا کی ہے صلوة الرغائب ایک نماز نفل ہے کہ بعد چارسو برس کے حادث ہوئی اور ایسا ہی صلوة شب برات اونکی کراہت مین شارح منیہ بعد بیان کرنے نوافل مستحبہ کے لکھتا ہے ولعید

ذلک فی الصلوة خیر موضوع ما لم یلزم منہ ارتکاب کراہة اعلم ان النفل بالجماعة علی سبیل التداعی مکروہ علی ما تقدم ما عدا التراویح وصلوة الکسوف وصلوة الاستسقاء فعلم ان کلا من صلوة الرغائب لیلة اول جمعة من رجب وصلوة البراءة لیلة النصف من شعبان وصلوة لیلة القدر لیلة السابع والعشرین من رمضان بدعة مکروہة وقال ابو الفرج بن الجوزی وابوبکر الطرطوسی صلوة الرغائب موضوعة علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکذب علیہ وقد ذکروا الکراہتہا وجوہا منہا فعلہا بالجماعة وہی نافلة لم یرد بہ الشرع ومنہا تخصیص سورة الاخلاص والقدر ولم یرد بہ الشرع ومنہا تخصیص لیلة الجمعة دون غیرہا وقد ورد النہی عن تخصیص یوم الجمعة بصیام ولیلة بقیام ومنہا ان الجماعة

١٤٣

يعتقدونها انها سنة من سنن النبي صلى الله عليه وسلم فيكون فعلها سببا لكذبهم عليه عليه السلام قلت بل كثير من العوام ببلاد الروم يعتقدونها فرضاً وكثير منهم يتركون الفرائض ولا يتركونها وهو المصيبة العظمى ومنها ان فعلها يغري قاصدي وضع الاحاديث بالوضع والافتراء على رسول الله صلى الله عليه وسلم ومنها ان الاشتغال بعدد السور مما يخل بالخشوع والتدبر وهو مخالف السنة ومنها ان في صلوة الرغائب مخالفة السنة في تعجيل الفطر ومنها ان سجدتيها مكروهتان اذ لم يشرع التقرب بسجدة منفردة بلا ركوع غير سجدة التلاوة عند ابي حنيفة ومالك وعند غيرهما غيرها وغير سجدة الشكر ومنها ان الصحابة والتابعين ومن بعدهم من الائمة المجتهدين لم ينقل عنهم بان الصلوتان فلو كانتا مشروعتين لما فاتتا عن السلف انما حدثتا بعد الاربعمائة وليس لاحد ان يستدل على شرعيتهما بما روي عنه عليه السلام انه قال الصلوة خير موضوع فان ذلك يختص بصلوة لا تخالف الشرع بوجه من الوجوه وقد صح النهي عن الصلوة في الاوقات المكروهة انتهى۔ پس غور کرنا چاہیے کہ نفس ذکر مولود مندوب و مستحسن ہی کیوں نہ ہو مگر صلوۃ نفل اوس سے اعلی اور افضل ہے کہ عمدہ عبادات اور افضل القربات اور خیر موضوع ہے مگر با اینہمہ بوجہ تداعی و اہتمام کے کہ اسمین مشروع نہین بدعت لکھی ہین یہان ذکر مولود مین بھی گو مندوب ہے مگر تداعی و اہتمام اوسکا کہین سلف سے ثابت نہین بدعت ہوویگا البتہ وعظ و درس مین تداعی ثابت ہی کیونکہ وہ فرض ہے جیسا فرائض صلوات مین تداعی ضروری ہے اور تعیین سور کا اس صلوۃ مین بدون ورود نص کے بدعت لکھا ہے سو مولود مین بھی تعیین ہیأت مباحہ کا جو معلوم ہین بدعت ہوویگا گو فی حد ذاتہ وہ امور مباح یا مستحب ہون مگر تعیین اوسکا ذکر مولود کے ساتھ کہ بغیر اون کے مولود نہو بدعت ہوویگا جیسا کہ تعیین سورہ اخلاص کی اور تعیین وقت کی اس صلوۃ مین مکروہ ہے بسبب منع تعیین وقت کے شارع کی طرف سے پس شہر ربیع الاول کی کوئی تاریخ مقرر کرنا التزاماً یہان بھی مکروہ ہوویگا اور علی ہذا کوئی امر مکروہ

جیسا روشنی زائد از قدر حاجت مثلاً اور سبب ممنوع امر کا مشموم ہونا اس مجلس میں ممنوع ہوویگا اور
جیسا عوام کا اس صلوۃ کو سنت اعتقاد کرلینا باعث کراہت کا ہوا ۔ ویسا ہی اس مولود کی مجلس کو
ضروری جاننا عوام کا موجب کراہت کا ہوا اور جسطرح وضاع احادیث کی اغوا اس صلوۃ میں ہے
اسیطرح وضاعین روایات مجلس مولود کے یہاں بغرض اغفال موجود ہے اور جیسا کہ رفع خشوع
بسبب شب بیداری کے اس صلوۃ میں موجود ہو شب بیداری مجلس میں وصلوۃ فجر میں بسبب کاہلی و نوم کے
رفع خشوع چندگونہ ایسا موجود ہے اور جسطرح اس صلوۃ میں تعجیل صلوۃ فجر سے سنت رقت کی فوت
ہوتی ہے اس مجلس کے اکثر حاضرین کی خود صلوۃ فجر ہی فوت ہوجاتی ہے اور اس صلوۃ میں جسطرح
بسبب سجدۂ تاخیر صلوۃ کے جو مکروہ ہے کراہت حاصل ہوئی اس مجلس مولود میں بسبب طعام غیر
مشروع اور لباس ممنوع اور اسراف روشنی کو کراہت موجود ہے اور دیگر امور جو اس مجلس میں زائد
ہیں اور وہ جو مولانا احمد علی صاحب سے معلوم ہوتے ہیں زائد ہے اور جیسا کہ شارح منیہ نے سلف
صالحین میں اس صلوۃ کا نہ ہونا علت کراہت کی قرار دی ہے حالانکہ نفس صلوۃ نوافل بکثرت اون
قرون میں موجود تھا ایسا ہی اس مجلس کی ہیئت کذائیہ کا اون قرون میں نہ پایا جانا اگرچہ نفس
ذکر ولادت تھی باعث بدعت و کراہت کا ہونا ظاہر ہوگیا پس اہل علم و فہم و دین غور سے ملاحظہ
کریں کہ یہ مجلس مولود مروجہ اس صلوۃ کے ساتھ بالکل مطابق ہے مع شی زاید فی وجوہ المنع پس
کون عاقل ہے جو اس کو مستحسن کہیگا ہان نفس ذکر ولادت مستحب ہے اور اس میں کلام نہیں پس حاصل
یہ ہوا کہ نفس ذکر مستحب اور قیود اوسکی ممنوع اور مجموعہ ہیئت بھی ممنوع اب مولف کو اقوال لکھنا چاہیے
کہ نزاع تو قیود اور تقیید میں ہے اور مولف صاحب فقط نفس ذکر کا اثبات کرتا ہے **قولہ** قال اللہ تعالی
ورفعنا الخ **اقول** راست ہے کہ ذکر فخر عالم علیہ السلام کا ایسا مرتبہ بلند ہے کہ کیا ہو جسقدر توصیف
آپکی کریں تھوڑی ہے مگر اس ذکر مبارک کا پاک مکان اور پاکیزہ ہیئت میں اور الواث بدعات و منکرات

چھٹی دلیل

سے اوسکا صاف کرنا اور حضور فساق مبتدعین ہی او سکا منتزہ رکھنا بھی رفعت شان ذکر کو لائق ہو اور واجب
ہے پس اس آیت سے بیان رفعت شان صاحب المعراج سے یہہ بداہۃ ظاہر ہے کہ اوس مین کوئی تکلف و تغیر
مشروعہ کا نہو کہ جس سے سب قیود مروجہ کا کہ خلاف امر حق تعالی اور مخالف امر و رضا رسول کے ذکر رفیع
کے بین ان فرقہ کے ساتھ ہونا ممنوع و مخلوط رہنا محقق ہوگیا پس یہہ آیت اول دلیل مانعین ہیئت مجلس کی
ہے کہ جسکو موتف نے سمجھا ہی نہین لہذا جو لوگ کہ اس ذکر مین ان امور مبتدعہ اور منکرہ کو ضم کرتے ہین
جسمین تلوع ہے تو وہ خلاف حکم اس آیت کی پستی اور ذلت اس ذکر کی کرنیوالے ہوئے اور ضد حکم
حق تعالی کی عامل ہوے اب غور طلب ہی کہ موتف کو مقصود اثبات قیود ذکر مولد کا ہے اور آیت اونکی حرمت
ثابت کرتی ہے آیت سی خوبی نفس ذکر کی کہ خالی از شوائب نامرضیات ہو مفہوم ہوتی ہے اور موتف
اسقدر غافل ہے کہ نامرضیات کا اثبات اس سے کرتا ہے کاش موتف کو کچھ بھی فہم ہوتا **قولہ** شامل
کرنا چاہیئے الخ **اقول** موتف کو بالکل ہوش نہین کہ سمجھے اگر کثرت درود شریف اور ذکر خیر اس
سے ہو تو تلوث بدعت و مکروہات اور حضور اعداء اللہ بھی تو یہان موجود ہے ابھی معلوم ہوا کہ عہد عبد اللہ
تلوث مکروہات سے مکروہ و بدعت ٹھہرائی گئی اور خود آیت سے پاکیزہ کرنا اس ذکر کا تلوث و نیا سات
ظاہریہ و باطنیہ سے محقق ہولیا اب فقط کثرت درود و ذکر خیر سے کس طرح باوصف ان تدنسات علاوہ
کے یہہ مجلس داخل مفہوم آیت کی ہوسکتی ہے بلکہ قطعاً و یقیناً اس آیت سی یہہ محفل مانع ہے بوجہ ان
قیود غیر مشروعہ کے اگرچہ اوس مین خیرات و مبرات بھی ہون ہان اگر یہہ سب قیود امور غیر مشروعہ منع
ہوجاوین تو بیشک داخل آیت کی ہے اور اوسکو کوئی منع نہین کرتا سو موتف کے حسن فہم پر آفرین ہے
کہ ثبوت نفس ذکر کا کرتا ہے اور کلام قیود غیر مشروعہ مین ہو رہی ہے سبحان اللہ علی ہذا منبر جو کہ پر
بیٹھنے سے رفعت نہین ہوتی بلکہ منار پر چڑھجانے سی بھی کچھہ نہین ہوتا البتہ محفل ذکر کو تنظیف نجاسات
ظاہریہ و باطنیہ سے کرنیسے رفعت ہوجاتی ہے رد محتار مین مولود مروجہ کو لکھتا ہے واقبح منہ النذر

تقریبۃ المولد فی المنائر مع اشتمالہ علی الغناء واللعب وایہاب ثواب ذلک الی حضرۃ المصطفے صلی اللہ علیہ وسلم انتہی۔ دیکھو کہ منارہ پر پڑھنا مولود کا مفید نعت کو نہوا اسلئے قبیح ہوگیا اسواسطے کہ مشتمل لعب وغناء پر تھا پس مولف کا مولود کیونکر نعت میں داخل ہے کہ مبتدعین وفحجا سکی وہان توقیر ہوتی ہے اور قنادیل وتبذیر سے وہ محفل مظلم ہوتی ہے اور دونون امر کی مذمت نصوص مین موجود ہے وہ کون عاقل ہے کہ مدح رسول اللہ کی پڑھے اور عصیان احکام رسول اللہ سے اس مجلس کو مظلم بناوے اور پھر اوسکو داخل آیت مذکورہ کی تصور کرے اگر اسکو استہزاء کہا جاوے تو بجا ہی اور ایسے فعل کے مجوز کو جاہل کہنا سزا ہے **قولہ** روایات معجزات الخ **اقول** روایات احوال فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ نے جو کچھ بطریق درس وتذاکرہ کے تعلیم فرمائے اور اسیطرح آج تک چلے آتے ہین مگر انھون نے مجلس مولود گاہے کی اور نہ اونسے اس ہیئت کذائیہ کا ثبوت ہوا چنانچہ خود مولف آگے اقرار کریگا کہ یہ مجلس چھ سو کے آخر مین ہوئی پس کلام اس ہیئت مین ہے نہ ذکر احوال فخر عالم مین اور اس ہیئت کا ممنوع اور بدعت ہونا بھی ہمکو صحابہ سے ہی منقول ہو کر معلوم ہوا ہے اب مولف کی عقل نا تمام کو دیکھنا ہے کہ جواز درس ذکر فخر عالم کو یہان ثابت کرتا ہے اور مانعین کی مراد سے بالکل بیخبر ہے کہ وہ اُن ہی امور کی ممانعت کرتے ہین کہ جسکی ممانعت منصوص ہے **قولہ** خلاصہ یہ ہے کہ ذکر ثابت الاصل ہے الی قولہ غرض اس قسم کی بہت روایتین ہین کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ذکر آپ کا صحابہ تابعین مین بہت رہتا تھا فقط **اقول** اصل ذکر اور کثرت اس ذکر کا کسیکو انکار نہین مرحب شیئا اکثر ذکرہ ثابت ہے مگر مولف کی مراد کا اس مین کہین نام ونشان نہین کیونکہ نفس ذکر کا کوئی مانع نہین قیود مین کلام ہے نہ ذکر مین یہ مولف کی غلط کم فہمی ہے ہان ان روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ طبقہ عاشق فخر عالم کا تھا با پابندی آپ کا کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ عاشق خلاف مرضی معشوق محبوب کے ہرگز نہین کرتا تو جو کچھ اون کا ذکر تھا وہ عین محبت تھی اور جسکو اونھون نے

اس ذکر مین خلط نکیا بلکہ اوسکی ذم فرمائی وہ ممنوع تھا پس اوس طبقہ کی متروکات و مذمومات جملہ شنیعہ ہوی ہو قیود مروجہ مجلس ہمارے وقت کی مذموم ہوئی مگر مولف کو فہم نہین **قولہ** عہد صحابہ مین اور اس زمانہ مین الخ **اقول** یہ شرح و لبسط روایات کی اور تالیف ہونا سنن و مسندات کا اور جمع ہونا احکام و مسائل کا سب حق ہے مگر مولف کی غرض کسی سے حاصل نہین ہوتی **قولہ** اور یہہ ذکر پاک سبب فرحت و سرور تھا الخ **اقول** یہہ تو مولف بھی اقرار کرتا ہے کہ یہہ سامان سرور قرون ثلاثہ مین نہین ہوئے بلکہ چھٹی صدی کے آخر مین ہوے پس اگر اسپر وہ قول شرح منیہ کا جو اوپر مذکور ہوا غائب مین سے پیش کیا جاوے کہ ائمہ مجتہدین تک بہی اس کا وجود نہوا اور یہہ علامت بدعت ہونے اوسکی ہے تو حجت کافی ہے مگر ہم اوس سے درگذر کرکے کہتے ہین کہ ان سامان سرور کا ادخال اس ذکر مبارک مین اگر کسی نص سے ثابت تھا تو مولف کو پیش کرنا اوس کا واجب تھا کہ محل اثبات ہوا اور اگر محض قیاس تھا تو قیاس خلاف نصوص کے مردود ہوتا ہے پس ہرگاہ کہ بالاتفاق ہر دلیل اوپر قید تعیین خلاف ماورد بہ الشرع کے بدعت ہوتی ہے تو تجویز علماء دین کی تجویز بزعم مولف خلاف نص کے ہرگز معتبر نہین ہوسکتی لہذا بالضرور اپنے حسن ظن سے ہم کہتے ہین کہ اوسوقت مین یہہ امور مباحہ الف اور التزام و اباحت کو درجہ سے نہ بڑھتے تھے اور عوام کے اعتقاد کے فساد تک نوبت نہ پہنچی تھی لہذا اوس وقت مین علماء نے انکار نہین کیا تھا مگر اسوقت مین وہ امر نہین رہا معاملہ قلب ہوگیا یہہ سب بدعت و مکروہ بنگیا چنانچہ شرح منیہ کی روایت ہم نقل کرچکے ہین اور شرح منیہ کے قول کے جملہ علماء متقدمین اور جو امور منکر اسوقت مین پیدا ہو گئے مثلاً اسراف روشنی اور لباس ممنوع وغیرہ وہ اوسوقت مین مطلقاً نتھا پس مولف کو کوئی حجت باقی نہین محض سفسطہ زبانی ہے اور بس **قولہ** اور وہ جو چند فتوی مجتہع تریسٹھ صفحہ الخ **اقول** اول مولف نے قرآن کی آیت لکھی اور پھر روایات بیان حلیہ کی لکھی اور پھر بیان تدوین رسائل حالات و سیر فخر عالم کا لکھا اور پھر اجمع

اوسکو زیادہ نہایہ مختلفہ مین ہونا لکھا او چونکہ یہہ سب امور متفق علیہا تھے اوس سے کچہہ بھی مدعا مولف

کا ثابت نہوتا تھا تو نا چار فعل ملک اربل کا اپنے مدعا کے واسطے نقل کیا کہ اوسمیں سرور اس ذکر مین داخل

ہوئی اور معلوم ہی کہ ایسے افعال سے کوئی حکم کسطرح ثابت ہوتا ہو چنانچہ اوپر کے قول مین ہم احقر نے

لکھدیا ہی تو اول تو یہہ قول خود موتف کے نزدیک بھی قابل حجت نتھا مگر کیا کرے جب کوئی دلیل نہو

تو ایسے ہی اقوال سے واسطے نفس پروری ہوئیگی پھر بعد اوس کے یہہ موتف نے سوچا کہ مولانا احمد علی

صاحب اس اعتقاد سرور کو اپنے جواب مین باطل فرما چکے ہین ہماری تمام تو یکطرف وہ تو خود تمام مستحب

کو بھی بغیر اذن شرع کے بدعت بنا چکے تو موتف کو اوسکے جواب کی فکر ہوئی کیونکہ جبتک وہ قول

رد نہو لیوے تو مجلس مولود موتف کی ہرگز درست نہین ہوسکتی لہذا موتف نے اوس کا جواب

لکھنا شروع کیا ہے اور حاشیہ پر مولوی صاحب کی نسبت شرکت مجلس مروجہ اور قیام کی تہمت

و تکذیب اسکی کرکے اور انکا فتوی ہے اور شہادت حافظ عبد الکریم خان کی لکھتا ہے اسکا جواب

بجز اسکے نہین دیتا ہون کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین مولانا مرحوم ہر روز اس مجلس کو بدعت فرماتے رہے

اور مولانا کا مہری دستخطی یہہ فتوی موجود ہے پس بندہ اسکے کذب و اتہام مندرجہ حاشیہ سے

اعراض کر کے اول یہہ کہتا ہے ناظرین بغور سنین کہ سابقا کلیہ شرعیہ ممہد ہو چکا ہے کہ مطلق کو مقید

کرنا بدعت ہے او شارح منیہ نے بھی صلوۃ رغائب مین اس کلیہ کو مسلم کر کے اس کلیہ سے کراہت و بدعت

ہونا صلوۃ رغائب کا ثابت کیا ہے اب بندہ یہان کچہہ اور بھی مطلب لکھتا ہے بخاری مین ہے

کہ حضرت ابن عمر نے مسجد مین لوگون کو صلوۃ ضحی پڑہتے دیکھکر فرمایا کہ یہہ بدعت ہے حالانکہ صلوۃ

ضحی سنت مستحب ہے اور مسجد مین جانا بھی مستحب ہے مگر چونکہ باین اجتماع اس صلوۃ کا مسجد مین پڑھنا

نتھا تو اوسکو بدعت فرمایا اور اوسپر انکار کیا اور حضرت عبد اللہ ابن معقل صحابی نے جہر بسم اللہ کو فاتحہ

کے ساتھ نماز مین بدعت منکر فرمایا حالانکہ بسم اللہ ذکر ہے اور جہر بذکر ممنوع نہین مگر چونکہ یہان

١٤٩

جہر منقول تھا اوسکو بدعت فرمایا یہہ حدیث ترمذی وغیرہ کتب احادیث مین مذکور ہو امام صاحب کے نزدیک عید الفطر مین تکبیر بجہر راہ مصلی مین بدعت ہو اسواسطے کہ یہان اونکو نزدیک یہہ تکبیر مقید ثابت ہوئی ہے سو جہر غیر مورد شرع مین بدعت ہوا حالانکہ جہر بالتکبیر والذکر مستحسن ہے اور بحر الرائق مین کہتا ہے لان ذکر اللہ اذا قصد بہ التخصیص بوقت دون وقت او بشئ دون شئ لم یکن مشروعا مالم یرد بہ الشرع۔ عالمگیریہ کہتا ہے یکرہ للانسان ان یخص لنفسہ مکانا فی المسجد یصلی غرض ان سب سے یہی ثابت ہی کہ کسی اطلاق شارع کو قید زمان ومکان وہیئت سے مقید کرنا بدعت ہے بدون اذن شارع کے پس ہر کلیہ سے جو مسلمہ تمام امت کا ہے اور ان احادیث اور روایات فقہاء مجتہدین سے خوب محقق ہوا کہ کسی حکم کا کسیوجہ سے تبدیل تغیر نہین چاہیئے نہ کمی سے نہ زیادۃ سے نہ تبدیل وصف سے پس مولوی صاحب نے بھی حدیث صحیح ترمذی کی اس اثبات مین تحریر فرمائی تہی تو مولف نے اول تو بحث تقیید حدیث مین لکہی اور پہر معنی حدیث مین کلام کی ماشاء اللہ تعالی سلیقہ اور یہہ بحث اگرچہ بندہ کی عادت شعر اشعار یا امثال کے لکہنے کی بوجہ اختصار کے نہین مگر یہان بے ساختہ طبع نے یہہ شعر لکہا ہے

خوب جوش نہ ہو کیون کہ کلی پہڑی گنجی * حضور بلبل بستان کرے نواسنجی *

سبحان اللہ مولانا احمد علی صاحب مرحوم محدث کی حدیث نقل کردہ اور اوسکی تقیید مین عبد السمیع کلام کرے قیامت آئی صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا وسد الامر الی غیر اہلہ فانتظر الساعۃ رواہ البخاری خیر اب سب لوگ مولف کے علم کو بغور ملاحظہ فرماوین مولف کہتا ہے کہ یہہ حدیث ضعیف ہی مگر شرم نہین کرتا کہ خود ضعاف بلکہ موضوعات سے حجت اپنی بدعت چہلم وفاتحہ وغیرہ پر لاتا ہے اور مولانا احمد علی صاحب کی منقولہ حدیث صحیح کو محض اپنے جہل سے ضعیف بتاتا ہے اور حق تعالی سے نہین شرماتا مولف وجہ ضعف کی لکہتا ہے کہ ترمذی نے اوسکو غریب کہا ہے اور جہان غریب مطلق بلا قید صحیح یا حسن کے وہ ضعیف ہوتی ہے مگر یہہ قول مولف کا محض غلط ہو مطلق

جہل فن حدیث سے ہے اسواسطے کہ غریب اصطلاح ترمذی وغیرہ جملہ محدثین مین وہ ہے کہ اوسکی سند مین کسیجگہہ راوی منفرد ہوجاوے چنانچہ خود مقدمۂ شیخ مین جو مولف کی نظر مین ہے یہہ لکھا ہے الحدیث الصحیح ان کان راویہ واحدا یسمی غریبا الخ اگر چند سطر پڑھکر مولف دیکھہ لیتا تو شاید سمجھہ جاتا اور جو کچھہ سلیقہ رکھتا تو خود علل ترمذی کو کسی عالم سے پڑھکر سمجھہ لیتا مگر اوسکو علم سے تو مساس و بحث ہی نہین پس یہہ حدیث ترمذی کی موافق اصطلاح ترمذی کے غریب اور صحیح ہے کیونکہ مشکوٰۃ میں ترمذی کے لفظ نقل کرتا ہے ترمذی نے اپنی کتاب مین اوسکو غریب کہا ہے اور خود وجہ غربت کی بیان کردی کہ زیاد بن الربیع منفرد ہے اور حالانکہ زیاد بن الربیع بخاری کی رواۃ مین ہے پس ہر حال لفظ غریب کا دیکھہ آنکھہ بند کرکے مولف کا حکم ضعف کا کرنا کسقدر جرأۃ و سفاہت ہے دوسرے یہہ کہ تمام راوی اس حدیث کی ثقہ اور مقبول مین کوئی بہی ضعیف نہین پس اوسکو ضعیف اپنی رای سے کہدینا جرح ثقات علماء پر کرنا اور طعن ضعف کا مقبولون پر کرنا کسقدر بددیانتی ہے تیسری یہہ کہ شیخ نے اپنے مقدمہ مین یہہ لکھا ہے والغریب قد یقع بمعنی الشاذ ای شذوذا ہو من اقسام الطعن وہذا ہو المراد من قول صاحب المصابیح الخ تو مولف اسکو نہ سمجھا اور حجا بالغیب ضعف کا حکم دینے لگا اول تو خود شیخ بلفظ قد یقع لکھتا ہے کہ جو ندرت اطلاق پر دال ہے مولف نے اوسکو قاعدہ کلیہ سمجھہ لیا دوسرے یہہ اصطلاح مصابیح کی ہے نہ دیگر محدثین اور ترمذی کی پس مشکوٰۃ اگرچہ مستخرج مصابیح سے ہے مگر صاحب مشکوٰۃ نے یہہ لفظ غریب کا تو مصابیح سے نقل نہین کیا یہہ نہین کہا قال محی السنۃ ہذا حدیث غریب جو مولف اس اصطلاح پر حدیث کو ضعیف کہدے بلکہ صاحب مشکوٰۃ تو صاف کہتا ہے رواہ الترمذی وقال ہذا حدیث غریب جسکو اندھا آدمی بھی جان جاوے کہ قائل ترمذی ہے نہ صاحب مصابیح اور یہہ اصطلاح مصابیح کی ہے نہ ترمذی کی اور یہہ قاعدہ کہ اطلاق غریب کا ضعیف پر ہووے ترمذی کا قاعدہ نہین غرض مولف کو خود مقدمۂ شیخ کی بھی فہم نہوئی اور

151

کہ یہہ بھی کچھہ نہ کچھہ ثمرہ سے خالی نہیں حضرت فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ تنبیہ مین فرماتے ہین لا یترک العمل لاجل الریاء فیقال فی المثل ان الدنیا خربت منذ مات المراؤن لانہم کانوا یعملون الاعمال البر مثل الرباطات والقناطیر والمساجد فکان للناس فیہا منفعۃ

نخواہ مخواہ حدیث کو ضعیف لکھدیا اور کچھہ غیرت نہ آئی نہ رواۃ کو دیکھا نہ اصطلاح کو سمجھا نہ سند

شیخ کو خوب دیکھہ لیا نہ خود ترمذی کو دیکھا۔ الحاصل یہہ حدیث ہرگز ضعیف نہین اور حجت لایس

سے نہایت قوی ہے ؎ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ٭ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ ٭ سب

ناظرین کو موئلف کی تنقید کا حال تو واضح ہولیا او علم کا مایہ جو جہل مرکب سے بھی محقق ہوگیا

کہ علم موئلف کا طاق مین رکھا ہے نہ سینہ مین اب بحث معنوی سنو موئلف کہتا ہے کہ بالفرض

اگر اس حدیث مطعون فیہ کو مسلم بھی رکھین تو جائز ہے کہ حضرت ابن عمر نے بسبب نہی کے طعن لیا ہے

کیا خوب فہم موئلف پر ہزار آفرین اول تو ترمذی مین دوسری حدیث اسکی ہے باب متصل مین سے

عن سالم بن عبید انہ کان مع القوم فی سفر فعطس رجل من القوم فقال السلام علیکم فقال علیک

وعلی امک فکان الرجل وجد فی نفسہ فقال اما انی لم اقل الا ما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم عطس

رجل عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال السلام علیکم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلی امک اذا عطس

احدکم فلیقل الحمد للہ رب العالمین الحدیث تو اب موئلف بتلاوے کہ وہان تو احتمال نہی صریح کا

تھا السلام علیکم کے لفظ مین کونسی نہی وارد تھی جو خود فخر عالم نے اعتراض کیا اور خود وظیفہ

اوس محل کا تلقین فرمایا یہہ صاف اوس حدیث کی تائید ہوگئی کہ جس مقام مین جو ذکر وارد ہے

وہی رہے اور بجگہہ تبدل تغیر نچاہیئے جیسا تبدیل مین تغیر ہے تقیید مین بھی تغیر ہے دونون

ناجائز ہوے خواہ زیادہ سے ہو خواہ تبدیل سے ہو دوسرے یہہ احتمال نکالنا موئلف کا کہ جائز ہے

کہ بسبب نہی کے یہہ اعتراض حضرت ابن عمر کا ہوا ہو اوس وقت درست ہو سکتا ہے کہ تقیید مطلق کا

قاعدہ شرع مین کچھہ مخفی ہو مگر کا یہہ امر خود فخر عالم سے لیکر تمام مجتہدین تک مسلم رہا تو پھر ایسا

ضعیف احتمال نکالنا کس عقل کا کام ہے حالانکہ ابن عمر خود حدیث مین اس احتمال کو رفع فرماتے

ہین فرماتے ہین لیس ہکذا علمنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ کہ یون تعلیم بیان نہین فرمایا بلکہ

نقلیہ فرمایا ہے یہ نہیں فرمایا کہ ہمانا ان تصلی فی ہذا الموطن جو ہر ہر اہل علم دریافت کر لیتا ہے کہ وجہ
اعتراض کی زیادہ بالرای تھی مگر موٗلف کو ستم حق مین کہان ہے جو سمجھتا اور دیکھتا اوسکو تو احتمال
مقابل مستقل فرض کر لینا اور وہم سے نکال دینا اور اپنا علم مشکوک ظاہر کر دینا ہی آتا ہے تیسرے یہ
مولوی صاحب نے یہ بھی تو فرمایا ہے کہ حد مقرر شارع پر بدون اذن کے زیادہ بدعت ہے اور خوب واضح
ہے کہ بدعت منہی عنہ ہے لقولہ علیہ السلام ایاکم ومحدثات الامور جب آپ نے ایاکم کا لفظ فرمایا تو یہ نہی
صیغہ نہی وارد ہے تو بہرحال بدعت بھی منہی ہوئی پس مولوی صاحب بھی یہان نہی کا اقرار فرماتے ہین
موٗلف نے کیا خاک جواب دیا اور کیا مقصد حاصل کیا موٗلف خود کہتا ہے کہ نہی کے مقابل جو چیز ایجاد
ہوگی ہم ہی اوسکو منع کرتے ہین تو بدعت بھی منہی ہے اگر کوئی بدعت کا ایجاد کریگا نہی کا مقابلہ ہے
یہی وجود وہ بنایت الامر یہ ہے کہ جسکی صراحتہً نہی نہین بلکہ احداث کی نہی کے ضمن مین ہے وہ بدعت
اور جسکی صراحتہً نہی ہے وہ منہی ہے پھر اس فرق سے کیا نفع موٗلف کو حاصل ہوتا ہے کل بدعۃ حرام
نہی ہی ہے اور زیادۃ علی وظیفۃ الشرع منہی عنہ اور بدعت ہوا سو موٗلف بھی اوسکو منع ہی کریگا تو اس
جواب کا حاصل ہی کیا نکلا سوای الفاظ کے کوئی معنی بھی اس کے نہین بلکہ اور تاکید ہو گئی کہ مولوی
صاحب نے نہی دلالتہً فرمائی تھی موٗلف نے صراحتہً نہی کا اوس مین اقرار کر لیا آگے یہ کہ دلالتہً نہی کا اعتبار
نہین اور بدعت کا ایجاد درست ہی ہے یہ امر موٗلف تو کیا کوئی مسلمان بھی نہین کہیگا پس تو حاصل تقریر
موٗلف کا یہ ہوا کہ اگرچہ بدعات زیادۃ وغیرہ کی حرام ہین مگر یہان نہی صریح ہے بدعت مت کہو پس یہ صلاح
موٗلف کی محض بے سود تطویل ہوئی اور پھر وہ بھی احتمال کے ساتھ اور تردد سے کہتا ہے کیونکہ کہتا
ہے کہ بعید نہین ہے کہ اسلیئے انکار کیا ہوگا تو دوسرا احتمال بھی موٗلف کے نزدیک مسلم ہے اور دوسری حدیث
اور خود اس حدیث کے لفظ اس احتمال موٗلف کو رد کرتے ہین بہرحال زائد کرنا بھی مقید کرنا ہی ہے
پس وہ بھی تقیید مطلق کا حاصل ہوا اور اعتقاد اور عمل بلا اعتقاد اس تقیید کا دونون منکر ہوئے اھ

کہ شارع نے یہان ایک صیغہ مقرر فرما دیا تھا اب اسکی جگہ دوسرا صیغہ بولنا بھی بدعت اور منہی عنہ ہے
خواہ اعتقاد کیہو خواہ بلا اعتقاد اور سپر زیادہ بھی بدعت اور منہی ہے خواہ اعتقاد ہو یا نہو بلا نہر
مولف کو فقط صیغہ السلام علی رسول اللہ کے زیادہ الحمدللہ پر بدعت نہین بلکہ منہی عنہ ہے
کہ پیہ خود دیکھیے کہ ما احدث علی خلاف الحق المتلقی من الشارع مین بھیبا بدعت داخل ہے منہی ہے
صریح بھی خال مین احداث لیا اسطے قرن فخر عالم کا انقضا ضرور نہین ہوا یہی ہین کہ
مولف کی غرض منہی اگر نہی صریح نہو تو زیادہ درست ہے اور یہہ بالکل غلط محض ہے کیونکہ
نہی صراحۃ دلالۃ کسی وجہ سے جو وہ زیادہ درست ہو اور اگر نہی دلالۃ ہوویگی وہ زیادہ ہرگز ہرگز جب
نہوویگی غرض کلیات سے تو مولف کو کچھ علاقہ فہم کا ہوتا ہی نہین مدار چند جزئیات پر اوسکا دیہان
وہ جزئیہ لے اوس کا ارادہ ہے اول زیادہ لفظ سیدنا کی صیغہ درود شریف مین مگر یہہ نہ سمجھا
کہ جہان کہین اجازت زیادۃ یا تبدیل کی صراحۃ یا دلالۃ موجود ہے وہان نہی کہان ہوسکتی ہے
وہ تو خود ماذون فیہ الشرع مین داخل ہے سو اجازۃ زیادہ لفظ سیادۃ کی خود یا ایہا الذین آمنوا صلوا
علیہ الآیہ مین موجود ہے کیونکہ معنی صلوۃ کے تعظیم کے ہین اور صلوا کے معنی عظموا کے ہوتے ہین
اور دعا کے اگر معنے ہون اوسکو بھی تعظیم لازم ہے کہ جسکے واسطے دعا کیجاویگی اوسکی توقیر و تعظیم لازم
ہوویگی تھوڑیسی عقل کی حاجت ہے سو سمجھ گا بلکہ تعظیم فخر عالم کی اپنی بندگان سے حق تعالی طالب ہوا
ہین تو جو لفظ و صیغہ کہ تعظیم کے معنے دیویگا وہ خود مطلوب ہوویگا جبتک کہ اوس کے نہی وارد نہو
سو یہہ نظیر مولف کی کسقدر بیعلمی پر شاہد ہے دوسرا جزئیہ قول الفقہا کل ما کان ادخل فی التعظیم الخ
اور وہ بھی مناسب اس آیت کی اور آیت وتوقروہ کے ہے کہ حق تعالی توقیر اپنے رسول علیہ الصلوۃ
والسلام کی فرض کرتے ہین پس توقیر مشروع جسقدر ہو مطلوب ہے اگرچہ درجہ فرضیت کا کسی حد سے
حاصل ہو جاوے مگر زیادہ توقیر مشروع بھی استحباب کا حاصل کرنا مجوز و مطلوب شرع کا ہے ہان جو

کی جو مولود کی مجلس اونکو مشتمل ہے کچھہ شرح سوال مین گذر چکی اور کچھہ مولف کی لسعات باطلات مین جو کہ سب
ہو جاویگا پس مولف کا یہہ قول کہ امور ملحقہ کی تہی شرع مین روا. ذہین کہ مقید جہل شرع سے ہے خلاصہ یہہ
ہے کہ بانعین علما تو کلیات نصوص و جزئیات مجتہدین ہی منع کو ثابت کرتے ہین اور مولف سوی جزئیات کی
کہ علما نے ہین لے جائز رکہا محققان بالغ نظر نے درست جانا فلان شریک ہوا فلان کرتے رہے اور
کچھہ حجت نہین اور یہہ قول بعد ثبوت ہرگز حجت شرعیہ نہین ہو سکتا اپنا دل خوش کر لو مگر اہل علم کے
نزدیک کوئی دلیل نہین اور طرفہ تماشا ہے کہ مولوی احمد علی صاحب نے نفس ذکر کو مندوب فرما کر کسی
امر مباح ہی اوسکا مقید کرنا اور اوسکے اطلاق کو تخصیص لگانا حسب دلائل شرعیہ بدعت فرمایا ہے اور خود
مولف بہی صفحہ ۶۸ مین بحث فاتحہ مین تقیید اطلاق شارع کو بدعت و قابل جزر و توبیخ کہہ آیا ہے اور
یہہ یہان بہول گیا اور راہ مخالفت کی چلا حالانکہ عقیدہ عوام کا بیان بہی تعینات کی ضروریہ مین نکا
ہے الحاصل قیود محفل میلاد کے اثبات مین مولف بحث شرعیہ سے تو عاجز ہے ہاتھہ پانوٗن مارکر ناچار
اقوال علما پر قناعت کرتا ہے اور بے نیل مراد لوٹ آتا ہے کما لا یخفی **قولہ** خلاصہ یہہ کہ ان امور
مستحسنہ کا جواز الی قولہ از انجملہ اصل عبارت ملا علی الخ **اقول** مولف عاجز ہو کر جب سب نصوص
سے بدعت ہونا امور ملحقہ کا معلوم ہوا تو قول مورد الروی کا لایا کہ جس سے عوام کو دہوکا جواز امور ملحقہ
کا ہو جاوے پس اولاً تو جواب اوس کا یہہ ہے کہ جب نصوص و اقوال مجتہدین سے بوجہ تقیید و تعیین کے
بدعت سیئہ ہونا ان امور کا ثابت ہو گیا تو مقابلہ اوس کے علی قاری کا قول یا کسی کا قابل تعویل نہین
سب فضول ہے مگر چونکہ مولف اس قول کے ذریعہ سے اضلال خلق اپنی کج فہمی سے کرنا چاہتا ہے تو
اصل مطلب سکا لکہنا مناسب ہوا پس سنو کہ امور ملحقہ ذکر مولود کے ساتھہ دو قسم کے ہین یا وہ کہ اول سے
ہی حرام و مکروہ شرعی ہین وہ تو خود بخود ہر حال ممنوع ہین جیسا روشنی زائد از قدر حاجت کہ اسراف حرام
ہے قال اللہ تعالی ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین الآیہ اور حضور امارد کا خصوصا صبیح الوجہ

مجمع شباب و فسقہ میں اور بیاض حسن کو ساتھ حرام ہے الامردان کان صبیحا فحکمہ حکم النساء و ہو عورۃ
من قرنہ الی قدمہ لا یحل النظر الیہ عن شہوۃ انتہی من عالمگیریہ و درمختار اور حضور فساق بلباس خلاف شرع
اور ترک نہی عن المنکر یہ سب حرام ہیں اور دیگر امور پس ایسے امور کا ہونا تو بہر حال ہر محفل کو منکر بناتا ہے
او جائز ہونا اوس میں ممنوع ہے اور بعض امور وہ ہیں کہ اصل میں تو مباح ہے مگر بسبب کسی عارض کے
ممنوع ہو گئے اور یہ عارض ہو گئی جیسا شیرینی مباح تھی مگر بسبب تاکد کے یا عوام کے نزدیک ضروری جاننے کی بدعت
ہو گئی اور بساط و قنادیل وغیرہ جائز تھے مگر بوجہ اس کی تاکید و اہتمام کے بدعت ہو گئی پس علی قاری
فرماتے ہیں کہ جو شی من کل الوجوہ اولا و آخرا مباح ہے وہ تو مباح ہے اور جو شے مباح تھی مکروہ ہو یا
مباح تھی اور مکروہ ہو گئی وہ ممنوع ہے پس ہر گاہ کہ اس زمانہ کی سب قیود اب بدعت و مکروہ ہو گئی تو
اس عبارت قاری ہی کس طرح انکا جواز ثابت ہوتا ہے وہ تو مطلقا مکروہ کو خواہ اصلی ہو خواہ عارضی
ممنوع فرماتے ہیں سو جو اشیا اون کے وقت میں داخل ہوئی تھیں اس سے صاف معلوم ہوا کہ اوس وقت میں
اباحت کی درجہ سے نہیں بڑھی تھیں اور دوام بھی اونکا نہ تھا بخلاف اس زمانہ کی اب جملہ مباحات اصلیہ
بھی اس مجلس میں عوام کے نزدیک موکد اور بدعت ہو چکی ہیں پس مولف کا استدلال اس عبارت سے
محض سفسطہ ہے ہاں البتہ جو امر کہ اوس میں شی کراہت اصلیہ ہو نہ عارضیہ اور صحیح صلحا کا ہو جیسا مولوی احمد علی
صاحب نے تحریر فرمایا وہ جائز و مندوب ہو گا جیسے علی قاری لکھتا ہے مگر مولف اپنی بدعت کی طرف اس عبارت
کو کم فہمی سے لیجاتا ہے خود علی قاری حدیث ابن مسعود میں فرماتے ہیں من اصر علی امر مندوب وجعلہ
عزما و لم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال فکیف من اصر علی بدعۃ و منکر انتہی جب
امر مندوب کو اصرار کو بدعت کہے مباحات کو اصرار کو کس طرح بدعت نہ کہیں گے پس قاری کی عبارت
دلیل واضح ہے کہ قولہ ما کان حراما او مکروہا سے عام ہے کہ کراہت اصلیہ ہو یا عارضیہ دونوں مکروہ ہیں اور
حق مباح کا اوس وقت تک درست ہے کہ اباحت کے درجہ میں رہے اور جہاں اصرار و تاکد کا درجہ ہوا مکروہ

و بدعت و منشا شیطان بتا پس اب اس زمانہ کی شیرینی اور روشنی سبیلی نے مکروہ فرمادی اور بعید

سامان سے موقوف کو بدعت ہو گیا اور یہ عبارت قاری کی شاہد نعین کی تنگی سبحان اللہ کیا فہم

و عقل ہوا اور کیا عمدہ دلائل پیش کرتا ہے کیا بیہودہ شاید **قولہ** اور اس عمل کو تخصیص الخ **اقول**

اب موقوف کی دلیل اور خال امور کی شروع کی ہے بعد نقل قول علی قاری کے اول تبار حال اور خال امور

کو بیان کرتا ہوں پس سنو کہ زمانہ صحابہ و تابعین و تبع تابعین اور چھ سو سال تک ذکر فخر عالم کی ولادت

کا اور وقائع قبل ولادت کا اور بعد ولادت کے حالات اور شرح صدر و نبوت اور بیان احکام و قصص

وغیرہا کا تعلیم و تعلم کی طرح ہوتا تھا جیسا درس تدریس علوم کا ہوتا ہے اور مین عقد مجلس تقید

التزام طعام کوئی امر جیسا کہ خود فخر عالم کے وقت مین تعلیم ہوتی تھی بعد چھ سو کے سن چار مین ملک مظفر

نے جو محفل مولد مین ایجاد کیا تھا کہ ذکر ولادت آپ کے مجمع علماء و صلحاء کا ہوتا اور ذکر ولادت وغیرہ سب

کا کر کے کھانا کھلا کر رخصت کرتا چنانچہ شیخ جلال الدین سیوطی اپنے رسالہ حسن المقصد فی عمل المولد میں

لکھتے ہیں عندی ان اصل المولد الذی ہو اجتماع الناس وقراءۃ ما تیسر من القرآن ورواية الاخبار

الواردۃ فی مبدا امر النبی علیہ السلام وما وقع فی مولدہ من الآیات ثم یمد لہم سماطا یاکلونہ وینصرفون

من غیر زیادۃ علی ذلک من البدع الحسنۃ الخ پس اس ایجاد مین تعین تاریخ اور اجتماع اور طعام طعام

کی قید اس قدر کے ساتھ اضافہ ہوئی اور بظاہر مطلق ذکر کو مقید کیا گیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ زمان سوا ولی

تک یہی رہا بلکہ بعد بھی ایسا ہی ہوتا رہا اور اس سلطان مظفر اور ابن وحیہ کے حال مین مختلف اقوال

ہین کسی نے اونکو عادل ثقہ کہا کسی نے فاسق کذاب لکھا مگر بندہ کو اس تحقیق سے کچھ کام نہین اصل مطلب

سے غرض ہے پس اوس وقت ایجاد مین علامہ فاکہانی اور اون کے ہم مشربوں نے اس پر اعتراض کیا اور مطلق

بدعت قرار دیا اور ثابت کر دیا کہ اسکی اصل کہین شرع مین نہین کہ یوم حدوث نعمت کو ہر روز یا ہر سال

ٹھہرایا جاوے اور مطلق امر کو مقید کیا جاوے زمانہ اور ہیئت کے ساتھ کہ اسکی اصل کہین کتاب و سنت مین نہین

جلال الدین سیوطی حسن المقصد مین لکھتے ہین ولیس فیہ نص ولکن فیہ قیاس علی الاصلین پس جبکہ
خود سیوطی باین وسعت نظر انکار نص کا کرتا ہے تو کسکا حوصلہ ہے کہ نص جواز کی دیوے اور بر
قول سیوطی سے جیسا قرآن حدیث سے نص جواز کا ہونا ثابت ہوا اجماع کا بھی انکار لازم ہے
کیونکہ وہ بھی حجت قطعیہ ہے اور خبر واحد حدیث سے اقوی واقدم ہے جب اوس سے بھی انکار ہوا جب
ہی تو قیاس سے جو ظنی ہے سہارا پکڑا ورنہ اجماع کے ہوتے کیا ضرورت قیاس کی تھی اور پھر اجماع
بن قیاس کب درست ہے پس صاف سیوطی نے انکار وجود حجت تا جواز ان تینون کردیا اور جلال
جہلیہ کے بعد اتمام اس تقریر کے واضح ہو جاویگا اب اوس سے کہ سیوطی نے بوا نکار وجود اجماع کا جو
ان قیود اور اس ہیئت مین کیا ہے اوس واسطے کیا ہے کہ اجماع کی تعریف شرع مین یہ ہے کہ اتفاق مجتہد
صالحین من امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر واحد علی امر قولی او فعلی انتہی ان نور الانوار الخ
اجتماع الکل بخلاف لواحد مانع لخلاف الاکثر انتہی منار پس جبکہ خود اوس وقت حدوث مین
فاکہانی اور راون کے توابع علماء نے انکار اپر کیا اور بدعت ہونا اوس کا ثابت کیا تو اجماع کا
وجود کہان ہو سکتا ہے شرعاً تو اجماع کے وجود کو ایک فرد کا بھی خلاف مانع ہے اور پھر قرن میں علماء
خلاف کرتے رہے اور اوسکی بدعت ہونیکو مقرر رہے لہذا وجود اجماع کا ہرگز نہین ہو سکتا اہل علم تو
جانتے ہین گو جہلا ظاہری کثرت کو دیکھکر اجماع سمجھہ جاوین جیسا مولف سمجھ رہا ہے پس شرعاً یہ
مسئلہ قیاسی ہا اور ظنی ٹھہر گیا اجماع شرعی ہرگز ممکن نہین اور پھر سند اجماع کی بھی ضرور ہے
علی المختار قال التوضیح وسند الاجماع خبر الواحد او القیاس عندنا والجمہور علی انہ لا یجوز الاجماع الا عن
سند من دلیل او امارۃ لان عدم السند یستلزم الخطا اذ الحکم فی الدین بلا دلیل خطا انتہی من تلویح
پس یہان سند کیواسطے آیت و حدیث تو پہلے ہی سے مرتفع ہے اجماع کس شئے پر ہو ہان اگر ان
دو اصل پر جو ابن حجر و سیوطی نے استخراج کی ہین ہو جاتا تو ممکن تھا مگر نہین ہوا جیسے پہلے معلوم ہوا

کسی قرن میں اتفاق سب کا نہوا اور پھر وہ دونوں اصل فاسد بھی ہیں لہذا اونکو علماء نے قبول نکیا پہلی
حجت کا نہونا جواز اس ہیئت پر ثابت ہوگیا چوتھے حجت ظنی قیاس صحیح ہے اور وہ ہی بزعم مجوزین اس
ہیئت میں پائی جاتی ہے چنانچہ سیوطی خود اقرار کرتے ہیں اگرچہ بے علم لوگ کچھ ہیں مگر حق یہ ہے
یہاں قیاس بھی صحیح نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ منجملہ شرائط صحت قیاس کے یہہ بھی شرط ہے کہ فرع میں کوئی
نص مخالف حکم قیاس کے موجود نہو اگر ایسی نص موجود ہوویگی تو قیاس باطل ہوجاویگا اور یہہ بھی شرط ہے
کہ قیاس فرع میں حکم نص کو متغیر نکرے یعنی مطلق کو مقید مثلاً قال فی التوضیح ولا یصح القیاس ان
کان فی الفرع نص لانہ ان کان موافقاً للنص فلا حاجۃ الیہ وان کان مخالفاً یبطل و ان لا یغیر القیاس
حکم النص فلا یصح شرط التملیک فی طعام الکفارہ قیاساً علی الکسوۃ لانہ یغیر حکم قولہ تعالی فکفارتہ اطعام عشرۃ
مساکین و کذا شرط الایمان فی کفارۃ الیمین قیاساً علی کفارۃ القتل یخالف اطلاق النص انتہی
پس جب معلوم کہ سابقاً محقق ہوچکا کہ احادیث سے ثابت ہوگیا کہ مطلق کو مقید کرنا ممنوع ہے کہ تغیر حکم شرع
ہے اور اسپر اجماع تمام امت کا ہے شرح منیہ سے بھی اسکو خوب واضح اسیواسطے لکھا تھا اور ذکر فخر عالم کا
اور شکر آپ کے وجود کا نصوص میں مطلق وارد ہوا ہے مثلاً قولہ تعالی واما بنعمۃ ربک فحدث الآیۃ
واشکروا نعمۃ اللہ الآیۃ پس مطلق نصوص سے ذکر فخر عالم کو قیاس سے مقید کسی ہیئت میں کرنا کس طرح درست ہوگا کہ یہہ قیاس
خلاف حکم نص کے ہے اور مغیر حکم نص کا ہو پس یہہ قیاس ہرگز صحیح نہیں ہو سکتا اور حسب قاعدہ اصول
شرع کی یہہ قیاس باطل ہے کہ مغیر اور مخالف حکم نص کے ہے پس معلوم ہو لیا کہ یہاں کوئی قیاس بھی صحیح
نہیں جیسا تین حجت سابق نہیں تھی پس ہر چہار حجت شرعیہ اس امر میں موجود نہیں پس ایجاد
اس ہیئت و تعیین کا ہرگز جائز نہیں بلکہ بدعت ضلالۃ ہے بغور ملاحظہ فرماویں اب ان دو اصل کو
جنکو سیوطی فرماتے ہیں اصل سیوطی کی تو حدیث عقیقہ کی ہے کہ آپ نے اپنا عقیقہ بعد نبوت کے کیا
تو سیوطی کہتے ہیں کہ آپ کا عقیقہ تو عبد المطلب نے کیا تھا اور عقیقہ مکرر نہیں ہوتا تو یہہ ذبح شکریہ ہے

وجود مسعود کا کیا تھا اور اس فرح کو اسپر حمل کیا جاویگا اور تشریع امت کیواسطے یہہ شکریہ کیا تھا پس بنا
قیاس ہمکو بھی آپکے وجود کا شکریہ باجتماع واطعام کرنا مستحب ہوا۔ پس اول تو سنو کہ سیوطی نے اس
اصل سے نفس شکر یالی کو قیاس سے نکالا ہے کیونکہ اس مین فرح کا ذکر ہے تاریخ کوئی مذکور ہی نہین اور
اجتماع واطعام کا اس مین کچھ ذکر ہی نہین پس سوای شکر کے باقی قیود سب اسی سبب اونکے نزدیک بھی اصل
بدعت وکراہت پر اور حرمت والکار پر باقی ہین اس امر کو خوب غور کر لیوین مثلاً تعیین و تقیید مطلق کا
اور تشبہہ کفار کا اور مداہنت مبتدعہ اور فسقہ کے ساتھ اور اسراف و شینی کا اور دیگر مکروہات کہ اس
اصل سے اونکو کوئی بوئی جواز بھی نہین ملی اور نصوص قطعیہ سے ممانعت انکی ثابت ہے اور اس سے یہہ بھی
معلوم ہوا کہ اون کے وقت مین اس استحباب کو درجہ تاکد کا بھی نہوا اور مباح کو بھی بحالت مع تغیر
بھی نہین تھا بہر حال اس اصل سے اعادہ سرور واستحباب قربات مالی و بدنی کا معلوم ہوا اور بس
پس مولد مروج اس زمانہ کو کوئی فائدہ اس سے نہین ہوا دوسرے یہہ کہ یہہ حدیث ضعیف ہے چنانچہ
سفر السعادت مین اور اوسکی شرح مین شیخ عبد الحق نے فرمایا آمادہ است آن ضعیف است وخالی
از بعد سے ہم نیست انتہی اور بعض نے اسکو موضوع بھی کہا ہے بہر حال حدیث ضعیف موجب حکم
کی نہین ہوتی پس قیاس اس پر کرنا بھی لائق اعتماد کے نہوگا تیسرے عقیقہ کے معنی لغوی و شرعی
دونوں کو سیوطی نے ترک کر کے ایک معنی مجازی لیے کہ وہ شکریہ ہے سو بلا دلیل قوی محض احتمال سے ثبوت
حکم ندب کا اس سے نہین ہو سکتا چوتھے یہہ کہ حق تعالی نے ایجاد و بعثت فخر عالم علیہ السلام کو منت
اور احسان عباد پر فرمایا ہے بقولہ تعالی لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیہم الایہ اور اس منت کا
شکر عباد پر واجب کہا ہے بقولہ تعالی واشکروا نعمۃ اللہ ان کنتم الایہ اور دیگر آیات سے بھی ثابت ہے
پس طلب شکر کو حق تعالی نے مطلق رکھا ہے کسی وقت و ہیئت مین مقید نہین کیا پس اب قید کسی
وقت و ہیئت کی غیر اس نص کی ہوویگی تو بھی قیاس باطل ہوا اور جو محل نص مین قیاس ہوا تو بھی

ظہر اور خلاف حکم نص کے تقیید ہوئی تو یہی باطل ہو گیا ہاں مطلق شکر مطلق اوقات مین فرض
ہے مسلمانوں مین کلام ہی نہین جو کچھ بحث ہے تو قیود و تعینات مین ہے اور پھر یاد دلاتا
ہون کہ سوا اعمال شکریہ کے دیگر قیود استعمال ہین کہ اس قیاس غیر صحیح سے بھی انکو کچھ علاقہ
نہین پانچوین اس حدیث ضعیف عقیقہ مین کوئی قید زمانہ کی نہین کہ کس تاریخ و ماہ مین کیا تھا
پھر اس سے ماہ ربیع الاول اور تاریخ ولادت ثابت بھی نہین ہوتی کہ ایک امر منکر اس ہیئت کا ثابت
نفس ... ثابت ہوتا ہے کہ اراقہ دم سے تصدق نہ کچھ پھر اس سے قید بھی ثابت نہوئی نہ زمانہ سرور
... فقط نسک اراقہ دم ثابت ہے اور بس اور کلام اعادہ سرور مین بھی نہ شکریت اور تاریخ معین پر
... وقت معینہ ہیئت مطلق شکر مین پس اس سے کچھ بھی ثابت نہین ہوا پس قیاس بھی اس سے
ثابت ہوگی اور سو ہیئت شکریہ کسی صحابی اور تابعین سے عملدرآمد نہوا اگر یہ فعل تشریع کیواسطے تھا
... دین اور قرون ثلثہ بالکل متروک ہوا اب چھ سو کے بعد عمل ہوا یہ اول دلیل اسکی ہے کہ یہ کچھ
... ہین جو کہتا ہے یہ اعتراض فاکہانی کا ہے کہ اطلاق حکم شکر کو زمان و ہیئت سے مقید کرنا بدعت ہے جس طرح
... ہوا اور یہ امر قیاس سے ثابت ہوا اس اثبات سیوطی سے تعجب ہوتا ہے نہین نہین ہین بلکہ فاکہانی
کا اعتراض قائم ہے اور یہ قیاس خود باطل ہے اس سے کوئی قید ثابت نہین ہوتی کما لا یخفی پس صاف
ظاہر ہو گیا کہ سرے نصوص کا تو خود سیوطی اقرار کرتے تھے کہ یہان موجود نہین اصل لیے جو سیوطی نے
پیدا کی تھی وہ بھی لاشے محض ہے خصوصاً ہمارے زمانہ کی مولود کو تو کسی وجہ سے بھی مفید نہین چنانچہ
ہر ذی عقل پر روشن ہے دوسری اصل شیخ ابن حجر کی سنو کہ صحیحین مین ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے یہود کو یوم عاشوراء روزہ رکھتے دیکھ کر پوچھا کہ تم کیون اس دن روزہ رکھتے ہو یہود نے کہا
کہ اس روز مین فرعون غرق ہوا اور حضرت موسیٰ کو نجات ہوئی تو حضرت موسیٰ نے شکراً روزہ رکھا
تھا تو ہم بھی رکھتے ہین تو آپ نے فرمایا کہ ہم احق ہین ساتھ حضرت موسیٰ کے تم سے پس آپ نے روزہ رکھا

۱۶۳

ابن عثمان لولوی دمشقی نے الدر المنظم فی مولد النبی الاعظم اور لکھا امام القراء والمحدثین ابن جزری نے عرف التعریف فی مولد الشریف اور لکھا مجد الدین صاحب قاموس نے ...

اخوان و غلمان بھی داخل ... ہو گئے
بعض سامان سرور مثل زینت مجلس و استعمال
... موجب فرحت و سرور ہو اس مین
ہندی زبان مین ترجمہ ہو کر پڑھے جاوینگے
روم مین ترکی زبان مین اور ہندوستان مین
مین پہلا فارسی ... نے فارسی زبان مین اور بلاد

اس سے معلوم ہوا کہ روزہ منت واحسان کو اعادہ سرور کا شکر کرنا درست ہے اب سُنو کہ یہہ قیاس بھی
درست نہیں اول تو وہی تقریر سابق بیان بھی ہے کہ شکر وجود پر جو دآپ کا نص مطلق سے ثابت
ہوا ہے پس قیاس لغو ہے اور سبب تغیر حکم نص کے اطلاق کو تقیید کیطرف یہہ قیاس باطل ہے اور
اس اصل سے فقط جواز اعادہ شکر کا یوم ورود نعمت میں ابن حجر نے ثابت کیا ہے کہ اوسکی حقیقت بھی
اب معلوم ہو جاتی ہے اور سوائے اسکے کوئی قید قیود مولود مروجہ کی اس سے ثابت نہیں ہوتی پس مؤلف
کو کیا نافع ہوا اور خود ہیئت اجتماع جوق کہانی کا اعتراض ہی قائم ہے اب تحقیق اس واقعہ کی سُنو
کہ بخاری و مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس روزہ کو قبل ہجرت مکہ میں رکھتے تھے
عن عائشة قالت كان يوم عاشوراء تصومه قريش في الجاهلية وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم
يصومه فلما قدم المدينة صامه (اعلى عادته قسطلانی) وامر الناس بصيامه فلما فرض رمضان (فی السنة
قسطلانی) ترك يوم عاشوراء فمن شاء صامه ومن شاء تركه انتهى اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یوم عاشوراء
اول ہی میں آپ نے حسب عادت رکھا تھا کہ قسطلانی خود علی عادتہ لکھہ چکا ہے اور خود ابن حجر
عسقلانی بھی شرح بخاری میں یہی اقرار کرتے ہیں اور لوگوں کو امر فرمانا بھی بامر اللہ تعالی تھا
کیونکہ افتراض صوم کا بدون امر حق تعالی کے نہیں ہو سکتا پس یہہ روزہ علی عادتہ رکھا مگر وجوب
کا حکم اب زائد ہو گیا پھر دوسرے سال فرضیت منسوخ ہو گئی تو صاف ظاہر ہے کہ شکر نجات حضرت موسی
کیوجہ سے یہہ روزہ نہوا تھا بلکہ لعادتہ وافتراض اللہ تعالی تھا دوسری حدیث ابن حجر کی اصل یہہ ہے
کہ عن ابن عباس قال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قدم المدينة فوجد اليهود صياما يوم عاشوراء فقال
لهم رسول الله صلى الله عليه وسلم ما هذا اليوم الذي تصومونه فقالوا هذا يوم عظيم انجى الله موسى وقومه و
غرق فرعون وقومه فصامه موسى شكرا فنحن نصومه فقال رسول عليه السلام فنحن احق بموسى منكم
فصامه وامر الناس بصيامه الحديث پس اس حدیث میں اول کلام تو یہ ہے کہ یہود کا کہنا کہ فنحن نصومه

ہی اتباعاً لموسیٰ خود یہود کا روزہ باتباع سنت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تھا نہ بوجہ شکر کے کیونکہ
شکر نجات کے تھا اور پھر جو شکر نعمت کا مثل سب نعماء کے ہر دم بنتا ہے اس ہی بحث نہیں پھر
نفس عاشورہ کا روزہ بھی شکر کا نہوا بلکہ اتباع حضرت موسیٰ کی سنت کا ہوا اور اگر تسلیم کرین اسکو یہود
کے شکر پر روزہ رکھا تھا سو یہود وہ کام کرتے تھے ایک صوم کہ وہ سنت حضرت موسیٰ کی تھی یا وہ پر فرض
ہوگیا تھا تو مفروض من اللہ تھا دوسرے سرور و عید یوم النجاۃ سو اوسکو خود انہوں نے ذکر کیا
تھا چنانچہ حدیث مسلم مین مصرح ہے تو اس صورت میں اس سے استدلال صحیح ہی نہیں کیونکہ اس مین
ان کا شکر ہرگز نہیں اور جس فعل مین عادہ شکر و سرور کا ہے وہ شارع نے بوجہ مخالفت یہود کی چھوڑ ہی دیا
تھا دوسرے یہہ کہ قصہ مین کوئی نص نہیں کہ یہود کے کہنے سے آپ نے روزہ رکھا تھا اور بوجہ نجات
حضرت موسیٰ کے رکھا تھا بلکہ اسقدر معلوم ہوتا ہے کہ بعد سوال و جواب یہود کے آپنے روزہ رکھا
سو پہلی حدیث خود صاف کہتی ہے کہ بفرض اللہ تعالیٰ و عملی عادت تھا پس یہہ احتمال رفع ہوگیا اور
احق بموسیٰ منکم ہی اتباعاً لا سروراً و شکراً کیونکہ سرور کا امر تو آپ نے ترک ہی کر دیا و عن ابی موسیٰ قال
کان یوم عاشوراء یوما تعظمہ الیہود و تتخذہ عیدا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صوموہ انتم
دوسری روایت مین ہے خالفوا الیہود پس آپ یہود کی عید کی مخالفت کا حکم فرما چکے کہ صوم عید کے
خلاف ہوتا ہے اور یہہ قول احق بموسیٰ منکم بطریق الزام کے تھا کہ تم کس امر مین متبع موسیٰ کی ہو تم تو
ہر امر مین اپنی ہوی کی تابع اور مخالف شرع و حکم موسیٰ کے ہو پھر دعوی اتباع تمہارا بے محل ہے ہاں ہم
متبع موسیٰ کے ہیں [illegible] الزام تھا نہ وجہ صوم کی پس بہرحال یہہ صوم بمادہ شکر و سرور نہ تھا اور نہ اس
حدیث سے یہہ معلوم ہوا پھر قیاس کس چیز پر کیا جاتا ہے عجب ہے کہ ابن حجر جیسا ایسی بات فرماوے اور
پھر اس سے اگر کوئی تسلیم بھی کرتا تو عادہ نفس شکر یوم معین کا نکلتا فاکہانی کے دو اعتراض تھے سو
ہیئت اجتماعیہ کا بدعت ہونا تو اب بھی رفع نہوتا بہرحال اول اس حدیث کی اصل ہونے مین ہی کلام ہے

اور اگر اس سے اعادہ شکو سرور کا یوم تعیین میں نہیں نکلتا اگر معلوم بھی ہووے تاہم قیاس کے بطلان

کی وجہ معلوم ہو چکی اور مولود مروجہ کو تو کسی وجہ سے بھی مفید نہیں پس محقق ہو گیا کہ جواز قیود میں

حجت قیاس سے بھی کچھ ثبوت نہیں لہذا حجج اربعہ سے بدعت ہونا اس مروجہ کا محقق ہو گیا فللہ الحمد

اب مولف کے اقوال ہمینی کو دیکھنا چاہیئے **قوله** الحاصل اون بادشاہ کے وقت میں جب الخ

اقول تسلیم کیا کہ ایک علامہ عالم نے ہی انکار کیا مگر اوس کے انکار کا آج تک کسی سے جواب نہیں پایا گیا

اور فقط اوس کے انکار نے اجماع کو جو مزعوم مولف کا ہے باطل کر دیا اور قیاس کی کیفیت معلوم

ہو چکی کہ یہاں کسی کام کا نہیں قرآن حدیث سے کچھ ثبوت ہی نہیں پس اب آپ کے علماء کا فتویٰ

لا یعبأ بہا ہو گیا اور بدعت ہونا مقرر ہو گیا اور جائز ہونے سے مشائخ اور علماء کے کچھ حجت جواز کی

نہوئی اگر کروڑوں علما بھی فتوی دیویں بمقابلہ نص کے ہرگز قابل اعتبار نہیں اگر کچھ بھی عاقل

ہو تو ظاہر ہے پس قول سبط ابن الجوزی کا کہ یحضر عندہ فی المولد اعیان العلماء والصوفیہ بمقابلہ

نصوص کے ہرگز ملتفت نہیں اور تمام بلاد میں مشتہر ہا اسکا کوئی دلیل شرعی نہیں صلوۃ لیلۃ البرائۃ

اور رغائب تمام دنیا میں شائع ہوئی اور بدعت ہی ہے پس اشتہار غیر مشروع کا موجب جواز کا نہیں

پس سخاوی کے اس قول میں کوئی حجت شرعیہ نہیں علی ہذا علی قاری کا لکھنا کہ تمام ملکوں میں سے الخ

ہے **قوله** اس سے ظاہر ہوا کہ وہ جو کوئی الخ **اقول** جو ایک دو عالم موافق نصوص شرعیہ کے فرماوے

اور اوسکی تمام دنیا مخالف ہو کر کوئی بات خلاف نصوص اختیار کرے تو وہ ایک دو ہی عالم مظفر و منصور

اور عند اللہ مقبول ہونگے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یزال طائفۃ من امتی [illegible] علی الحق منصورین

لا یضرہم من خالفہم حتی یاتی امر اللہ طائفہ خود قطعہ شے کا ہوتا ہے اور قلت پر دلالت کرتا ہے پس

خود ارشاد فخر عالم ہے کہ جو موافق کتاب و سنت کے ہو وہ طائفہ قلیلہ اگرچہ رجل واحد بھی ہو وہ علی الحق

اور اوسکی مخالف تمام دنیا بھی ہو تو مردود ہے اور یہاں خود مبرہن ہو لیا کہ یہ مجلس مروج ادلہ اربعہ

شرعیہ کے خلاف ہو اور ادلہ اربعہ سے بدعت ہونا اسکا ثابت ہے فماذا بعد الحق الا الضلال اب مولف

ممالک کی شمار کرکے اپنی کرم کہانی لکھی جاوے بندہ احقر پہلے عرض کر چکا کہ مولف کے پاس کوئی دلیل

سوا اس کے نہیں کہ تمام علما کرتے رہے اور یہ بشرط ثبوت و تسلیم کوئی حجت شرعیہ نہیں حجت

وہی ہے کہ ادلہ اربعہ سے پیدا ہووے اب مولف کا مایہ علم اور دلیل اثبات اوسکے مدعا کی یہانتک نوبت

پہنچی کہ ہمایون وغیرہ بادشاہان کی حکایات سے استناد کرنے لگا اور کفار فرنگ کی تعطیل کو

بھی حجت جواز بنا لیا کل کو رام لیلا کی تعطیل کو حجت جواز رام لیلا کی نہ لکھدیوے استغفر اللہ استغفر اللہ

مولف کی حواس میں مشکک فتور اور اوسکو ضعف دماغ سودا لیخولیا ہو گیا ہے افسوس **قولہ** پس

منافی ہے ہمکو حدیث ابن مسعود الخ **اقول** مولف نے الفاظ ہی یاد کر لیئے ہیں معنی کو سمجھی ہی نہیں

ہی نہیں یہ سمجھا کہ جس کام میں بہت سے مسلمان جمع ہو گئے تو وہ امر جائز ہو گیا حالانکہ بہت بدعتیں

متفقہ متبعین سنت ہی ایسے ہیں کہ اس زمانہ میں ہزار گونہ کی نسبت ہو گئی اور حدیث لا یزال طائفۃ من

امتی کو بھی لکھ دیکھو اور حدیث بدأ الاسلام غریبا و سیعود کما بدأ فطوبی للغرباء الحدیث اور مثل

اسکی سب کو پس پشت ڈالدیا ہے کہ ان احادیث میں طائفہ اور غربا کی مدح ہو رہی ہے اب اپنی حسب بات

میں انکو رد کردی تو اوس میں عجیب نہیں سو سنو کہ ان احادیث سے تو مراد یہ ہے کہ جس وقت میں کہ تمام

دنیا میں حب دنیا و جاہ و اتباع ہوئی ہو جاویگا اوس وقت میں وہی دو چار متبع سنت مقبول

ہوونگے اونکو طوبی ہے اور حدیث ما رآہ المسلمون اسکی یہ معنی ہیں کہ اگر کسی امر میں نص صریح قران و حدیث

و اجماع امت سابقہ سے نہو اور اوسپر باشارہ و دلالت النص تمام علما متفق ہو جاویں کیونکہ لام استغراق

کا المسلمون میں موجود ہے اور اسلام مطلق سے فرد کامل اہل اسلام کا مراد ہے تو کل مسلمین علما

مجتہدین ہی ہوتے ہیں پس تمام علما کملا اوسکو دلالۃ النص سے بوجہ اسلام کامل کے حسن اعتقاد

کریں اور جانیں کیونکہ مشتق منہ علت حکم کی ہوتا ہے پس الاسلام عند اللہ بھی حسن ہو گا

١٦٧

اور اسکے معنے بعینہ وہی ہین کہ فرمایا لا تجتمع اُمتی علی الضلالۃ اور یہ امر وہ دونون حدیث اجماع قطعی کو
ارشاد فرماتی ہین سو مولف آنکھ کھولکر دیکھے کہ اجماع کس کا معتبر ہوتا ہے اور اجماع کس وقت اور کس
شرائط سے قابل اعتماد ہوتا ہے اور یہان تو مروجہ مولود مین وہ شرائط مین یا نہین ابھی بحث ادلہ
اربعہ مین کہا گیا ہے اگر مولف کو کچھ علم ہے تو دیکھ لیوے تو شاید سمجھ جاوے کہ یہ ہرگز دو پانچ
کا طائفہ من اُمتی اور طوبیٰ للغربا کا مورد ہے اور یہ مجلس مولود مروج خارج ادلہ اربعہ سے زیادہ تطویل
کرنا اور بار بار اعادہ مضامین کا کچھ ضرور نہین مگر اسقدر ہر عاقل سمجھ لیوے کہ ما راٰہ المسلمون سے ثبوت
ہے کہ ادلہ ثلثہ شرعیہ سوا اسکا کچھ صحیح ثبوت نہو ورنہ جب ان ادلہ سے قبح کسی شی کا ثابت ہو تو وہ شے
عند اللہ قبیح ہو چکی اب تمام دنیا کے حسن جاننے سے بھی وہ حسن نہین ہو سکتی مگر ہان جب ادلہ ثلثہ مین
صحیح نہین تو ضرور کسی طور پر کچھ ہوگا اسوقت سب علماء اور سب متفق ہو جاوین اوسکی خوبی
امر سے استنباط کرکے مجتمع ہو جاوین کہ یہ بہتر ہے اور کسی نے منفرد دیکھا تو وہ عند اللہ حسن ہو گیا کہ اجماع
انکا مظہر حکم کا ہو گیا ہے تامل در کار ہے یہان تو ادلہ اربعہ سے قبح ان قیود کا ثابت
ہو لیا اب سوقت ہر مسلمان کے حسن جاننے سے قبیح مسئلہ رفع نہین ہو سکتا مولف ذرا ہوش کرے

کلمہ پڑھکر سچے جی علی ہذا قوا علیہ السلام علیکم بالسواد الاعظم کو مولف یہ سمجھا کہ اختلاف مسائل مین جس طرف
بہت آدمی ہون اوسکو لیوے اور ظاہر یہی وجہ ہوئی کہ مولف نے طریقہ سنت کا چھوڑکر اگرچہ ظاہر بہ ظاہر
موافق حدیث وفقہ کے تھا طریقہ بدعت کو اختیار کیا اور تاویلات رکیکہ بعیدہ کو گھڑکر اس طریقہ کا
اثبات چاہا کیونکہ اہل سنت اس قدر مین کم ہین جیسا خود فخر عالم نے فرمایا سیعود غریبا اور اوس کا ظہور ہے
اور اہل طغیان کی کثرت ہو سو مولف نے اسکو سواد اعظم جانکر یہ عمل کیا ہے حالانکہ حدیث کو یہ معنے
نہین ہرگز ہرگز قال الحق صحیح السواد الاعظم عامۃ المسلمین ممن ہو ابتہ مطلقہ والمراد بالامۃ المطلقہ
اہل السنۃ والجماعۃ وہم الذین طریقہم طریق الرسول علیہ السلام والصحابۃ دون اہل البدع انتہے

اس سے علوم ہوا کہ سواد اعظم اہل السنۃ ہین مقابلہ اہل البدع والاہواء کے نہ مطلق کثرۃ الرجال

جیسا مولف نے سمجھ لیا اور اس کی شرح دوسری حدیث کرتی ہے قال علیہ السلام فانہ من

یعش منکم فسیری اختلافا کثیرا فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین تمسکوا

بہا وعضوا علیہا بالنواجذ وایاکم ومحدثات الامور فان کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار

پس آپ نے ایسے وقت اختلاف مین طریق اہل سنت کے التزام کو تاکید فرمایا تھا کہ وہ سواد

اعظم ہے اور بدعات سے اجتناب کی تاکید دی نہ یہ کہ مبتدعین کو کثیر دیکھکر اون کے ساتھ

ہو جانا تصفیہ فخر عالم کا تو یہ سنت کا راہ بتانا تھا ورنہ حدیث غرباء کے کیا معنی ہووینگے

اب سوچو کہ مولف اور سب اوسکے مقتدی اس طریقہ مروجہ مولود کو جو کہ سو کا ایجاد ہے کہتے

ہین پھر اس مین اختلاف ہوا تو مانعین تو طریقہ معمولہ مروجہ صحابہ کی ہدایت کرتے ہین اور

اس بدعت مروجہ کو خلاف اون کے طریقہ کے ثابت کر کے منع کرتے ہین اور مجوزین اس کی

بدعت ہونے کا اقرار کر کے حسن کو بدلائل واہیہ رکیکہ اثبات کرتے ہین پس سواد اعظم

مانعین ہوے ہر عاقل جان سکتا ہے اگر کوئی جاہل قواعد شرعیہ سے اتنا ہی سمجھ لیوے

اس فعل کے بدعت سیئہ اور حسنہ ہونے مین خلاف ہو تو ترک ہی مناسب اور احوط ہے کیونکہ یہ

فعل مندوب ہی ہے واجب تو نہین تو یہی کافی ہے متدین کو تو مگر جسکے دل مین بدعت

مشرب ہو اوس کا کیا علاج چہ جائیکہ یہان ادلہ اربعہ سے اس مروج کی ضلالت ثابت ہو چکی

سو یہ حال اس ہیئت کذائیہ مین طریقہ صحابہ کا حسب ارشاد ان احادیث کی میزان ہے جس کا طریقہ

اور قول وضع صحابہ سے موافق ہے وہی حق ہے الحاصل مثل آفتاب نصف النہار کے

واضح ہوگیا کہ اکثر المسلمین اور جماعت کثیرہ اور سواد اعظم اہل السنت والجماعت ہین اور اون کا

طریقہ موجب نجات اور جنت ہے اور اوس ہی کے التزام کا حکم ہے بس جو اوس کے موافق

169

ہے اگرچہ ایک ہی عالم ہو وہ سواد اعظم اور حق ہے اور جو اوس کے خلاف ہے اگرچہ تمام عالم ہو باطل ہی او اس مسئلہ مین ادلہ اربعہ سے عدم جواز ان قیود کا ثابت ہوگیا پس حاصل ذکر ولادت وغیرہ فی نفسہ عالم کا مستحسن اور جملہ امور حادثہ بدعت ضلالہ ہین اور کثرت قلت جماعت کا اعتبار نہین موافقت سنت و طریقہ صحابہ کا واجب التمسک ہی واللہ الہادی **قولہ** پس ثبوت تو کامل طور الخ

اقول مولف کو غیرت و شرم کا تو نام نشان نہین سنو کہ ثبوت کامل اس کے معنے مین کہ ادلہ اربعہ سے اثبات مدعا ہو سبحان اللہ تعالی کے حکم سے کوئی ایک دلیل ہی امر متنازعہ فیہ مین مولف نے نہین لکھی ایک آیت اور نہین حدیث نقل کردین لکھی تحقیق سو وہ سب کے نزدیک مندوب ہے اور قیود مروجہ کے باب مین جو کل بدعت ہونا مانعین ثابت کرتے ہین مولف نے اوس مین سوائے قصہ کہانی کے کچھ بھی تو نہین لکھا اور پھر کہتا ہے کہ ثبوت کامل ہوگیا تو کچھ تو شرم کرنا آدمی ہو کہ ہر شخص اوس کے اس رسالہ کو دیکھے نہ معلوم کہ وہ کامل ثبوت شامل مولف مین ہے یا صندوق مین اور رسالہ مین تو یہان ورد الروی کا قول ذکر ہے جسکے معنے بیان ہوچکے ہین کہ سب امور مکروہ و محرم تو اوس مین منع ہین اور جو مباح و مندوب اپنی حد سے نکلکر مکروہ اور بدعت ہوگیا وہ بھی ممنوع ہے سو یہ عین مراد مانعین کی ہے اس مین کوئی ثبوت قیود مروجہ کا نہین اور سبط ابن جوزی کا قول کہ مولد مین اعیان علماء حاضر ہوتے تھے اور سخاوی کا قول کہ ہر بلد اہل اسلام شہر مین محفل مولد کرتے ہین اور یہ علی قاری کا قول کہ اوس مین حاضر ہونے سے کوئی انکار نہین کرتا اور چند ممالک کا نام لکھدیا کہ یہان ہوتا ہے اور حرمین مین ہوتا ہے اور ہمایون وغیرہ سلاطین کی حکایت کا اشارہ اور فرنگیون کی تعطیل کا حوالہ بس مولف نے یہ دلائل لکھی ہین جس کو اثبات کامل کہتا ہے تو سب کا جواب پہلو اجمالاً لکھا گیا کہ یہ قطعاً محقق ہے کہ وہ اجماع شرعی کہ حجت قطعیہ دین کی ہے اوس

ہیئت مجلس مولود پر کہ سلطان مظفر کے وقت مین ہوئی اربیلی اوس کو اپنے رسالہ مین

لکھتے ہین نہین پایا گیا کیونکہ باقرار مولف یہ بات مین ایک دو عالم اوس کا منکر باہر

پس اجماع محال ہوا کہ ایک کا انفراد بھی دافع اجماع کا ہے پس جو کچھ امر جواز کا تھا وہ قول اکثر

علما کا بقول مولف تھا سو وہ ظنی بحکم قیاس کے ہے جیسا اصول مین مصرح ہے سو مقابلہ

نص کے کہ تعمیم مطلق کو بدعت ہونا ہے کب معتبر ہے ہرگز ہرگز نہین چنانچہ سب کتب اصول

مین مشرح ہے ذرا علم چاہیئے پس جب اقوال مخالفت و مقابلہ نص کے ہو گئی اور حکایت

حکایات سلاطین و تطبیق نصاری کی مردود ہو گئی تو مولف نے کونسا ثبوت کامل دیا ہے

بسبب کچھ نخرہ ہو رہا ہے سو یہ تو اوس ہیئت کا ذکر ہے کہ جلال الدین سے لکھی اور یہ ہیئت

اس زمانہ کی سو یہ تو قطعاً بدعت اور ضلالۃ ہے اس مین تو نام و نشان بھی جواز کا نہین اور

اگر ہم تسلیم کرین اور ان نقول کو معتبر بھی رکھین تاہم اس مین نفس محفل مولود کا ذکر ہے اس

مین کہین بھی ذکر ہیئت مروجہ کا نہین کہ اثبات دعوی مولف کو مفید ہو مطلق سے مقید

کا اثبات جواز کس عقیل کے نزدیک ہو سکتا ہے بہرحال مولف کی اس ابلہ فریبی سے کہ دو ورق

کہانی کے سیاہ کر کے دعوی ثبوت کامل کا کرتا ہے جہلا عوام تو شاید دھوکا کھا جاوین مگر

جسکو کچھ بھی علم ہوگا وہ کسطرح اسکو تصدیق کریگا ایک بھی دلیل شرعی نہین لکھی اور ثبوت کامل

ہو گیا معاذ اللہ عن ہذا التدلیس والتلبیس اور حقیقت حال یہ ہے کہ علامہ فاکہانی نے جو

کچھ اس ہیئت محدثہ کو رد کیا کہ جسکو سیوطی نے حسن المقصد مین لکھا ہے تو ظاہر حال اوس کا

دیکھکر اور مآل و انجام کو لحاظ فرما کر دکیا ہے مگر ظن یہ ہے کہ ہیئت در اصل مباح تھی کیونکہ

اس مین سوای اجتماع صلحا و اطعام طعام و قرات قران سے کوئی امر مکروہ نہین ہے اور اطعام

خود مباح اور قران و ذکر مستحب اور تعین تاریخ کا لازم تھا - تو یہ اسقدر فی حد ذاتہ مباح

ہے تو اوس وقت مین وہ لوگ اوس کو نہ عقیدہ مین سوکہ جانتے تھے نہ عمل مین مستقل سوکہ التزام تھا اور عوام کیطرف سے بھی طمانیت تھی تو اوس وقت مین فتنہ حال و مآل کو مرتفع جانتے تھے تو اگرچہ بحکم ظاہر کے فتوی فاکہانی کا بجا و متین تھا مگر فی الواقع یہ امر مباح تھا اور یہی امر معروض بندہ مورد اوس سے صاف ظاہر ہوتا ہے اور یہی تحقیق سیوطی کی حسن المقصد سے واضح ہے سو حق الامر واضح ہوا کہ اصل میں یہ مباح تھی بوجہ منع فاکہانی نے لکھی وہ دوسرے فریق کو کبھی قبول تھی مگر اس کو بسبب عدم مانع کے بدعت حسنہ کہتے تھے اگر امر عارض فاکہانی کا اونکو بھی معلوم ہوتا تو وہ بھی یہی فرماتے جو فاکہانی نے لکھا مگر وہ اوس کو مرتفع جانتے تھے سو نزاع لفظی تھی امر واقع مین نزاع حقیقی اصل مسئلہ مین پس یہ نقول اور یہ اقوال اس زمانہ کے مولود کو ہرگز مجوز و مفید نہیں کیونکہ وہ مانع اب موجود ہوگیا ہے قطعی اور بہت اشیا ہین کہ اختلاف زمانہ سے بدلجاتی ہین چنانچہ مولف خود قائل اس کا ہے دیکھو اہل میت کو طعام دینا اول مستحب تھا اب بسبب [illegible] کے ممنوع ہو گیا سنن ابن ماجہ مین ہے قال ابو عبید اللہ ہذا الت سنتہ تنتی کان حدیثا فترک پس گو یہ ہیئت مباحہ مذکور سیوطی کی اوسوقت مین مباح تھی مگر اب مکروہ و بدعت ہوگئی ہے قطعی پس حکم بھی بدل گیا لہذا یہ اقوال سخاوی وغیرہ کے کسی وجہ مفید مدعا مولف کی نہین اور ہرحال یہ سوالیہ رسالہ بجست ہین سو اب ہر اہل علم غور و تامل سے دیکھے کہ مولف کی کیا فہم غوی ہے کہ ایک بھی دلیل مدعا پر نہین لایا اور دعوی ثبوت کامل کا لکھتا ہے ہان تعطیل انگریزان اوسکی حجت باقی ہے کہ وہ کسی نقل سے صریح نہین ہوئی اوس پر ہی اعتماد کرکے یہ لکھا ہوگا لاحول ولاقوۃ الا باللہ بہرحال ہمکو قدما علمار پر حسن ظن ہے اور فاکہانی کا کلام بھی نہایت مستحکم ہے اور قابل تحسین اللہم ارنا الحق حقا وارزقنا عملہ واتباعہ والباطل باطلا وفقنا

اجتنابیہ واحترازیہ آتین **قولہ** منشائیہ اعتراض کرتے ہین الخ **اقول** تشبیہ اس بات مین ہے
لیوم ولادت کو عید بناوین اور شرع مین بدلے معاملہ سرور وشادی کا کرین جیسا قوم کفار کرتی
ہین سو یہ امر تو مشاہد و محقق ہے مگر مولف مشابہت نوعیہ ہونیسے انکار کرتا ہے تین وجہ سے
ایک یہ کہ کنہیا کو اہل عراق و عرب جانتے بھی نہین تو اونھون نے کسطرح تشبیہ کنہیا کا کیا سو
یہ شنو یہ تقریر مولف کی بالکل کم فہمی مولف کی ہے اسواسطے کہ پہلے محقق ہو چکا کہ تشبیہ
حرام فقط یہی نہین کہ کسی قوم خاص کو دیکھا اور فعل کو اختیار کرے نہین بلکہ عام ہے اس
سے اگر کسی امر کو کرتا ہے اور تشبیہ عارض ہو جاوے یا معلوم ہو جاوے تو اب بعد علم کے
اور عروض کے بھی ترک اوس کا لازم ہوگا اگر طبعی ہو شرعی امر ہو اور وہ شعار بھی کفار کا ہو
چنانچہ حدیث مین ہے کہ فخر عالم جب تک مردہ کو لحد مین نہ رکھتے قبر پر کھڑے رہتے تھے ایک حبر
یہود نے کہا کہ ہم بھی ایسا ہی کرتے ہین تو آپنے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ اور یہود کی مخالفت کرو اور
سیدھے ہاتھ مین خاتم پہننا جو [illegible] حدیث تھا جب روافض کا شعار ہو گیا تو اب مکروہ ہو گیا
حالانکہ نہ قیام یہود سے دیکھکر کرتے تھے اور نہ خاتم روافض سے کسی نے دیکھکر سیکھی تھی پس
یہ معنے تشبیہ کے مولف کی اپنی طبع سقیم سے اٹھتے ہین دین اسلام مین تو یہ نہین پس یہ وجہ
مولف کی مردود ہے اس کے تحقیق پہلے اس تشبیہ مین ہو چکی ہے اور واضح ہو کہ مانعین
فرحت ولادت کو برا نہین اور منع کرین اور نہ ذکر ولادت کو منع کرین بلکہ ایسے امر مستحسن مین
تشبیہ کو جو نص سے ممنوع ہے منع کرتے ہین مولف مطلب تو سمجھتا نہین تعوذ پڑھتا ہے
یہ سمجھا کہ آپ کی ولادت کا سرور مثل جنم اوٹرے دن کی ہے نعوذ باللہ من ہذا الفہم الردی
ہدایہ مین لکھا ہے کہ قرآن کو دیکھکر نماز مین نہ پڑھے کہ تشبیہ باہل کتاب ہے اب مولف تعوذ
پڑھکر کہے کہ قرآن کو یہود کے فعل سے تشبیہ کر دیا بلکہ خود جب فخر عالم نے بیٹھکر نماز پڑھی

اور صحابہ مقتدی کھڑے تھے تو آپ نے اشارہ کر کے بٹھلا دیا اور پھر بعد نماز کے فرمایا کہ ان کدتم

انفا تفعلون فعل فارس والروم یقومون علی ملوکہم وہم قعود الحدیث رواہ مسلم یعنی تم فعل فارس

و روم جیسا کرتے تھے تو اب موتف وہاں بھی کچھ تفوہ کرے کہ نماز کو کفا ر عجم کے فعل سے مشابہ کر دیا

لاحول ولاقوۃ الا باللہ اور خود ہی مولوی عبد الخالق صاحب کو نصیحت ثانیہ مین لکھتا ہے قولہ

اور کثرت سے ترح مثل مندر قوم ہنود کے بنوا دیئے کہ خانہ خدا تعالی کو بت خانہ سے تشبیہ دیا

ہے آفرین ہو اس فہم ردی پر الحاصل موتف نے اگرچہ دستور العمل سلاطین روم وغیرہ کا لیا ہو مگر

مشابہت ممنوعہ حسب قاعدہ شرع کے لازم ہے اگرچہ موتف نہین جانتا **قولہ** سمجھنا چاہیئے الخ

اقول موتف محض نادان ہے عید کرنا اس یوم مولادت مین شعار ہی ہے اور من کل الوجوہ سب

امور مین طابق النعل بالنعل مشابہ ہونا ضرور نہین ایک شی مین مشابہت کافی ہے چنانچہ اسکی تحقیق

ہو چکی ہے خود صلوۃ قران دیکھکر پڑہنے کو دیکھ لو خود قیام کو دیکھ لو کہ فارس و روم کی مشابہت

فقط قیام مین تھی باقی کوئی فعل صلوۃ کا اون کے دربار سے مشابہ نتھا موتف نے تمام عمر ڈھیلے

ہی ڈھونڈے ہین فہم علم کو نہین جانا کیا ہے سو خیر اس رسالہ براہین قاطعہ مین اوسکو بہت سے

امور بتلادیے گئے یہ مسئلہ بھی بتلا دیا جاوے مراد یہ ہے کہ جس شی شعار مین تشبہ ہے اوس مین

من کل الوجوہ تشبہ ہو تو منع ہے جیسا مثلا تمام وردی نصاری مین سے ایک کلاہ پہنے تو یہ کلاہ

من کل الوجوہ مشابہ نصاری کی ہے اگر اس کلاہ مین بعض وجہ تشابہ کی ہو دیگی تو حرام نہو دیگی

یہ معنی ہین ورنہ تمام احادیث و جزئیات فقہ کی موتف کے فہم کو موافق تو برہم ہو جاتے ہین حاصل

یہ قول موتف کا بالکل غلط ہے موتف نے مانند ہونا ہی یاد کر رکھا ہے اور باقی خیریت ہے **قولہ** دوسری

وجہ الخ **اقول** یہ دوسری وجہ مشابہت ممنوعہ نہوئیگی ہے جو موتف لکھتا ہے سو یہ بھی

سابقا مذکور ہو چکا ہے کہ تشبہ ہر حال مذموم ہی موتف قرآن کو دیکھیکر پڑھنے کی مثال اور صوم

…شوراء کی تطبیق ہوا کرتی ہے کہ نہ قرآن دیکھکر پڑھنا مذموم ہے نہ صوم اور بحر الرائق اور رد المختار کے
…نے بھی پہلے لکھے گئے ہیں وہاں دیکھ لیوے **قولہ** اور اون کی طرف سے دوسرا جواب الخ
اقول موتف کو فہم سے علاقہ نہیں کیا کہتا ہے کہ جیسا توپ وغیرہ کے ارتکاب میں آلات
…ب نصاریٰ کی ہے ہیں تشابہ نہیں ایسے ہی عید ولادت میں نصاریٰ کا تشبہ نہیں سبحان اللہ
…یا کمہ فہم ہے سنو کہ اعداد آلات جہاد فرض ہے بقولہ تعالیٰ واعدوا لہم ما استطعتم من قوۃ الآیۃ
…سو جبکہ بغیر اس کے دفع کرنا اون کا ممکن ہوا اس کا اختیار کرنا فرض ہوگا اب تیر سے دفع نہیں
ہوتا تو بندوق توپ وغیرہ کا بنانا فرض ہوا اور تحقیق ہو چکا کہ فرائض میں تشبہ معتبر نہیں ہوتا
اور اس موقع پر موتف کا آیہ فمن اعتدی علیکم کا تلاوت کرنا بھی اونکے علم و فہم کی خبر دیتا ہے کہ اگر
… کے ساتھ فعل معصیت کریں تو مسلمان بھی ون کے ساتھ فعل معصیت مثلاً
… معاذ اللہ شرم کی باتیں لکھنی مناسب نہیں پس اسپر قیاس موتف کا یہہ ہوا کہ گو یہہ تشبہ
… یوم ولادت کا ممنوع ہی ہو جب بھی اسوجہ مذکورہ ہی درست ہے تو نہ معلوم کہ کفار کے صغار
… واسطے موتف کیا کیا کرا کر ہیگا توبہ توبہ ہمیشہ سے احتشام کفار کو رہا ہے بسبب تمول کے
اور … روز ضعفاء مسلمین بھی تھے مگر کبھی ایسا کوئی امر جائز نہوا کہ کراہت و بدعت و تشابہ سے
… اپسار مسلمین کو دفع کر دیوے اور نہ یہہ جواب آج تک کسیکو سوجھا تھا اب کئی سو سال کے
بعد موتف پیدا ہوا تو اس کو سوجھا تو وجہ یہہ ہے کہ ایسا علم جہل مرکب کسیکو نصیب نہوا تھا
جیسا موتف کو ملا ہے کہ جسکی بدولت سب نصوص کو برہم کرنیکا قصد ہوا یہود و نصاریٰ کی شوکت
اور عید عاشوراء و ولادت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قدیم تھی آج تو حادث نہیں ہوئی حدیث
میں تو ترک عید کو رفع تشابہ کیواسطے حکم ہوا موتف اقامت عید کا حکم کرتا ہے باخذ تشبہ
وصحابہ نے فخر عالم سے عرض کیا کہ ہمارے واسطے بھی ایک ذات انواط مقرر فرما دیوین جیسا

کفار کے یہان ذات انواط ہے ذات انوا ... درخت تھا کہ کفار ایک روز معین لوہیر ہتھیار لٹکا کر اوس کے گرد بیٹھتے تھے اور عید کرتے تھے نہ یہہ کوئی معبد تھا نہ بُت پرستی تھی پس صحابہ نے کہا کہ ہم بھی ایک روز دل بہلا لیا کرین تو آپ نے غصہ ہو کر فرمایا کہ یہہ تو تمھارا قول ایسا ہی ہوا کہ جیسا بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے کہا تھا کہ اجعل لنا الہا کما لہم آلہہ اور اس قول کو رد کر دیا اور سختی سے منع فرمایا تو شارع علیہ السلام تو یہانتک اونکی اعیاد اور رسوم سے تبعید فرماتے تھے اور ایک مولف دوسرا شارع بنا کہ ضد سنتہ اللہ کی قائم کرنے کو رفع انکسار مسلمین کیواسطے جائز کہتا ہے معاذ اللہ بھلا خیر اگر اون ممالک نصاریٰ کے جوارمین یہہ حیلہ پوچ عذر ہے تو ہندوستان مین کونسے مسلمین کو خستہ دلی ہے کہ ہنود کے جنم اور نصاریٰ کے بڑے دن ہی ہوتے ہین اور پھر یہہ رفع خستگی اگر سلاطین نے موالید مین ہو تو کوئی صورت بھی ہے مولف کی اور ہندیون کے مولودمین کہ دو آنہ کی ریوڑی پر جمع ہوتے ہین کونسا احتشام ہے اگر معصیت کو کوئی اختیار کرے شوکت اسلام اور رفع صغار کیواسطے تو جو کچھ یہہ توجیہہ پلید ہے اوسکی کوئی صورت بھی ہو گو خلاف تو اعد اسلام کے ہو مگر عرب مین اور ہند مین جو مولود ہو مین اس مین کیا احتشام ہوتا ہے اور کونسا طمطراق ہے کہ جسکا ظہور نصاریٰ یا ہنود پر ہو وے کسیکو خبر بھی نہین ہوتی کہ کیا ہوا مولف کی عقل بالکل سلیم نہین رہی سلیم بدعت ہو گئی ہے آدمی کچھ سوچ کر تو بات مونہہ سے نکالے کیا عجب عذر ارتکاب تشابہہ ممنوع شرعی کا ہے کہ عذر گناہ بدتر از گناہ جمعہ اور عیدین کا احتشام اور وعظ مین فخر عالم کے احوال کا اظہار کیا کافی نہین تھا جو اپنی طرف سے کوئی بدعت قائم کیجاوے پھر سخاوی اور نورالدین کے قول پر یہی کلام ہے کہ اگر مراد اوسکی وہ ہے جو مولف سمجھا تو خلاف نصوص کے ہرگز قابل اعتبار کے نہین ورنہ اسکی وجہ اوپر بیان ہو چکی اور مولف کے مولود کو اس سے کچھ نفع نہین ملتا بس تماشا ہے

۱۷۷

کہ بدعات و معاصی سے رنجیدہ ہوتا اور اوس کو مبغوض و منکر سمجھنا تو فرض شرعی تھا قال رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک

اضعف الایمان ولیس من وراء ذلک حبۃ خردل من ایمان - امر منکر سے جلنا فرض ایمان کا تھا

اب مولف امر منکر کو عین ایمان بتاتا ہے معاذ اللہ فخر عالم کے ذکر ولادت کو کوئی برا نہیں جانتا

ہے منکر کو برا جانتے ہیں جب مولف نے اپنے دین منکر کے جواز کی دلیل نہ پائی تو دھوکا دہی

عوام کیواسطے مطلق ذکر مشروب کو اوس کا قائم مقام کرکے اہل سنت کو تبرے کرنے لگتا ہے

مولف نے یہہ روافض وجہلا سے قاعدہ یاد کرلیا ہے مگر وہ تبری اوسپر ہی منقلب او چسپان ہوتی

ہے کما لایخفی **قولہ** تیسرا جواب الخ **اقول** مولف کیا خوش فہم خوش تقریر ہے سبحان اللہ

ابتدا سے کا ادنی کا ذکر کرکے اعلی کی رغبت دلاتے ہیں سو یہان ادنے تو عید ولادت حضرت

عیسی کو ٹھیرایا ہے اور اعلی عید ولادت فخر عالم کو غرض دونون ایک ہی جنس میں اور پھر کوئی

باقی ہم مشرب مولف کا اسکو تشبیہ نہین کہیگا اسواسطے کہ مولف کے نزدیک مشبہ مشبہ بہ

مین من کل الوجوہ متساوی ہوتے ہین چنانچہ پہلے بھی لکھ چکا ہے سو اول تو یہی مولف کا

علم معلوم ہوا دوسرے عید ولادت مین کیا ادنے کی ولادت اور کیا اعلی کی عید نفس عید ہونے

مین سب یکسان ہین پس مولف عاقل کی قاعدہ پر تشبیہ تو ہوگیا اور تشبیہ نفس عید مین ہے ممنوع

ہے پس عید ولادت حضرت عیسی کی تشبیہ سے یہہ عید ممنوع ہوگئی نہین معلوم کہ مولف کیا کہہ رہا ہے

جو دلیل جواز بن جاوے ہان البتہ اگر مولف یہہ کہتا کہ عید ولادت حضرت عیسی کی ادنے یعنی

ناجائز ہے وہ لوا سقدر خرچ کرین اور اہتمام کرین اور عید ولادت فخر عالم کی اعلی یعنی جائز اور عبادت

اوس مین کچھ بھی اہتمام نہو تو البتہ کلام فی حد ذاتہ درست ہوجاتی گو یہہ محض حماقت ہے کیونکہ

دونون عید یکسان ہین دونون نبی ہین اور دونون کی ولادت کی خوشی ہے گو کم زیادہ ہے

پس وہی مشابہت ممنوعہ موجود پس نہ معلوم کہ مولف کے دماغ مین کس شے نے یہ علوم جدید دیے
ہین کہ ابن جزری کو ہرگز یہ جواب نہ سوجھے نہ کسیکو اون کے بعد آج تک اب مولف نے خوب
طرفداری کی ماشاء اللہ اور آیۃ ان تکونوا تالمون مین بھی تو یہی معنی تھے کہ اے مسلمانو تم کو
تکلیف جہاد مین ہوتی ہے تو دیکھو کفار بھی اپنے کفر پر کسقدر جان مال خرچ کرتے ہین حالانکہ
انکو محض خسران ہے تم ثواب و رضوان پر کیون نہین کرتے تو مثل اس کے مولف نے
ولادتین کو بنایا ہے غرض حدیث تشبہ کی مخالفت مدنظر ہے معاذ اللہ کیون مولف نے
اپنی خواری علماء کے سامنے دکھائی چُپ رہتا ابن جزری کی مددگاری کیا ضرور تھی سچ ہے
تا مرد سخن نگفتہ باشد۔ عیب و ہنرش نہفتہ باشد۔ قول گاذرونی کہ بھی سنو کہ جو مولود ہیئۃ
منکرہ کیواسطے یہ قول ہے تو وہی جواب مخالفت نص کا اوس کا جواب ہے . . سچ ہے کہ ذکر
ولادت فخر عالم جسقدر کیا جاوے بوجہ مشروع وہ تھوڑا ہے پس مجلس ۔۔۔ و مروجہ سے اسکو
کچھ علاقہ نہین ابن جزری کا بھی یہی جواب ہے اور فخر عالم کی حدیث عاشورا کی تحقیق گذر چکی
یہ مولف کا ترجمہ اور مراد بالکل غلط ہے اوپر ۔ واضح ہو لیا تکرار کی حاجت نہین۔ **قولہ**
اور ایک خوبی یہان اور ہے الخ **اقول** یہ مولف ہی کی خوبی علم و فہم کی ہے مذکور ہو لیا کہ تشبہ
مین کفار کے فعل کو دیکھکر اخذ کرنا ضرور نہین یہ بنا فہم مولف کی از سرتاپا غلط ہے تشبہ سابق
لاحق سب طرح ممنوع ہوتا ہے اگرچہ ذکر جوابات تنزیہ ابن جزری اتفاق ہو آئی مگر مولف کی بدفہمی کا
یہان بھی اتفاق ہی رہا کوئی فہم کی بات کہکر اپنے قاعدۂ قدیمہ کے خلاف نہین کیا **قولہ**
وجہ تیسری وہ یہ ہے کہ نصاری الخ **اقول** یہ تیسری وجہ عدم ممانعت تشبہ کی مولف
کی طبعزاد ہے ۔۔ معلوم ہو چکا کہ من کل الوجوہ مماثلت مشابہت ممنوعہ مین ضرور نہین جیسا قیام
مقتدی امام قاعد مین موجود ہے پس تجدید تاریخ کی ضرورت نہین نفس تعدید تشابہ کو کافی ہے

اور صوم عاشورا کی شرکت بامر اللہ تعالیٰ ہے اور منفرد صوم عاشورا کبھی مکروہ نہیں ایک سوم
اول آخر محض تعبید کے واسطے تحبب ہے دفع شبہ کیواسطے لیکن تشبہ پہلے بھی نہیں تھا
جیسا ستہ شوال کا بعد عید فطر کے تتابع سے متصل یعنا عند حنفیہ کے نزدیک علی المختار
بلا کراہت جائز ہے اگرچہ تفریق مندوب ہو کیونکہ روز عید فطر متفرق اگیا ہے یہاں تشبہ نہیں
اگرچہ تعبید امن التشبہ بتفریق اولی ہے پس یہ بیت والی اور سنہ خوانی مولف کی معلوم ہوئی خلاف
اس مسئلہ عید ولادت کے کہ نفس عیدین ہر حال تشبہ موجود ہے ہاں اطعام عید نہیں
جائز ہے بلا تعین روز ولادت بھی اور غیر روز ولادت بھی اور تعین کا مسئلہ یہان بھی خیال رہے
استغفر اللہ من تسویل النفس الامارۃ وتلبیس الابلیس مولف نے کیا حق کو باطل سے خلط کر کے
مسلمین کو گمراہ کیا پس ایسا کہا جاوے خود ناظرین غور کرین کہ کیسا سخت آپ تشبیہات کفار
سے بے زیادہ زبان درازی کا جواب دینا ہمارا کام نہیں کوئی علم کی بات نہیں کفر و اسلام
سنت و بدعت کا فرق سبکو واضح ہوگیا **قولہ** لمعہ ثالثہ الخ **اقول** تقریر اعتراض کی یہ ہے
کہ اگر اس مولود مروج میں تشبہ نہیں ہو تاہم بسبب قیود مروجہ کے بدعت ہے اسواسطے کہ یہ
قیود منکرہ ہیں یا مباح کہ بسبب تاکد کے مکروہ ہوگئے ہیں اور تقیید مطلق مامور کی بدعت ہے کیونکہ
یہ قیود قرون ثلثہ سے ثابت نہیں ہوتی اور ان کی اصل یہان سے نہیں معلوم ہوتی تو اس سے
ظاہر ہے کہ یہ ممانعت بسبب قیود کے ہے نہ بسبب اصل ذکر ولادت کے کہ بار ہا اس کا بیان ہوچکا
ہے پس مولف کو اس کے جواب میں اثبات ان قیود کا واجب تھا جنکو معترض بدعت کہتا ہے
نہ اصل ذکر کا مگر مولف خوش فہم جواب میں اصل ذکر کو ثابت کرتا ہے ناظرین ملاحظہ فرماوین کہ مولف
کس وادی میں ہائم ہو رہا ہے **قولہ** جواب مولوی سمعیل صاحب **اقول** سب ناظرین بچشم انصاف
دیکھین کہ یہان مولف نے عبارت تذکیر الاخوان کی جو نقل کی یہ ہے کہ جو عمل زمانہ فخر عالم علیہ السلام

180

اور تین زمانہ بعد مین بعینہ یا بالنظیر اوسکی نہو وہ بدعت ہے اور یہہ حد بدعت کی بعینہ وہی **قول** خالص ہے جو مولف نے مختار رکھا ہے لفظاً و معنیً چونکہ یہان اپنا مدعا پر اس سے استدلال لانا ہے تو اسکو کامل قیام سیان کیا اور لمعۂ ثانیہ لور و ویم مین تا تمام نقل کیا کہ طعن کرنا منظور تھا اور وہان اوس کے قبول مین برعم خود خلاف مقصد ہوتا دیکھا تھا گو یہہ خام فہمی تہی پس یہہ خیانت دین اللہ تعالےٰ اور شرع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین اپنی بدعت کی احیا کیواسطے کس کا کام ہے اور پھر آخر خود غلو راحافظہ نباشد خود ہی بول پڑا اگرچہ یہہ خیانت مولف کی کچہ اوسکو مفید نہوئی اور اہل سنت کو مضر نہوئی چنانچہ واضح ہوگیا مگر ہان مثل مشہور ہے بلی کی ذات دریافت ہوگئی ناظرین دونون عبارت کو ملاکر دیکھیں **قولہ** پس اس بنا پر ہم کہتے ہین الخ **اقول** مولف کے فہم پر تشاوہ ہے ذکر فخر عالم کا اول سے آج تک کسی کے نزدیک ناجائز نہین اور اوس کے اثبات کیواسطے زرقانی اور مواہب وغیرہا کی روایت کی حاجت نہین اور جو کچھ مولف نے بڑی جان کنی سے یہہ لکھا ہے اوس کو خود اہل سنت قبول کرتے ہین مگر اس مین امر متنازع فیہ کا نام و نشان نہین اور بالاستقلال بھی اس ذکر کو کسینے منع نہین کیا مولف اپنے دماغ کا علاج کرے تداعی اور اہتمام اس فکر کے واسطے بالخصوصیت مکروہ کہتے ہین مثل تداعی نوافل کے اور یہان مسجد مین مجمع اس قصیدہ کیواسطے جمع نہوا تھا بلکہ خود خدمت فخر عالم مین تھے اور شیرینی اور فرش و بساط وغیرہ کوئی بات نہین تہی سو یہہ سب کے نزدیک جائز ہے یہہ تو اول مولف آیہ ورفعنا لک ذکرک سے ثابت کرچکا ہے مگر کلام قیود مین ہے اوس کی کوئی سند دینی واجب تھی پس مجمع مین نہ پڑھنا اور فقط سنہلا ناس کا ذکر نکرنا مولف کا خیال ہے سو وہ مردود ہوگیا بیشک اور قول اہل سنت کا موافق کتاب اور سنت کے ہے لاریب **قولہ** باقی جو اوس کے امور لواحق ہین الخ **اقول** مولف نے یہان بھی خیانت کی قیود زائدہ وامور لواحق مین سے وہ امور چھانٹ کر لکھے کہ

درصل مباح ہین تا عوام کو فریب دیوے سو ان امور کی بحث تو اب ہو جاویگی مدعی اموصل سوال جو دو قسم
مین اور جواب مولوی احمد علی صاحب مرحوم مین مصرح ہین اونکو منضم کیا تو وہ بعض امور یہ بیدرہ
لکھتا ہے تداعی و اہتمام زیادہ وعظ و جماعت پنجگانہ سے اور شتاق و متبعین کی تعب اور مدارات
اور قیاس وزی منکر شرع کا ہونا اور ترک امر و نہی واجب کا اور روایات موضوعہ اور اشعار خوش
الحان کا ہونا اور فرش مجمع کی جامہ باشی سے صلوٰۃ فرض مین کوتاہی کا ہونا اور اسراف روشنی مین
اور قیام وقت ذکر ولادت کے خصوصاً بعقیدہ فاسدہ یہ امور عشرہ یا سب کے سب یا بعض انکے
جن مجلس مروجہ مین ہوتے ہین ہرگز نہین ہونا سب مرتفع ہو دین اور ان مین سب کے سب
امور تحریمی اور حرام ہین کہ ہر واحد کی کراہت اور محظور ہونا ایسا بدیہی امر شرعی ہے کہ ادنیٰ
مسلم کو بھی اس سے انکار نہین لہٰذا ہر واحد کے اثبات کی حاجت نہین اور عبارت شرح
منیہ جو باب صلوۃ الرغائب میں شروع نور چہارم مین درج اس رسالہ کی ہو گئی ہے قناعت
کرتا ہون اور بعض کی بحث شرح سوال مین ہو چکی ہے اور ان بعض قیود اربعہ مذکورہ موقف پر بھی
شرح سوال مین بحث ہو چکی ہے اب چونکہ مولف نے سب طرح سنبھل کر خوب جزم کے ساتھ قیود
لکھے ہین تو اون کا حال سننا لازم ہے **قولہ** و فرش و منبر تو بدعت الخ **اقول** یہ دعویٰ مولف
کا کہ فرش و منبر کو بدعت ہونے مین کچھ دخل نہین کیسی چشم پوشی حق سے اور انکار موکلہ زوری
کا ہے کیونکہ فرش و منبر دونون امر مباح ہین جبکہ التزام کی وجہ سے عوام اسکو ضروری اور لازم اس
محفل کا جانینگے تو لیون اون کے حق مین بدعت اور مرتکب کے حق مین مکروہ نہین ہوگا
عوام کے ضروری سمجھنے سے مکروہ ہو جانا مسلم فقہا کا ہے شرح منیہ مین ہے منہا ان العوام
یعتقدونہا سنتہ انتہی پس اس صورت مین دونون مکروہ ہو گئے اور بدعت ہوئے مولف
مطلق العنان لکھتا ہے کہ انکو بدعت مین کچھ دخل ہی نہین اور اب خوب ظاہر ہے کہ عوام کالانعام

عوام کے نزدیک محفل بدعت نہین اب ایک دوسری تقریر سے ثابت کرتے ہین کہ یہ محفل سنت ہی مولوی اسمٰعیل صاحب

اسکو ضروری جانے ہین اور خواص کالعوام اس کا تعامل مثل سنن ضروریہ کے کرتے ہین اور یہ عین
تعدی حد اللہ تعالی ہے اور تغییر حکم شرع کا لازم ہے مگر مولف خواب غفلت مین ہے عالمگیریہ مین
اور شرح منیہ مین ہے و کل مباح یودی الی ذالک فمکروہ انتہی اور کراہت مطلقہ تحریمیہ ہوتی ہے اور
دلیل بھی تحریم کو چاہتی ہے کہ تعدی حد اللہ تعالی ہے قال فی رد المحتار اعلم ان المکروہ اذا
اطلق فی کلامہم فالمراد منہ التحریم الا ان ینص علی التنزیہ انتہی پس یہ دونون امر جب مکروہ ہوئے
تو مجلس مروجہ کو بیشک مکروہ بنا دیوین گے کما لا یخفی ہان نفس منبر مباح ہے لیکن وعظ کا ذکر
یہان بیسود ہے کیونکہ اول تو وعظ کا کون اہتمام کرتا ہے مولود کے البتہ اہتمام ہوتے ہین اور
پھر اگر منبر و فرش وعظ مین بھی ایسا ضروری جانا جاویگا لاریب وہ بھی بدعت ہو جاویگا مگر چونکہ وعظ
کا اہتمام سبکے دل مین نہین وہان ضروری کوئی بھی نہین جانتا صد ہا وعظ زمین پر ہی ہوتے
ہین ہان مولود کا اہتمام بدرجہ ہے کہ جماعت فرض کا بھی نہین اور یہ بھی ایک وجہ بدعت ورنہ
مجلس مولود کی ہوگئی ہے بہر حال ایسی حالت موجودہ مین فرش و منبر بالیقین دونون بدعت
ہین گو مولف اپنی بے شرمی سے انکار کرے علی ہذا حال عطریات و شیرینی کا ہے کہ مکروہ کا سبب
کہ در اصل مباح تھی مگر قلوب عوام مین بہ نیت ضروریہ ہوگئی پس بدعت مکروہہ ہوگئی شرح سوال مین
بھی ذکر اسکا ہو چکا ہے بعد اس کے کہ یہ ہر چہار مباح موافق قاعدہ شرع کے مکروہ ہو چکے اب
خاطر داری حضار فساق کی لائق سننے کے ہے ہو کہ وہ مستقل ایک امر معصیت کا ہے حق تعالی
فرماتا ہے لا تجد قوما یومنون باللہ والیوم الآخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا ابائہم
او ابناءہم او اخوانہم او عشیرتہم الآیہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الاعمال الحب
فی اللہ والبغض فی اللہ الحدیث پس مولف اور اوسکے سب اقران جب مولود کرتے ہین تو
سب فسقہ جہلا مبتدعہ کو طلب کرتے ہین اور اون کے ساتھ مداراۃ اور مداہنت فی الدین ہوتی

شمار ہوگا جو اون کو جو ایمان لاتے ہین اللہ اور آخرت پر کہ وہ دوستی کرین اون سے جو اللہ اور اوس کے رسول کا مقابلہ اور مخالفت کرین اگرچہ وہ اون کے باپ

ہے اوسکا نام اکرام ضیف رکھا گیا ہے بھلا اگر اکرام ضیف ایمان ہے تو وجود محبت مخالفین فاسقین کی کیا ہے ذرا موتف آنکھ کھولے ہوشیار ہووے ومن اہان اللہ فالہ من کرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لایاکل طعامک الا التقی الحدیث جس میں صاحب احیاء العلوم فرماتے ہیں متقی کی ضیافت کرے اور فاسقوں کو کھانا کھلاوے کہ اعانت اون کی فسق کی ہوتی ہے پس فساق بدعتین کی ضیافت ہی کیا درست ہے کہ اکرام کرنے کی حدیث پڑھی جاتی ہے یہ حدیث میں اکرام ضیف متقی کا ہے نہ فاسق کا علی ہذا اجابت کا حال ہے اگر ضیافت میں کوئی امر خلاف شرع ہو اوس ضیافت کی اجابت ہرگز جائز نہیں چنانچہ شرح سوال میں ذکر ہو چکا پس یہ بحث اور تکلف ضیافت کی بحث محض کم فہمی موتف کی ہے پس اب غور کرنا چاہیئے کہ شرع سے نہ یہ ضیافت مباح ہے اور نہ اضیاف کا اکرام روا ہے پھر اسکو سنت کہنا موتف کے فہم نا رسا نے روا لیا ہے کوئی اہل علم اسکو جائز نہیں کہہ سکتا پس وہ تذکرہ روان آسا بھی مکروہ ہو گیا لا حول ولا قوۃ الا باللہ اور سنن کا مجموعہ بھی وہی محمود ہوتا ہے کہ خالی کراہت و بدعت سے ہو اور جمیع موافق حکم شرع کے ہو ورنہ جمیع سنن سے کراہت بھی حاصل ہوتی ہے دیکھو قرآن دیکھکر پڑھنا سنت تھا اور نماز سنت تھی مجموعہ مکروہ مشابہ باہل کتاب ہو گیا اور رکوع مشروع اور قرآن مشروع جمیع دونوں کا مکروہ ہوا اور علی ہذا اگر موتف نے ایک قاعدہ سیکھ لیا ہے جسکی مفردات اجزا مباح ہووینگے مرکب بھی مباح ہی رہیگا اور یہ خود ناتمام ہے اور تحقیق اسکی پہلے گذر چکی ہے موتف نے یہ سمجھ لیا کہ اکرام ضیف سنت ہے اور قلیل شے بھی دعوت ہوتی ہے بس عالم بنگئے اور بدعات کو سنت بتلانے لگے اب دیکھو کہ بدعت کو سنت کہنے والا کون ہوتا ہے **قولہ** محفل مولد شریف میں وہ چیز الخ **اقول** یہ موتف کی بے سود تقریر ہے مولود ذکر خیر کا ہے نام ہے مگر اس کے ساتھ اگر کوئی امر مکروہ منضم ہو جاویگا تو مجموعہ لاریب مکروہ ہو جاویگا

کہ مجموعہ حلال و حرام کا حرام ہی ہوتا ہے عمدہ مثالیں موجود ہیں اور قاعدہ کلیہ فقہ کا ہے اذا اجتمع الحرام والحلال غلب الحرام پس ان امور لاحقہ سے بیشک حرمت و کراہت آویگی یہ بدیہی کا انکار محض ہے بلاہت ہے صلوٰۃ قرآن کو دیکھکر پڑھنے سے اور اشتمال عمارت اور سدل ہو اور ارض مغصوبہ میں اور آگ اور تصویر کے روبرو مکروہ ہوگئی ذرا آنکھوں کو کھول کر دیکھیے حاصل یہ ہے کہ جو قید تغییر حکم شرع کا کر دیوےگی بدعت و کراہت حاصل ہو جاویگی ورنہ نہیں اور سنت ہونا قید کا مانع بدعت ہونیکا نہیں ہوتا **قولہ** مثال اوس کی الخ **اقول** اول تو مولف نے مثال امر لاحق کی جو دی ہے بالکل غلط ہے کیونکہ مولود میں جو امور لاحق ہیں یا خود مکروہ ہیں یا لحوق تغیر کے سبب مکروہ ہوگئے ہیں مگر بہرحال ایک امر زائد علی اصل ذکر ہے اور اس مثال میں کوئی امر زائد تعلیم پر نہیں فقط تعلیم ہی تعلیم ہے ہاں تعلیم کے دو طریق تھے تبدل طرز ہی علی زعم مولف نہ لحوق امر زائد سو مولف کے فہم میں از سر خطا ہے دوسرے یہ کہ زمانہ فخر عالم میں دونوں طریق موجود تھے آپ بھی فرماتے تھے اور یہ صحابہ نے عرض کیا آپنے تقریر فرمادی یہی تھا چنانچہ بخاری نے اسکے لیئے باب ہی جدا ضبط کیا ہے پس دونوں طریق سنت ہوئے ہرگز تبدیل نہیں ہوئے اور پھر آج تک وہی دونوں طریق چلے آتے ہیں اگرچہ ایک کم ہو تیسرے یہ کہ مولف نے حدثنا و اخبرنا وغیرہ کو سب کو ایک معنی تحدیث کی جا نقل کیا اور یہ محض ناواقفیت مولف کی فن حدیث اور اصول فقہ اور اصول حدیث سے ہے کیونکہ حدثنا وہاں بولتے ہیں کہ اوستاد اپنی زبان سے پڑھے اور اخبرنا وہاں کہتے ہیں کہ شاگرد اپنی زبان سے پڑھے اوستاد سنے پس بخاری مسلم وغیرہما کتب سے ہر دو طریق مستفاد ہیں اور مولف ہر دو لفظ کو ایک تحدیث پر دلیل لاکر فارغ ہوئے دلیل تو کچھ اور مدعا کچھ سبحان اللہ حدیث بھی مولف کو خوب آتی ہے پس اور تو کیا کہوں پس مولف کی مثال محض اون کے جہل سے خبر دیتی ہے نہ مثال و ممثل میں مطابقت نہ دعوی و دلیل مطابق اور نہ

ہدایت سے خبر کہ کہان زیادت بدعت و مکروہ ہے اور کہان جائز ہے سب کو ایک راہ چلنا چاہیئے
بدون علم کی نہایت ہی نہین بہرحال مدارس ہندوستان کا طرز تعلیم بہیئت کذائی
قرون سابقہ کے ہونا بالکل غلط ہے دوسری مثال تعمیر مدرسہ کی بھی محض کم فہمی ہے صفہ مسجد صحابہ
صفہ طلبہ علم دین و فقراء مہاجرین رہتے تھے مدرسہ ہی تو تھا نام کا فرق ہے لہذا اصل سنت ہو گئی
تبدل ہیئت مکان کی ہو گئی ہے سو مکان کی ہیئت مطلق ہے اس ہیئت پر بنانا بھی
درست و بنانا جائز ہے المطلق یجری علی اطلاقہ تو کتابت نقل وغیرہ ہو کر نوعیہ داخل ہو وین
بنا بر حکم خود امر جائز اور ضروری ہے کہ بار بار اوس کا بنانا مشکل ہے پس یہ بھی مثال
صحیح نہین کیونکہ یہ عین سنت ہے اور تغیر صورت کا ہوتا ہے وہ باطلاق جائز ہے بخلاف
امور لاحقہ ذکر مولود کے کہ وہ بالکل شے دیگر ہین جیسا ن باقی استحکام یہ بات کلمہ بنا دی گئی
وہ ایمان مولف کا ہے کہ اوسکی ہی زبان کو لایق ہے اور زمان فخر عالم مین تعلیم کو عمال علما
قرآن مین فرمایا والعاملین علیہا سو وہی امر مینی پر لینا ابھی ہے کوئی امر زائد نہین بات تغیر
دیتے تھا ہے کہ اوس وقت بطور رزق و کفایہ کے تھا اور رزق قضاۃ و ولاۃ و غزاۃ وغیرہ سب
یہی قسم ہے اب بطور اجرت ٹھہر گیا اسیواسطے امام شافعی اجرت تعلیم کو جائز فرماتے ہین یہان
بھی کوئی امر زائد لاحق نہین ہوا تغیر وصف ہی ہے اور بضرورت ضروریہ اختیار ہوا ہے پس مثال
مولف کی باطل ہے اور صرف و نحو و ادب عانی یہ سب باشارۃ النص سنت ہین فرمایا علیہ السلام
نے علیکم بدیوان العرب جب آپنے زبان عرب کے اصل محاورات کو جاننا لازم کہا تو یہ فنون اوسکو
لازم ہین یہ بھی کوئی اپنا ایجاد اپنی طرف سے زیادت نہین بلکہ حکم فخر عالم کا ہی ہے مگر ذکر
مولود مین کہین حکم فرش مکلف اور شیرینی کے انتظام کا نہین فرمایا البتہ التزام کو مکروہ فرمایا ہے
اطلاقات نصوص مین اور علوم فلسفہ بوجہ مناظرہ کے اور رفع تشکیک کا متمسک تھا فلاسفہ کو داخل

۱۸۵

ت آنی ہو جاوے تو گویا علاج یہہ سب امور مشاہدہ ہین اور علم پر امور کو قیاس کرنا محض جہل کیہ
ہے نماز جمعہ پر قیاس کرنا تھا کیسا ظاہر ہے استغفر اللہ اللہم انی اعوذ بک من علم لا ینفع
لیس العلم دنیا ہے او نفع دیوے اوسکا فساد سب پر روشن ہے اور جو مولود او ٹھہ جاوے کچھ بھی
ہین تغیر نہین [illegible] کا قیاس اوسپر کرکے بزعم فاسد خود بدعات کو جائز کہنا اور امور سنن اور موارث
شارع کو [illegible] مین مقیس علیہ امور مبتدعہ مولود کا بنانا کسقدر جہل عن قواعد الدین ہے سعادۃ
[illegible] فہم مولف کا اور بطلان اوس کے قیاس مزعوم کا ہر شخص پر ظاہر ہو گیا خلاصہ یہہ کہ [illegible]
مسنونہ لحوق امور مکروہہ سے مکروہ اور لحوق امور محرمہ سے حرام ہو جاتی ہے بلا اختلاف مگر مولف کا
ہرگز مسلم نہین اوس کا یہہ قول کہ امر سنت لحوق مکروہات سے سنت ہی رہتا ہے محض سفسطہ ہی نہین
بلکہ مجموعہ مرکب سنت وحرام کا حرام ہی ہوتا ہے گو وہ نفس جزو سنت کا سنت ہے قولہ یا تشکیک
تو بیان کیا الخ اقول مولف کسقدر غافل ہے پہر وہی نفس ذکر کی فضیلت مین قول اور آیات
سے ثابت [illegible] اس مین کسکو کلام ہے مگر مولف کو غرض ہے اور یہہ حدیث حلقہ صحابہ کی
[illegible] ذکر و شکر مین ہے اس سے مولف کو سواے تطویل کے کوئی نفع نہین او
مانعین کی کچہ مخالفت نہین لہذا اوس کا جواب نہ لکھا جاوے کہ یہہ مسلم اہل سنت کا ہے
[illegible] اسیطرح پر الخ اقول فی الواقع مولف کو اثبات مدعا مین بڑا طولی ہے کیا
[illegible] اثبات قیود مولود کو کرتا ہے سننے کے قابل ہے غرض تو اوسکی اثبات جواز کی ہے
اور تغیر [illegible] مسئولہ مانعین کا تو قول حسب ارشاد شارع کے یہہ ہے کہ کسی جائز
مطلق کے ساتھہ اگر ایسے امور ضم ہو جاوین کہ وہ ممنوع ہون تو مجموعہ ممنوع ہو جاتا ہے او
جو ایسے امور مضموم ہون کہ مباح ہین یا مستحب ہین تو اگر اپنے درجہ اباحت و استحباب پر رہین
تو درست ہین اور جو اپنے درجہ سے بڑھ جاوین تو بدعت ہو جاتے ہین اور یہہ امر تمام کتب مین

فضیلت علماء کی بھی مذکور ہوئے اور جہ جہاں مولود مولف کا جائز ہونا بھی ذکر ہو لیا مولف
کی تکرار اور اعادہ سے ہمکو بھی اس تقریر مین کلام مین ڈالا غرض یہہ نہ حجت فی الدین ہے اور نہ
کچھ فائدہ اس سے ہے کیونکہ لاحاصل اور عبث کلام سے پہلے سب کچھ لکھا گیا ہے حاجت اعادہ
کی نہین اور یہہ تقریر محض لغو ہے جو مولف کا غذ سیاہ کرتا ہے امام شافعی صاحب کے قول
کے معنی بیان ہو چکے اور مولف کمال دلاوری سے کہتا ہے من ادعی فعلیہ البیان اس
علم و فہم پر یہہ کلمہ اول رسالہ سے یہانتک قلعی کھلتی چلی آرہی ہے مگر یہی مولف کیسے دماغ
کا کیڑا نہین گرا اب یہہ براہین قاطعہ سب دود دعاوی ناک کے بل نکالی دیتی ہے اور معنی کا
بیان ملاحظہ ہو جاتا ہے ذرا حواس و دماغ کا تنقیہ کر رکھو الحاصل اس حدیث مروجہ مولود کا
بدعت ہونا ثابت ہو لیا اور مولف ہاتھ پانوں مار کر پھر پھرا کر قیود کے اثبات مین سوا اس
کو نی حجت نہین رکھتا کہ بہت علماء نے اسکو کیا ہے اور جائز رکھا ہے مگر یہہ بھی اس
مولود کو نافع نہین اگر عقل ہو تو سمجھے اب اس کی بعد مولف نے جو سوال جواب سے لیا ہے
لکھا ہے نہ اوس کا کچھ محل تھا نہ کسیکی مخالف یہہ ہی اپنا علم جتلانا تھا سو اس سے بھی کم
مناسبت ہونا مولف کا فہم علم سے معلوم ہو گیا **قولہ** لمعہ رابعہ الخ **اقول** خلاصہ اعتراض
یہہ ہے کہ ایسا التزام کرنا اور تعیین تاریخ کرنا کہ موجب تاکد کا ہو جاوے درست نہین مولف جواب
دیتا ہے کہ شرع مین روز ظہور نعمت عظمی کو عید بنانا درست ہے کیونکہ اسکی اصل پائی گئی ہے
اور دلیل اسکی آیۂ ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء الآیہ لکھتا ہے پس ہونکہ اسکی تفسیر مین چند اقوال
مین ایک یہہ بھی ہے جو مولف نے لکھا ہے مگر دوسرے اقوال چونکہ مفید مدعی نہ تھے ترک کر دیئے
اسکو موافق مطلب کے دیکھکر نقل کر دیا ہے مگر اس سے بھی مدعای مولف کو مساس نہین کیونکہ اسکا
حاصل یہہ ہے کہ یوم یکشنبہ کو نزول مائدہ تھا اور سدن کو بحکم حق تعالی عید بنایا ہے تو اول تو یہہ دیکھو

روز عید کا قرار دینا بدعاء عیسیٰ علیہ السلام کے ہوا ہے اور بحکم حق تعالیٰ اس کا قرار پایا ہوا ہے
تعیین میں تو کلام ہی نہیں کہ شارع کی طرف سے فرض ہو جاوے گو جمعہ فرض ہوا
میں موافقا للیہود و بعید غد للنصاریٰ الحدیث کلام اس میں ہے کہ اپنی رائے سے کوئی عید
مقرر نہیں کر سکتا اگر مؤلف کا یہی اجتہاد ہے تو پھر نصاریٰ کے شرع میں کیوں گیا جمعہ اور پنجگانہ
ادا ہے دلیل ثانی تھی اس میں بھی نماز خفیہ ہندوں پر مبذول ہیں دوسرے یہ کہ یہ شرع
عیسیٰ علیہ السلام کی ہے اب وہ احکام منسوخ ہو گئے اس پر قیاس درست نہیں اس لئے کہ جب
خود منسوخ پر عمل جائز نہیں اس پر قیاس بطریق اولیٰ ناجائز ہوئے گا شریعت آدم میں بہن سے نکاح
سنت تھا تو اس پر قیاس کر کے کسی محرم سے بھی نکاح کرنا شاید مؤلف جائز کہہ لیوے اگر کہے کہ نکاح
محرم تو ہمارے شرع میں حرام ہے تو تقیید بالرای بھی ہماری شرع میں ناجائز ہے تیسرے یہ کہ شکر وجود
خیر الانام کا ہم پر فرض موقت بوقت نہیں بلکہ دائمی ہے پس غیر موقت مطلق کو کسی قیاس سے موقت
کرنا باطل ہے اول تو محل نص میں قیاس ہی لغو ہے پھر وہ قیاس کہ مطلق کو مقید کرے اور
شریعت احمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو شرع سابق منسوخ نہیں کر سکتی بلکہ وہ خود منسوخ ہے
چہ جائیکہ اس پر قیاس کر کے نسخ کریں اور تقیید بھی نسخ ہے جیسا ہے علماء پر عیاں ہے اسی وجہ سے
کہ تقیید آیت مطلق کی بخبر واحد منع ہے پس مطلق شکر کو موقت بتاریخ ورود نعمت کرنا بالکل ممنوع
ہو گیا چوتھے یہ کہ خود معلوم ہو گیا باقرار مؤلف کہ یوم نزول مائدہ کو نصرانیوں نے عید بنایا اب یوم ولادت
کو عید بنانے میں تشابہ نصاریٰ سے ہو گا یہ دوسری وجہ پیدا ہوتی ہے اور ہماری شریعت
میں ہرگز جائز نہیں کہ یوم ورود نعمت کو عید بنایا کریں چنانچہ بالا بیان اس کا ہو لیا پس یہ
قول و دعویٰ مؤلف کا بالکل باطل ہے ہرگز ہمارے شرع میں کوئی اصل اس کی نہیں پھر اس کو تعیین
درست نہیں ہو قرآن سے تو استدلال لانا مؤلف کا باطل ہے اب صوم عاشورا کی دلیل کو دیکھو کہ

اسکی خوب تحقیق ہوچکی ہے کہ فخر عالم علیہ السلام نے یہہ روزہ عادۃً اور بافتراض اللہ تعالی رکھا ہو
یہ شکراً لنجاۃ موسی پس یہہ استدلال مولف کا بھی باطل لاشے ہے اور ایک تصرف مولف نے
اس حدیث مین کیا ہی فنحن نصومہ شکراللہ تعالی یہہ کسی حدیث مین نہین یہہ مولف نے زیادۃ کی ہی
حدیث فنحن نصومہ ہے فقط پس زیادہ لفظ شکراً کی افتراء علی الحدیث ہی مگر پھر بھی کام نہین چلیگا
جیسا پہلے مذکور ہو لیا پس عید ٹھیرانا یوم سرور کو سنت ہوئی یہود کی اور سنت ہوئی نصاری کی
اور متروک ہے یہہ اس شریعت مین پس تعید یوم ولادت مین اپنی راے سے تشبہ یہود و نصاری
کا ہوتا ہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو یہہ نفرت کہ عاشوراء کی عید مین فرمایا خالفوا الیہود
وصوموہ انتم وعن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصوم یوم السبت ویوم الاحد
اکثر ما یصوم من الایام ویقول انہما یوما عید المشرکین فانا احب ان اخالفہم کہ مخالفت عید نصاری
اور یہود کے واسطے ان دونون یوم کا روزہ رکھتے تھے اور مولف صاحب اوس فعل یہود
و نصاری کو حجت لاکر مقیس علیہ بناتی ہین سو یہہ عین مخالفت شارع کی ہے یا نہین ذرا مولف
آنکھ کھولے ہوشیار ہووی پس ایسی ہی غلط اقاویل اور خلاف شرع توجیہات سے اپنے ابتداع کو رواج
دیتا ہی اور نہین سمجھتا اور دیگر احادیث جواز تعید کی مولف نے نقل نکی ورنہ اوسکا بھی حال سبکو معلوم
ہو جاتا پھر اس ثبوت پر مولف بیخبر کیسا خوش ہوتا ہی ماشاء اللہ **قولہ** ابو عبداللہ بن الحاج الخ **اقول** مولف
کو نقل عبارت مدخل سے کچھ نفع نہین کیونکہ اوسکی عبارت سے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ شکر و سرور وجود فخر عالم علیہ السلام
کا دائماً مسلمان کو لازم ہے اور اس ماہ مین زیادہ چاہیئے بسبب برکت اس ماہ کی اور اسکا انکار کسیکو نہین
یہہ تو تعین نہوا بلکہ دوام ہوا اور اس ماہ مین زیادت ہوئی اسکو تعین نہین کہتے جیسا ہر ماہ مین عبادت
افضل ہے اور رمضان مین بہت افضل تو اوس کو تعین نہین کہتے ہین کیونکہ اس مین
کوئی زمانہ خاص اوس فعل کے واسطے نہین کیا اور نہ کسی وضع کی قید سے بلکہ مطلق

ہے جیسا تھا اور کوئی ہیئت سے تشبیہ کی پھر مولف کو اس سے کیا نفع ہوا اور اس

عبارت منقولہ مولف سے پہلے صاحب مدخل یہ لکھ چکا ہے ومن جملۃ ما احدثوہ من البدع

مع اعتقادہم ان ذلک من اکبر العبادات واظہار الشعائر ما یفعلونہ من المولد وقد احتوی

ذلک علی بدع ومحرمات جملۃ الخ اس عبارت میں صاف معلوم ہوا کہ مولود بسبب انضمام بدعت

کے بدعت ہو جاتا ہے مولف کہتا تھا کہ سنت لحوق امور زوائد سے بدعت نہیں ہوتی سنت

ہی رہتی ہے پھر اس کے بعد بڑھکر یہ عبارت منقولہ مولف کی مدخل میں ہے کلان یجب

ان یزاد فیہ من العبادات والخیر شکرا للہ تعالے پس اس میں تخصیص اس ماہ کی نہیں بلکہ زیادۃ

ہے تامل درکار ہے اور مطلق خیرات مبرات کو کہتا ہے نہ کسی ہیئت خاصہ کو نہ کسی بدعت مروجہ

کو پھر ربیع الاول کی شرافت لکھتا ہے آپکی ولادت کی سبب اور تعیین کا کچھ حکم نہیں پس یہان

تک کوئی امر خلاف رائے مانعین کے نہیں ہوا اور نہ مطلب مولف کا کچھ اس سے حاصل ہوا نہ معلوم

کیون اس سے استدلال ہے پھر آگے بڑھکر وہ لکھتا ہے فان خلی منہ وعمل طعاما فقط ونوی بہ المولد

ودعی الیہ الاخوان وسلم من کل ما تقدم ذکرہ فہو بدعۃ بنفس نیتہ فقط لان ذلک زیادۃ فی الدین

ولیس من عمل السلف الماضین واتباع السلف اولی الخ پس مولف نے اس عبارت کو شاید

ملاحظہ نہیں کیا یا حذف کر دیا مضر مطلب جانکر الحاصل صاحب مدخل تو مطلق خیرات مبرات کو

اور زیادۃ کو اس ماہ مبارک میں لکھتا ہے اسکا نام تخصیص مولف کی اصطلاح کم فہمی کی ہے

اور مولف کہتا ہی کہ محفل مولود میں کچھ نہیں سوا خیرات مبرات کے سو اسکا دعوی کذب پہلے

محقق ہو چکا ہے اعادہ کی حاجت نہیں غرض دلیل اول مولف کی کس خوبی کی بھری ہے

کہ سبحان اللہ اور اوسپر آپ شکر کرتے ہین فقط **قولہ** دوسری دلیل اس عمل کی الخ **اقول**

پہلے محقق ہو چکا کہ دوام جائز اور واجب ہے اور التزام واصرار اور وہ دوام کہ عوام کو مضر ہے بدعت

ہے اور دوام اس عمل ہولنکا موجب فساد عقیدہ عوام کا ہے اور پھر جو عمل موافق سنت کے ہو
اوسکا دوام احب الی اللہ تعالے ہے نہ عملِ بدعت کا کہ اوسکا ایک دفعہ بھی کرنا ابغض الی اللہ
تعالے ہوتا ہے سو یہہ موتف کی محض کم فہمی ہے اور غرض حدیث کی تو یہہ ہے کہ ادوم احب
الی اللہ تعالی ہے اگرچہ قلیل ہو یعنی اگر اکثر ہوگا تو بطریق اولے احب ہوگا موتف کہتا ہے
کہ یہہ قلیل ہے اگر دائم بھی نکرے تو احب کیونکر ہوگا اسکے مفہوم مین فساد ظاہر ہے مگر ہمکو
تعرض ایسی تقریر سے نہین بہرحال اس دلیل کو موتف کے دعوی سے کوئی مناسبت نہین **قولہ**
تیسری دلیل الخ **اقول** سابق معلوم ہوچکا کہ بدعت حسنہ سنت ہی ہوتی ہے اور اوسکو بدعت
باعتبار ظہور و شیوع کے کہا جاتا ہے پس اس مین اور سنت مین حداً اور وصفاً اور حکماً کوئی فرق
نہین اور سب مفسرین متفق ہین کہ نصاری پر عتاب بوجہ ترک واجب کے تھا نہ بوجہ ترک مستحب کے
کسینے اس استدلال کو نہ کہا جسکا نکتہ حرام ہے کسی نے عدم رعایت کو کفر سے تعبیر کیا کسینے بعد
ابتداء کے فرض ہوجانا قبول کیا بہرحال عدم رعایت کو ترک واجب پر حمل کیا ہے اتفاقاً مگر موتف
مجتہد خامس پیدا ہوا ہے اوسنے ترک بدعت حسنہ پر خدشہ عتاب کا استخراج کیا ہے حالانکہ حدیث
اور تمام امت کا اجماع اور قیاس سب متفق ہین اسبات پر کہ ترک مستحب پر ہرگز عتاب نہین خواہ
وہ سنت صریحہ سے ثابت ہو خواہ دلالت سے جسکو بدعت حسنہ اصطلاح بعض مین بولتے ہین اب
بولو کہ یہہ اجماع قطعی کے خلاف حکم مجتہد العصر موتف جاہل کا کہ مستحب بدعت حسنہ کے ترک
احیاناً مین یا دوام ترک مین عتاب کا اندیشہ ہے کس حکم کے لائق اور مستوجب ہے اس ہودگذر
کرکے دیکھو کہ معترض تو خود یہہ کہتا ہے کہ ایسا دوام مستحب کا جو عوام کو ضرر عقیدہ دیوے جیسے شرح
منیہ سے لکھا گیا مکروہ ہوتا ہے بحکم شرع علی ہذا تعین تو اسکا جواب یہہ دیتا کہ فلان دلیل سے
اسکا دوام مکروہ نہین نہ یہہ کہ ترک کرنا عدم رعایت ہے اوس مین اندیشۂ عتاب ہے پس یہہ

کیس اعتراض کا جواب مؤلف نے دیا ہے اعتراض مین کراہت کو شرع سے ثابت کیا تھا مولف عدم رعایت کو معنے ترک احیاناً بناکر تفسیر بالرای سے جواب دیتا ہے اس عقل کو خیال کر دیکھو معترض تو شرع سے خود ترک احیانا کو ہی حق رعایت ثابت کر رہا ہے اسواسطے کہ جو دوام موجب معصیت ہو وہ خود ممنوع ہے سو وہان ترک کرنا احیاناً واجب ہوگا اور یہی حق رعایت بحکم شرع ہوگا علی ہذا اصرار کرنے مین لغیر عند اللہ ہو کر معصیت ہو ویگی پس ترک معصیت بھی حق رعایت بحکم شرع ہوئی تو اس مغسطہ کے جواب کو غور کرنا لازم ہے اور جو مراد مولف کی ترک مستحب احیانا سے کچھ ثواب ہے تو پھر یہ وہی دوسری دلیل ہوئی تیسری کس طرح ہو جاویگی اور وہ فرق دوام و اصرار کا بیان بھی یاد کرنا ضرور ہے الحاصل مولف صاحب عقل و فہم کے دشمن ہین اور تراویح کی تحقیق سنو کہ فخر عالم خود فرما چکے ہین کہ سننت لکم قیامہ الحدیث من قام ایماناً و احتساباً غفر لہ الحدیث اور اسکا فعل بتداعی کر دکھایا ثواب فعل اور مطلق قول سے جسقدر امور صلوٰۃ تراویح کے ہین سب ثابت ہوگئے المطلق یجری علے اطلاقہ تو مولف کے وجوہ نعمت البدعۃ کے اگرچہ کسیلئے اتباع سے لکھے سب لغو ہوگئے کیونکہ یہ سب امور بصریح النص ثابت ہین مقیدات مطلق کے سب ظاہر کہلاتے ہین بلکہ بدعت ہونیکی وجہ بمعنی لغوی وہ ہی ظہور و شیوع اور اتخاذ دوام مثل سنن موکدات کے ہے اور سنت موکدہ ہونا تراویح کا آٹھ رکعت کا تو باتفاق ہے اگر خلاف ہے تو بابہ مین ہے اور قاعدۂ شرع سے محقق ہوگیا کہ ترک سنت موکدہ مین عتاب ہوتا ہے پس معنی قول ابو امامہ کے یہ ہوئے کہ تمنے اس سنت موکدہ کو اختیار کیا ہے تو حدوث سے حدوث اختیار و فعل ہے نہ حدوث ایجاد جیسا مولف سمجھا کیونکہ ایجاد تو مراحتہً اسکا فخر عالم کر چکے تھے اور جو امر سنت موکدہ ہے اسکو دائم رکھنا عدم خدشۂ عتاب ہے پس اب دیکھو کہ مولف کو سلیقہ فہم قرآن کا اور نہ اقوال سلف کا خواہ مخواہ خلاف قواعد شرعیہ سلف کے اقوال کو معنی بناتا

ہو وہ بضلوا اور اضلوا کا مصداق ہوتا ہے پس اس سے بھی بدعت حسنہ مستحبہ کا التزام و دوام نہ نکلا البتہ سنت موکدہ کا نکلا اب دلیل میری موتف کی ایک لغو کلام بلکہ کچھ اور ہو گئی پس تطبیق ہو تو مروجہ کی اسکے ساتھ خود بے معنی ہنگئی اگرچہ اوس مین بھی چند امر جہل موتف کی ظاہر اور خطائین باہر ہین مگر تطویل بے سود ہے کیا حاصل ہے حوصلہ علم موتف کا واضح ہو گیا اور دعوی تبحر و ہمہ دانی کا لائح ہو ایا **قولہ** پانچواں اعتراض کہتے ہین الخ **اقول** معترض نہ ذکر اللہ سے بحث کرتا ہے نہ مطلق قیام سے کہ مطلق قیام اوس کے نزدیک مندوب ہے بلکہ ایک فرد خاص قیام کی تعظیم غیر اللہ مین کہ جس مین شرک و بدعت لازم آجاوے اوسکو منع کرتا ہی علی ہذا ذکر فخر عالم پر بحث اور نہ اوس کے قیام و قعود سے استفسار مگر ایک فرد خاص مین کلام ہے پس یہ سب تقریر موتف کی فضول ہے جواب سے کسیکو تعلق نہین لہذا اسکو ترک کرتا ہون مگر مطلق مین کسی فرد کو خاص کرنا بدعت ہی خواہ ذکر اللہ تعالی مین واقع ہو خواہ ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین اور اگر اپنے اطلاق پر رہے تو جائز پس خاص ذکر ولادت پر ہی قیام کرنا لزوماً اور مجلس مولود مین ہی خصوصاً معترض تو اسکو کہتا ہے اور پہلے ثابت ہو چکا اور موتف بھی مقر ہے کہ کسی فرد مطلق کو مخصوص کرنا بدعت ہے اب موتف کے قول کو دیکھو کہ کہتا ہے ایک شکل اس قیام کی مولد پر منطبق ہے یہ کلام کسقدر بے معنی ہے کیونکہ کلام خصوصیت معلومہ مین ہے کہ افراد مطلق کے علی الاطلاق سب افراد جائز مگر لزوماً ایک فرد کو ایک حالت اور ایک وضع مین اختیار کرنے کا اعتراض ہے اور اوس کا جواب درکار ہے مگر فہم خداداد موتف مین نہین کہ سمجھکر کچھ جواب دیکھے اور آخر کلام مین خود فرد خاص کی مداومت کو قبول بھی کرتا ہے کہ بدعت ہی مگر سیئہ ہونا نہین مانتا **قولہ** لیکن بدعت موافق مذہب صحیح الخ **اقول** یہ اول جہل موتف کا ہے کہ اس تقسیم کو مذہب مفتی بہ صحیح کہتا ہے تو مقابل اوسکا غیر صحیح ہوا اور معلوم ہو چکا کہ فقط فرق لفظی و اصطلاحی ہے

معنی مین کوئی فرق نہین پس یہ کسقدر کم فہمی ہے دوسرے کہتا ہے کہ تخصیص دائمی قیام کی
مین مخالفت ادلہ اربعہ سے نہین اور یہ محض غلط ہے کیونکہ اطلاق کا مقید کرنا کسی فرد مین جب ممنوع
منع ثابت ہوگیا تو جملہ افراد کلیات مین یہ حکم ظاہر ہوگیا مثلاً جب یہ حکم ہوا کہ قیام ذکر خیر الخلائق
مین مندوب ہے تو ہر فرد مین ندب قیام کا ثابت ہوگیا اب اگر کوئی احمق پوچھے کہ یہ کس نص
مین آیا ہو کہ وقت ذکر ولادت کی قیام مندوب ہے تو محض جہالت ہوویگی علی ہذا جب یہ حکم ہوا کہ کسی ہمارے
حکم مطلق کو مقید مت کرو تو یہ بھی حکم ہوگیا کہ حکم ندب قیام کو مقید مت کرو تو یہ ثابت ہوگیا کہ ندب
قیام مقید بذکر ولادت مت کرو پس ایسے موقع پر مولف کا مطالبہ نص کا کرنا سب اہل علم جانتے ہیون کہ
علم ہے یا جہل فرد فرد کے حکم کی نص آج تک کسی جاہل نے بھی نہ کہی ہوگی اور تماشا یہ ہے تخصیص فرد کو
بدعت خود بھی کہتا ہے اور تعدی حد اللہ ٹھیراتا ہے اور پھر باین عذر کہ اس قسم خاص کی نہی تعین
مولف کو نظر نہین آتی تو ممنوع نہوا کیا عجب تقریر ہے کہ مضحکہ صبیان سے بھی اعلی ہے پھر کہتا ہے
کہ نہی تو ہرگز وارد نہین سبحان اللہ جب تقیید کی نہی بزعم مولف اس مین وارد ہوچکی تو ہر فرد
کی نہی کہین نصوصاً ہوتی ہے معاذ اللہ سو یہ ایک قاعدہ جہل مرکب مولف کا تمام
احکام کلیہ کے ہدم اور رفع کو کافی ہے تامل درکار ہے اور پھر قول مولف کا اور اس موقع خاص کی
نہی تو کیا علی العموم قیام تعظیم کی نہی نہین کیا کلام خبط ہے کیونکہ قیام تعظیمی کی ندب کو
تو عموماً معترض تسلیم کرتا ہے خصوص کو ہی بوجہ تخصیص بدعت کہتا ہے مگر مولف ہنوز فہم مطلب
سے عاری ہے اسکی زیادہ شرح بسط فضول معلوم ہوتی ہے کہ اس کلام مخبوط کا حال اہل علم پر
روشن ہی ہوچکا ہے کہ معترض کچھ کہتا ہے اور مولف اور ہی کچھ بہک رہا ہے استغفر اللہ
پس اب تفریع مولف کی کہ جبکہ نہی ثابت نہوئی الخ بیہودہ کلام ہوگئی کیونکہ نہی تو کلیہ مین
ثابت ہوچکی اور ہم مطلع کرچکے اب اباحت اصلیہ اس مین ہرگز نہ مفید نہ موجود لاحول

ولا قوة الا باللہ ایسا کلام خبط بھی کسینے نہ دیکھا ہوگا **قولہ** اور جبکہ اس امر مباح مین الخ **اقول**
قیام مباح تو تھا مطلقًا اور تعظیم شان ذکر فخر عالم علیہ السلام کے واسطے مستحب بھی تھا مگر جہلاء
کی تقیید و تخصیص اور عوام کی سنت و وجوب سے بدعت و مکروہ ہوا تھا ارے مولف کہین تو
سمجھہ کیا تجہیری بلادت ختم ہوگئی پس اصل اباحت و ندب معارض اس بدعت عارضیہ کی نہین
اور مولد کبیر وغیرہ مین جو مستحسن کہا ہے تو اصل مطلق کی فرد کی وجہ سے کہا ہے بظن غالب
وہان عروض اس قید و تاکد کا نہوا تھا بخلاف ہمارے زمانہ کے کہ جہلا کا حال مشاہد ہے پس
اب ہرگز وہ امر مندوب نہین بلکہ اب مکروہ و بدعت ہے اور اگر قید و تاکد کو یہہ علماء مذکورہ بدعت
نہین کہتے تو ہرگز اونکا قول معتبر نہین بلکہ بمقابلہ نصوص کے مردود ہوگا پہلے اسکا ذکر ہوچکا
مگر مولف کا فہم غلط ہے علی قاری کا قول شرح حدیث ابن مسعود مین صاف دلالت کرتا ہے کہ
اونکی مراد وہی ہے جو بندۂ عاجز لکھہ رہا ہے اور سواد اعظم کی بحث بھی ہوچکی اب کہان ہو تعصب
بدفہم کیواسطے باربار لکھا جاوے مالیخولیا کا علاج نہین **قولہ** اور شرک اور کفر کہنا الخ
اقول کوئی صفت خاصہ حق تعالی کی کسی مین ثابت کرنا بھی شرک ہے اور کوئی کام عبادت کا
غیر اللہ کے ساتھہ کرنا بھی شرک ہوتا ہے اور شرک دون شرک بھی محقق ہے قال فی المسامرہ
الالوہیۃ الاتصاف بالصفات التی لاجلہا استحق ان یکون معبودا ای صفاتہ التی توحد بہا
سبحانہ لا شریک لہ فی شئی منہا انتہی شرح مقاصد مین ہے والتوحید اعتقاد عدم الشریک فی الالوہیۃ
وخواصہا انتہی وفی الحدیث من حلف بغیر اللہ فقد اشرک الحدیث الریاء شرک الحدیث پس قیام
دست بستہ بخشوع چونکہ ایک رکن نماز کا ہے کہ حق تعالی کے روبرو دست بستہ کھڑے ہوتے ہین تو اگر
اسیطرح فخر عالم کو حاضر بعلم استقلالی محفل مولود مین جانکر دست بستہ کھڑا ہوگا جیسا جہلاء کا
عقیدہ ہے تو لاریب مشرک ہوویگا پس معترض کا یہہ کلام جہلاء کے عقیدہ پر ہے اگرچہ فہمیدہ

کی نیت شرک حقیقی نہین مگر بدعت سے خالی بھی نہین کیونکہ بدون اس عقیدہ کے کبھی تخصیص مطلق
تو حاصل ہی ہے پس وقت ذکر ولادت کے قیام دست بستہ بدین عقیدہ شرک ہوا کہ صفت علم خاصہ
حق تعالی کی فخر عالم مین ثابت کی اور استحقاق عبادت کا بسبب حصول صفت خاصہ کے ہی ہوتا ہے
پس مولف نے شرح عقائد تو پڑھی مگر سمجھا نہین اگر سمجھ لیتا تو ایسے کلام نکرتا بہر حال قیام اس عقیدہ کی
وجہ سے شرک ہوا ہے اور تقویۃ الایمان کی عبارت سے یہہ امر خود واضح ہی ہے **قولہ** اب قیام کو دیکھنا چاہئے الخ
اقول قیام بھی صلوۃ کا رکن فرض ہے اور طاعت و عبادت ہے بقولہ تعالی وقوموا للہ قانتین پس
نفس قیام اگرچہ عام ہے عبادت و غیر عبادت سے مگر قیام دست بستہ بخشوع و قنوت عبادت سے
اور تفسیر عزیزی مین یہہ فرماتے ہین کہ قیام اختصاص بعبادت نہین رکھتا یعنی قیام بغیر عبادت
کے بھی ہوتا ہے مگر قیام دست بستہ بخشوع کو نہین فرماتے کیونکہ وہ عبادت ہے کہ تذلل پر دال ہے
اور اعلی تذلل عبادت ہوتی ہے پس قیام عام ہے اور قیام دست بستہ بخشوع خاص مولف آنکھ نہین
کھولتا کہ معترض مطلقا قیام کو نہین لکھتا بلکہ قیام دست بستہ بخشوع کو کہ عقیدہ حضور علم
مستقل ہو اور شرح منیہ مین قیام کو عبادت مقصودہ ہو لکھا ہے بقولہ لم یشرع عبادۃ وحدہ نہ
عبادت ہونیسے ہی واسطے نفس قیام غیر کے واسطے جائز ہے بخلاف قیام موصوف کے پس قیام
موصوف کی عبادت غیر مقصودہ ہونیسے یہہ لازم نہین کہ غیر کے واسطے جائز ہو پس قیام موصوف
غیر کے واسطے اگرچہ شرک حقیقی نہو مگر تشابہہ تو ہے بقولہ علیہ السلام ان کدتم آنفا لتفعلون
فعل فارس والروم یقومون علی ملوکہم وہم قعود فلا تفعلوا انتہی قال النووی فیہ النہی عن قیام
الغلمان والتباع علی رأس متبوعہم الجالس بغیر حاجۃ انتہی علی قاری شرح عین العلم مین کہتے ہین
کما لا یجوز ان یسجد احد لاحد لا یجوز ان یرکع وکذا القیام علی ہیئت الوقوف فی الصلوۃ لحدیث من
سرہ ان یتمثل لہ الرجال قیاما فلیتبوأ مقعدہ فی النار انتہی پس جب وعید بالنار اس پر ہے تو کبیرہ ہونے

توکسی حال خالی نہین ہوسکتا بہرحال شرک دون شرک سی خالی کبہی طرح نہوا الحاصل قران سی قیام قنوت کا عبادت ہونا محقق ہوگیا اور حلبی نے عبادت مقصودہ ہونیکا انکار کیا نہ عبادت ہونیکا اور تفسیر عزیزیہ سے نفس قیام کا مختص لعبادت نہوتا دریافت ہوا نہ قیام مخصوص کا تولب موئف ذرا فکر کرے کہ حلبی اور عزیزی خلاف قران شریف کے نہین کہتے موئف خود بے سمجہا بدون سوچے استدلال لاکر شرک کو ایمان بناتا ہے اور قران کو معاذ اللہ رد کرتا ہے الحاصل قیام دست بستہ بخشوع غیر کے واسطے شرک ہوا اگرچہ وہ شرک غیر حقیقی ہی ہو عند البعض اور عوام کے حق مین کہ عقیدہ علم مستقل کا رکہتے ہین شرک حقیقی ہوا سو معترض اس کو ہی شرک کہتا ہے اس سے نفس قیام کا شرک ہونا لازم نہین آتا اگر موئف کچہہ تامل کرے تو ظاہر ہے کہ زیارت فخر عالم علیہ السلام مین علی قاری نے دست بستہ سلام عرض کرنیکو جائز لکہا ہے سو وہان استقبال قبلہ ہو نہین بلکہ استدبار ہے اس واسطے جائز رکہا ہے اور پہر وہ بہی خصوصیات مین ہی کہ آپکو غیر کے واسطے درست نہین اور یہہ خلافی مسئلہ ہی درر مضیہ مین لکہا ہے بل یضع یمینہ علی شمالہ ام لا فیہ خلاف انتہی قال الکرمانی یصح وقال غیرہ الاولے الارسال لئلا یشبہ بالمصلی انتہی کذا فی نسیم الریاض شرح شفا، سو جب یہہ خلافی مسئلہ ہوا اور جن کے نزدیک جائز ہے وہ خصوصیت پر حمل کرتے ہین تو غیر زیارت مین اگر حضور موصوف یعنی حضور بعلم مستقل کا عقیدہ ہے تو شرک ہوا اور غیر اس عقیدہ کے مشابہ شرک ہوتا ہے اور معلوم ہولیا کہ حکم شرک کا معترض نے علم غیب کے ساتھ جہلا پر ہی کیا ہے پس معترض پر موئف کا کوئی نقض نہین اب موئف سجدہ کی بحث مین شروع ہوتا ہی اپنی غرض فاسد کے اثبات کی غرض سے **قولہ** سجدہ کا حال الخ

اقول سجدہ اگرچہ تحیت کا ہو حرام ہے اور مشابہت بشرک سی اسکو بہی شرک کہنا درست ہے جیسا حلف بغیر اللہ کو شرک حدیث مین فرمایا پس ایسا ہی قیام بخشوع مین ہو تو کیا بعید ہے

اور تفریق سجدۂ عبادت و تحیت مین بسبب شرک حقیقی کے کرتے ہین ورنہ حرمت اور اطلاق شرک
مین دونون برابر ہین شرح فقہ اکبر مین علی لکھتے ہین وفی المحیط اذا قال اہل الحرب لمسلم اسجد
للملک والا قتلناک فالافضل ان لا یسجد لان ہذا کفر صورۃ والافضل ان لا یاتی بما ہو
کفر صورۃ وان کان فی حالۃ الاکراہ پس اس سے معلوم ہوا کہ کفر کی صورت بہی سخت
بدہی کہ قتل ہونے پر صورت کفر کو ترجیح دیکر اولی ترک لکہا پس دست بستہ بخشوع کھڑا ہونا
بہی مشابہ ہے خصوصاً عالم حضور مین کہ وہ خود شرک ہے پس مؤلف کی ایسی روایات کا نقل کرنا
سوا ئی ضلال خلق کے اور کیا کہا جاوے جن فقہا نے سجدۂ سلاطین کو جائز لکہا وہ قول
اونکا مردود ہے قرآن وحدیث کے اطلاقات سے پس ایسے اقوال ہمارے ساقط ہے حجت لانا
اہل علم کا کام نہین پس افسوس مؤلف کی زبان درازی اور کوتاہی فی الدین پر کہ کسطرح قرآن کے
رد کرنے پر اور حدیث کی مخالفت پر اور تمام عالم کی مضادت پر ایسی چرپوز مردود روایات سی کمر باندہ
بیٹھا ہے کہ خلق کو ورطۂ استحلال حرام مین ڈالتا ہے **قولہ** واضح ہو الخ **اقول** اول تو سجدہ
ملائکہ اور اخوۂ یوسف مین خلاف ہے بعض انحناء لکھتے ہین اور بعض وضع الجبہۃ ثانیاً جو کچھ ہی
وہ سب اس امت مین حرام ہوگیا خواہ کسی نیت سے ہو اطلاق شرک کا اوسپر ہو ویگا پس جو ایسی
روایات سے استخفاف معصیت مین عوام کو مبتلا کرتا ہے البتہ نیابت شیطان کی اوسکو
مسلم ہے کیونکہ الاستخفاف بالمعصیۃ کفر قاعدہ اصول کلام کا ہے اب لطیفہ کثافت طبع
مؤلف کا جواب قلم انداز کر کے آگے چلتا ہون **قولہ** اگر ہاتھ باندھکر کھڑا ہونا شرک ہوتا الخ
اقول پہلے قول مین تصریح ہوئی کہ یہ مسئلہ زیارت کا مختلف ہے اور دونون روایت نقل ہوئین اور
کرمانی مجیز اسکا ہے شیخ عبد الحق بہی اوس کو نقل کرتے ہین اور علی قاری نے بہی یہان اسکو اختیار کیا
ہے معہذا علی قاری شرح عین العلم مین اسکو حرام لکھتے ہین ایسا فرق مجوزین کے نزدیک یہان یہ ہے

اس جگہ استقبال قبلہ نہین وہ قبلہ کہ معین اور شخص ہو رہا ہے پشت کے پیچھے ہو جاتا ہے تو قطعاً مخالفت ہیئت صلوٰۃ کی ہوئی اور مظان شرک بھی نہین کہ حیوۃ النبی موجود ہین اور یہان مولود مین کوئی حیت شخص نہین دوسرے مظان شرک ہے کہ عوام کا عقیدہ حاضر ہونیکا ہے پس ان مین اور انہین فرق ہو گیا معہذا اگر شرک نہین تو مشابہ شرک کی اور عوام کے عقیدہ کی خرابی کا باعث ہے لہذا ناجائز ہوا اور اطلاق شرک اوسپر مجازاً ہوگا اور معترض کا شرک کہنا اوپر معلوم ہو چکا کہ جہلاء کی نسبت ہے اگر نیت فاسد ہو تو شرک ہو گا پس تعامل حرمین زیارت مین حسب روایت اجازت کی اگر ہے تو فارق موجود ہے اور پھر خلاف قیاس ہے دیکھو کہ صلوٰۃ جنازہ مشابہ شرک ہے مگر اجازت ہو گئی تو اب امام صاحب غائبانہ صلوٰۃ جنازہ کو جائز نہین کہتے اور تکرار کو منع کرتے ہین پس زیارت پر قیاس کر کے اس قیام کی اجازت نہین نکل سکتی **قولہ** اب اہین دو احتمال ہین الخ

اقول دونون احتمال ہین مولف کی خطاء فہم کا یقین ہے یہہ سرعلاف قیاس ہے کہ روضہ مطہرہ پر سلام عرض کرنیمین منقول ہوا ہے وہ علی قاری کہ یہان جائز کہتے ہین وہ ہی اوسکو اور مواقع مین حرام لکھتے ہین صلوٰۃ جنازہ مین مردہ کو آگے رکھکر نماز پڑھنا درست ہے حالانکہ دوسری جگہہ درست نہین نور الانوار مین کہتا ہے وکذلک صلوٰۃ الجنازۃ فی نفسہا بدعۃ مشابہۃ بعبادۃ الاصنام اور شرح منیہ اور تفسیر عزیزی کے کلام سے کچھ ثابت نہین پہلے گذر چکا اور تعظیم فخر عالم کے واسطے قیام درست تھا مگر یہان مولود مین مظان شرک ہے لہذا ناجائز ہے گو جہلاء کے حق مین خود شرک ہے اور دوسرا احتمال مولف کا محض سفسطہ اور ناشی قلبی مولف کا ہے کیونکہ اطاعت سفیر کی عین اطاعت امیر مرسل کی ہوتی ہے اور اوسکی اہانت امیر کی اہانت کیونکہ سفیر مبلغ ہوتا ہے اسکا قول قبول کرنا عین اطاعت و قبول قول مرسل کا ہے علی ہذا بیعت اصل سے ہوتی ہے اور وکیل غیر محض واسطہ ہوتا ہے پس یہی معنی روح البیان وغیرہ کے ہین معہذا تعظیم سفیر و امیر مین فرق ہے کہ تعظیم

امیر کی سفیر سے زائد ہوتی ہے اور خواص تعظیم امیر کی سفیر کے ساتھ درست نہین ہوتی اسکو ہر اہل ہونا اہل جانتا ہے پس اطاعت و معیت کو مقیس علیہ بنا کر تعظیم حق تعالی کی فخر عالم کے ساتھ کرنا اور اوسکا درست جاننا عین شرک ہے سجدہ کرنا آپکو حرام ہے اتفاقاً یہہ قاعدہ مولف کا چاہتا ہے کہ آپ کو سجدہ بھی درست ہو جیسا مولف قیام مین کہہ رہا ہے اور یہ قول باطل و شرک ہے حدیث مین ہے کہ ایک شخص نے کہا ما شاء اللہ و شئت تو آپ نے فرمایا اجعلتنی للہ ندا بل ما شاء اللہ وحدہ ایک حدیث مین ہے لا تقولوا ما شاء اللہ و شئت ولکن قولوا ما شاء اللہ ثم شاء محمد اس سے شرک دون شرک بھی ثابت ہوا اور مشابہہ شرک کی ممانعت بھی نکلی اور مماثلت تعظیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حق تعالی کی تعظیم کے ساتھ بھی رد ہو گئی اور مولف کا احتمال شرکیہ بھی باطل ہو گیا اور قاعدہ مولف کا بھی مردود ہو گیا بہر حال عبادۃ اللہ کا رسول اللہ کو دینا بہر حال شرک ہے اور اطاعت و معیت کو اس سے کچھ مناسبت نہین مولف کی بے فہمی محض ہے اب مولف کی حراف بیانی اور بیباکی سب ناظرین ملاحظہ کر کے لاحول پڑھین اور اوسکی جرأت تقریر کو دیکھین **قولہ** اب دوسری قباحت الخ **اقول** معترض کے کلام مولف نہین سمجھا اور صراحتہ کہتا ہے گویا اب پیدا ہوئے یعنی جو عین پیدایش کا معاملہ قیام تعظیم کا تھا وہ اب کرتے ہین اور دوسرا امر علم حضور مجلس اوس مین ہوتا ہے تو شرک اس ثانی کی وجہ سے کہتا ہی اور پہلے امر کو مشابہہ فعل ہنود کے کہ فرضی امر کرنے مین ہی کہتا ہے معترض یہہ نہین کہتا کہ اسوقت پیدا ہونا عقیدہ رکھتے ہین کیونکہ وہ لفظ گویا لکھہ رہا ہے پس یہہ مولف کا جواب اوسکی اعتراض کا جواب نہین **قولہ** کیونکہ ہم صراحتہ نام تاریخ اور سن کا لیتے ہین ہمارا یہہ عقیدہ نہین الخ سو یہ اعتراض سے کیا مناسبت رکھتا ہے وہ اعتراض یہہ کرتا ہے کہ فرضی امر کو اصلی جیسا بنا کر اصلی کا معاملہ کرتے ہین مولف کچھ اور ہی جواب دے رہا ہے پس ناظرین اس فہم مولف

پر تحسین کہیں اور انصاف کریں کہ مفتری کون ہے **قولہ** تیسری قباحت الخ **اقول** اس بات
کو خوب یاد کر لینا ضرور ہے کہ یہہ عقیدہ سب کا ہے کہ انبیا علیہم السلام اپنی قبور مین زندہ ہیں
اور عالم غیب مین اور جنت مین جہان چاہین باذنہ تعالے چلتے پھرتے ہین اور اس عالم مین
بھی حکم ہو تو آسکتے ہین اور صلوٰۃ وسلام ملائکہ پہونچاتے ہین اور اعمال اُمت آپ پر پیش ہوتے ہین
اور جس وقت حق تعالی چاہے دنیا کے احوال کشف ہوجاتے ہین اس مین کوئی مخالف نہین
مگر یہہ کہ ہر جگہہ محفل مولود مین اور دیگر مجالس ذکر مین ہر روز آتے ہون یا ہر [illegible] و ندا،
اور عرض حالات دنیا کے ہر روز معلوم ہوتے ہون بدون اعلام حق تعالے کے اس کو
تسلیم نہین کرتے اور یہہ کہ سب اشیاء کا علم حق تعالی نے اونکو دیا ہے اسکو بھی قبول نہین کرتے
بلکہ جسقدر علم دیا جاتا ہے اُسقدر کو جانتے ہین اور ملا علی قاری شرح فقہ اکبر مین لکھتے ہین
ثم اعلم ان الانبیاء علیہم السلام لم یعلموا المغیبات من الاشیاء الا ما اعلمہم اللہ تعالی احیانا
وذکر الحنفیہ تصریحا بالتکفیر باعتقاد ان النبی یعلم الغیب انتہی پس معترض کی تیسری قباحت
یہ ہے کہ یہہ سمجھتے ہین کہ روح آپکی یہان آیا کرتی ہے اور یہان حاضر ہے تو معترض دوام
تشریف آوری کہتا ہے یعنی فعلیت کا دوام نہ امکان و وقوع احیانا پس مولف اگر اس امر کو
ثابت کر دیوے کہ آیا کرتے ہین دائما تو اوسکا جواب ہوویگا ورنہ امکان حضور سے کچھہ فائدہ
مولف کو نہوویگا اور سب نقول اوسکی فضول ہوینگی **قولہ** ارواح انبیا کا چلنا پھرنا فقہ
اور حدیث سے الخ **اقول** ان روایات معراج سے ارواح کا بیت المقدس مین جمع
ہونا اور آسمانون پر جانا باذنہ تعالی ثابت ہی مگر مولود کی مجلس مین آنا مبحوث ہے نفس حرکت
وتقلب سی یہہ خاص تشریف آوری ثابت نہین ہوسکتی اور قیاس کا محل نہین باب عقائد قیاس
سی خارج ہے حدیث مسلم مگر استدلال مولف کا اس سی باطل ہی اور مشکوٰۃ کی حدیث سفر حج کی کہ

وادی ارزق مین دیکھنا حضرت موسیٰ کا اور ہرشا پر حضرت یونس کا سو یہ تو ظاہر ہے کہ آپنے
اوسوقت نہین دیکھا تھا بلکہ آپ حکایت کرتے تھے دیکھئے تھی کی کیونکہ فرماتے ہین
کانی انظر گویا دیکھ رہا ہون اور نہ فرمایا فانی انظر پس غالب اور انسب اس مین یہ ہے کہ
معاملہ رویا کا ہے اور اگر یقظہ کا ہے تاہم حرج نہین معترض تقلب ارواح کو باذن القبول
کرتا ہے کلام یہ ہے کہ کسی حدیث سے یہ ثابت نہین کہ مجلس مین آیا کرتے ہین اور نصوص
جو چلنا پھرنا متحقق ہوگا اوس مین کچھ عذر نہین یہان قیاس کا باب مسدود ہی ہے پس اس
سے کچھ ثبوت مدعا نہین مدعا علی ہذا شیخ عبدالحق کا قول اور صاحب کا تاج ترکیو جانا اور معراج
کی شب مین آسمانون پر جانا مولف کو مفید نہین اور باب نزاع پر کچھ دلالت اوسکو نہین اور
زرقانی کی عبارت جو تنویر الحلک سیوطی سے نقل کی اوس مین بھی صریح ہے کہ خروج
عن القبور باذن اللہ تعالے ہے بقولہ واذن لہم الخ مگر تنویر الحلک کی عبارت مین ایک
قلیل تصرف مولف کا ہے اوسکی عبارت یون ہے واذن لہم فی الخروج من قبورہم والتصرف
فی الملکوت الخ واو عاطفہ ہے نہ لام جارہ اور تصرف کی معنی ہی چلنا پھرنا ہے فی القاموس صرفتہ
فتصرف قلبتہ فتقلب واصطرف تصرف فی طلب الکسب انتہی مولف نے لام جارہ لکھا اور تصرف کے معنی
عرفی اردو کے بنا لیے ہین مگر تاہم اوسکے مدعا کو مفید نہین چلنے پھرنے سے عالم علوی سفلی مین
تشریف آوری مجلس مولود کی لازم نہین آتی خصوصاً یہ مجالس بدع و مکروہات اور پھر یہان مشہور
معنوی حدیث سے کام چلیگا نہ ایسے اقوال سے اور عبارت فیوض الحرمین سے بھی یہی
مضمون نکلا جو حدیث مسلم مین تھا حیوۃ اور حج کرنا اور اپنے سامنے شکل مبارک کا دکھنا کہ
مدینہ طیبہ مین مرقد مبارک پر حاضری کا قصہ ہے جو دھلی کا ہوتا جب بھی کوئی مطلب مولف
کا نہین نکلتا جیسا آگے آتا ہے حضرت مجدد کی دونون عبارت مین تاثر روحانی ہے اس مین انتقال

کی ضرورت نہین اور متجسد ہونا اور انتقال کرنا بھی ہو تو بھی غرض مولف کی اس سے حاصل
نہین ہوتی اور پھر ان مکاشفات کو قبول کرنا احکام شرعیہ مین ضرور نہین نہ انسے حکم ثابت ہے
مولف کا ایسے موقع استدلال مین نقل کرنا ان حکایات و مکاشفات کا خالی ناواقفیت قواعد
دین سے نہین چنانچہ یہ مصرح ہے کہ الہام و کشف اولیا کا مفید حکم اور حجت علی الغیر نہین ہوتا امام
غزالی مشاہدہ کو فرماتی ہین سو مشاہدہ کیواسطے ارواح کا مشاہد کے گھر مین آنا ضرور نہین قلب
منور بعید سے دیکھتا ہے مثل قریب کی باذن اللہ تعالے جس وقت چاہے حق تعالی علی ہذا
مصافحہ کرنا علی ہذا قصہ شیخ عبد القادر گیلانی کا کشف روحی اور رویا روحی ہے اس مین
تمثل تنزل کی کچھ حاجت نہین اور وقت انکشاف کے جب حضور ہوگیا تو ادب ضروری ہوگا
پس مولف کا یہ کہنا کہ روح مصطفوی کا مجلس مین آنا انکا محض ناواقفیت معاملہ کشفی سے ہے
اگر کوئی خواب مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھے تو مولف حکم کریگا کہ آپ اوس کے گھر
تشریف لائے اب اس عقل مولف کو دیکھنا چاہیئے اور استحباب قیام آنیوالے کے واسطے ثابت
ہے معترض نے کب انکار کیا ہے مولف کی عقل پر غشاوہ ہے اب شہود کے وقت مثل حیات
کی معاملہ ہونا چاہیئے کلام اس مین نہین مولف کو اصل طلب فہمی سے کام ہی نہین اگر اہل محفل
میلاد کو زیارت فخر عالم کی ہووے تو قیام کو کون منع کرتا ہے او معترض لفظ آیا کرتی ہے پر
شبہہ کرتا ہے غرض اعتراض کچھہ اور دلائل مولف کی کچھہ اور عجیب قصہ ہے **قولہ** اور اگر کوئی یہہ
سمجھی الخ **اقول** مولف نے آپ ہی اعتراض بنلیا کہ آپ مستغرق مشاہدہ مین ہین توجہ الی الدنیا کیونکر
ہوسکتی ہی اور آپ ہی جواب دیا کہ آپ کی وسعت علم کو یہہ مانع نہین اور تفسیر عزیزی و زرقانی سے
حجت لایا مگر عجب ہے کہ اسکا نہ معترض مانع ہوا اور نہ مولف کو کچھہ فائدہ عبث اوراق سیاہ کرتا ہے
معترض دوام تشریف آوری روح پاک کا ان مجالس مین انکار کرتا ہے مولف امکان علم

مین غیر موجود پس قیاس پر دلیل کسطرح ہو سکتی ہے اب مولف کا جواب قابل سننے کے ہے
کہ کہتا ہے کہ یہان آنکھون سے تو علم ہو سکتا ہی نہین یعنی حواس کا کام نہین کہ ادسکو
دریافت کرے اور اخبار متواترہ خبر رسول کی جو قطعی ہون وہ بھی مفقود مگر ارباب مکاشفہ
سے ثبوت ہو سکتا ہے الغرض مولف نے اقرار کیا کہ یہ امر طریق علم سے جو معتبر شرع مین
ہین یہان نہین پائی جاتی ارباب مکاشفہ کی خبر معاملہ سے اور رویا سے ثابت ہوتا ہے
لا حول و لا قوۃ الا باللہ مولف نے اسقدر تطویل بے سود کر کے کہا تو یہ کہا کہ خواب مین
اور مکاشفہ مین لوگون کو معلوم ہوا ہے اور خود محقق ہے کہ دین مین علی الخصوص اعتقاد
مین رویا اور کشف کا اعتبار نہین اور اس سے کوئی حکم شرعی ثابت نہین ہوتا خصوصاً
مسئلہ عقائد کا تو اب سب ارباب عقل غور کرین کہ فقط مدار عقیدہ مولف کا خوابون اور
مکاشفات پر ہے پھر اسقدر روایات بے سود نقل کرنا اگر فریب دہی نہین تھا تو کیا تھا
اول ہی سے لکھدینا تھا کہ خواب سے یہ معلوم ہوتا ہے جو آخر کہا اول سے کہتا بس آج
ہمکو جواب مین یہ کافی تھا کہ یہ ہی کہدیتے کہ شرعاً یہ سب غیر معتبر ہین خدا تعالے مولف
کو ہدایت کرے کہ گوشت خورد و حلق خود بدرید۔ او پھر تامل کا اوس ہی اپنی اصل پہ
آگیا اتنا رونا ردیا اور دعوی کو دلیل سے مناسبت نہین اور جواب کو اعتراض سے علاقہ نہین
توبہ توبہ اور شیخ عبد الحق نے مدارج النبوۃ مین بعض حکایات اولیا کی نقل کر کے یہ آخر
مین لکھدیا ہے کہ باجملہ دیدن آنحضرت بعد موت مثال است چنانچہ در نوم مرئی میشود در
نیز می نماید و آن شخص شریف کہ در مدینہ آسودہ وحی است ہمان متمثل می گردد در یک
آن خواص را دریقظہ عوام را در منام نتہی پس دیکھو حقیقت انکشاف کی یہ ہے کہ ارباب
قلوب صافی کے مخیلہ مین متمثل ہوتا ہے اور خود آپ بجای خود مین اور تشریف آوری اور

حضور کا کہین نام و نشان بہی نہین ان وقائع سے مولف تشریف آوری ثابت کرتا ہے
اور نا واقف حقیقت کشف سے ہے خود شیخ اوس کے معتمد نے مولف کو سب دلائل رد
کردیئے مولف محض خواب و خیال پر ہی عقائد اپنے اور خلق کے برباد کر رہا ہے افسوس
علی ہذا شاہ ولی اللہ صاحب جو شخص قبر مبارک پر متوجہ ہوتا ہے اوس کا حال فرماتے ہین
اور اگر دو سے یہ امر ہو تو پھر وہ ہی تمثل ہے اور پھر یہ قصہ کشف و الہام کا ہے جو شرع
کی دلیل نہین اور درود و صلوٰۃ و سلام مین خود وارد ہے فان صلوتکم معروضة علی الحدیث
اور احادیث مین تبلیغ ملائکہ کی موجود ہے پس مولف نے بغیر حقیقت کشف اور منام کے
مطلع ہوئے اپنے فہم ناتمام سے تراش لیا کہ خود روح مبارک ہی صاحب ثغت کے گھر
آجاتی ہے اور حجت بنا کر لکھدی کچھہ غیرت نکی معاذ اللہ واسے بر دین نبی خستہ گری پیداشد
اور کشف الغطاء مین لکھا ہے کہ یہ سب منام و یقظہ مین دیکھنا مشاہدہ تمثال ہے نہ عین
حقیقت آپکی پس سب تفوہ مولف کی بدم و باطل ہو گئی **قولہ** سوال روح مبارک کا حاضر الخ
اقول یہ سب جواب محض تطویل احمق فہمی ہے یہ کوئی نہین کہتا اور اس اطلاع سے جو مولف
نے لکہی حضور روح مبارک کا ہرگز ثابت نہین ہوتا ایک لغو تقریر ہے بذریعہ ملائکہ کے درود و
سلام کا پہونچنا اور کشف و اطلاع باذنہ تعالیٰ سب کچھ درست مگر اصل مدعو کا حال اوپر کے
قول سے معلوم ہو چکا کہ محض بنا بر منام و کشف پر ہے اور پھر وہ بہی محض قیاس عقل ناتمام مولف کا
اور یہ حجت شرعیہ نہین کتب عقائد مین مذکور ہے اور یہ امر مشہور ہے مخفی نہین گو مولف کو
علم نہین ہوا اس کی فضول طویل کلام خود لغو ہو گئی مطلب سے کچھ علاقہ اوس کا نہین ظنت و تخمین
کا عقیدہ مولف کا معلوم ہوا آپ ہی ایکدفعہ کہتا ہے بقول حضور بہی احسان و نوازش فرماتے
ہونگے اور پھر آپ ہی کہتا ہے بقول جلوہ فرما ہو جاتے ہین سوا ایسے تردد کا عقیدہ مولف

اس خصوصیت مبحوثہ قیام پر کچھ اس سے ثبوت و استدلال نہین اگرچہ قیام مولود بوجہ تشریف
آوری روح مبارک کے ہو تو خصوصیت کی کراہت تو موجود ہے مگر مولف کی کوتاہ فہمی نے سب
اب حضوری کو پلہ باندھ لیا اور سب امور سے اعراض اور نسیان ہو گیا اور استحسان قیام مین
خصوصیت ہے تو در اصل مناء ہی تھی مگر مولف سے کسی اعتراض اور کسی مسئلہ کا جواب دلہ
اولجھے سے نہین دیا جاتا وہی ایک دات ہے کہ علماء نے یون کہا ہے یون کیا ہے سوا اسکا
جواب بھی چند دفعہ ہو لیا کہ دلیل شرعی کے مقابلہ مین کسی کا قول لائق التفات کی نہین اگرچہ
مسلم نہار ہون معہذا احسن ظن سے ہم اون کے فعل کو محمل حسن پر حمل کرتے ہین جیسا مذکور
ہو چکا کیا بار بار تکرار کیا جاوے مولف کا تو یہی متمسک ٹھہرا ہر جگہ وہی مستزاد پڑھتا ہے
پس کسی نے نہین کہا کہ صحت مقدم روح پر قیام منحصر ہے محض مولف کی سوء فہم ہی نہین
ہر ہر قسم قیام مین کسی فرد کی تخصیص دائمی پر کراہت و بدعت کا دعویٰ اور اثبات ہے مگر
مولف کم فہم کے فہم کی کوتاہی ہے بعد اس کے مولف نے مواقع قیام شمار کیئے ہین سکو اور
رد و قدح کی ضرورت نہین کیونکہ یا اون مواقع مین نص ہے یا ادب استحسان مشائخ کا کہ مستنبط
نص سے ہے اور وہ مواقع مندوبہ اس محل سے مناسبت نہین رکھتے کلام تخصیص مین ہے
اگر کسی فرد قیام کے قیام منصوص مندوب مین بھی تخصیص ہووے مثلاً کسی فرد وضوء مین
خصوصاً تو وہ بھی مکروہ ہوویگا جیسا تخصیص سورۃ کی صلوٰۃ مین بحث ہو چکی پس یہہ کلام
محض لغو ہے اور مسلم ہے کہ قیام حضور و قدوم مین حصر نہین مگر تخصیص فرد کی تو سب انواع
قیام مین بدعت و مکروہ ہے نہ معلوم کہ اس بحث سے کیا فائدہ اور کیا حاصل سوای تطویل کے
حاصل ہے پس یہی ہمارا سب کا ہے کہ جسقدر انواع مولف نے شمار کی ہر یک نوع مین اگر
تخصیص کسی فرد کی ہوویگی مکروہ ہوگا اور قیام ذکر ولادت کا اگرچہ بلا عقیدہ حضور کے

شرک نہین مگر تعین کی بدعت سے بھی خالی نہین ہو سکتا پس ساری طویل تقریر مولف کی محض
مہمل بیہودہ ہے اور اس قیام تعظیم کا جسکو وہ ثابت کرتا ہے کوئی منکر نہین **قولہ** سوال
سبب قیام واسطے الخ **اقول** مولف نے اپنے فہم رسا کے دو صفحہ مین بہت کچھ سوال کر کے بابت
تخصیص رفع نہوئی سو یہ سوالات ثلثہ لکھکر اوسکو رلانا چاہتا ہے مگر سوا ے حرمان کے
اور ظہور خوبی فہم عالی کے کوئی ثمرہ نہین مولف جواب سوال اول تعین کا یہ دیتا ہے کہ یہ مجلس
اوسکے نام سے مسمی ہوئی اور ذکر ولادت کے واسطے ہی منعقد ہوئی تو غرض موضوع اس مجلس کا
ذکر ولادت ہے اور وجہ تسمیہ بھی یہی ہے اسواسطے مقصود اصلی پر قیام کی تخصیص کی ہے
تو اب کوئی مولف سے پوچھے مین مشکل اسکے کہ موضوع اور مسمی ہونے سے خصوصیت کا ہونا
بھی تو وہی تخصیص مطلق کی ہے اس تخصیص کی کیا دلیل ہے موضوع اور وجہ تسمیہ محفل کا ہونا
کوئی دلیل شرعی نہین پس یہ تو عین تقیید نص بالرای والاصطلاح ہی ہے اور یہ خود حرام ہے اور
پھر اسپر کوئی حجت ہے تو پیش کرے سبحان اللہ کیا عجب عذر ہے اسکو ہی کہتے ہین کہ عذر
گناہ بدتر از گناہ کہ تسلیم مطلق ذکر کے واسطے قیام مندوب تھا مگر موضوع اس محفل کا ولادت کا
ذکر ہونا مختص ہوگیا اور جس سے بھاگتا تھا وہ ہی طوق تعین مطلق کا گلے میں پڑگیا گویا جواب اعتراض
کا خود اعتراض ہے ہوجاتا ہے اس فہم کو غور کرنا لازم ہے دوسرا سوال بھی بعینہ پہلا ہی سوال ہے
یہان ہمارے ذکر فخر عالم میں سے ایک ذکر ولادت کی تخصیص تھی یہان مطلق ذکر نام فخر عالم مین
سے ذکر ولادت کی تخصیص ہے مطلب وہ ہی تخصیص فرعی ہے مگر مولف عوام کے نزدیک
اور اپنے زعم مین اپنا وسعت ذہن و علم جتلاتا ہے اور علما کو سمجھاتا ہے لہذا اظہار اپنی کم فہمی
و جہل کا کر کے تماشا دکھاتا ہے تو اب اس جواب کو غور کرنا لازم ہے مانعین ہر دفعہ کے قیام کو قبول
کرین تو وہ دلیل جواز قیام مخصوص کی ہوجاویگی دیکھو اس کم فہمی کو کہ مانعین ہر دفعہ کے قیام کو

کیفیت مخصوصہ کے وقت غفلت رفع ہو یہ کسقدر کذب محض ہے اور معنہ اشتان فخر عالم سے
کسقدر دلہبا اپنی غفلت کا ہے اور مع صحبت کے بیان مین کیسی جرأت ہے اور پھر دعوی
اتباع اور محبت کا معاذ اللہ اور حق تعالی کے نام پاک پر تو کبھی رقت نہین ہوتی ہزار دفعہ
جل شانہ یا کوئی کلمہ تکلم بھی جاتا ہوگا مگر فخر عالم کے نام یا ذکر وحالات ولادت پر تو قیام کبھی یاد
آتا ہی نہین اور قیام حق تعالی کے نام پر تو گویا مشروع رہا ہی نہین خواص فخر عالم کی ولادت
اور ولادت مین بھی خاص ایک وقت و کیفیت سے ہوگیا ہے کیسا کذب محض اور جرأت ہے
کہ تمام دنیا مین غفلت کا اثر چھا گیا معاذ اللہ نہین بلکہ یہ سب معاصی اور آفات اپنے اور تمام
اہل دنیا کو غافل بنانا محض اپنی بدعت کی عذر کذب کے واسطے ہے اور یہی مولف کو شرم نہین
آتی کیسے عجیب کلام گستاخ آتا ہے اور کہتا ہے کہ لیسے لوازم تعظیم دیکھ کر خواہی نخواہی بر وقت
کسی کی بھی آنکھین کھل جاتی ہین سو اول تو خواہی نخواہی اوسی وقت آنکھ کھلتی ہے یہ اور باقی تمام عمر
خواب غفلت مین رہتے ہین اور جو یہ کہتا ہے کہ اور تعظیم درود و سلام کی ایسے ہی قیام کی بابت
یہ ہے تو اگر قیام تعظیم ضروری ہے تو پھر وہی تخصیص بلا ضرورت اور جو بدون اس کے
تعظیم ہوتی ہے تو بیان اس کی حیات خصوصیت مناقشہ طلب ہی ہے جو ب ہی کیا حال کہ مولف
نے اپنے تعصب سے ایسا شوخ کلام بھی کیا شان فخر عالم سے اپنی غفلت و بے پروائی بھی
بیان کی اور پھر کچھ بھی نہوا اور کیسی غفلت کہ کوئی مذکر ہی اسکا نہین سوای سامان عشرت
اور اختلاط بدعت کے لاحول ولا قوۃ الا باللہ لہذا اس خواہی نخواہی قیام تعظیم کو ہی بدعت ضلالت
ملعین کہتے ہین جس کے بیان تخصیص مین مولف چکر کھا رہا ہے اور اپنے دین و دنیا کو خراب
کر رہا ہے اور اوس پر بلا وجہ نقص گستاخی کا کرتا ہے اور اپنی شوخی و گستاخی کو خیال بھی نہین کرتا
جو حق و واقعی ہے استغفر اللہ اور دوسرا جواب کہ قیام فرض نہین کہ ہر دفعہ کرنا ضرور ہو جہان

سب اسباب تعظیم مین اوسے بھی کرتے ہین تکمیل کے واسطے ورنہ جہان کوئی نہو تو یہ بھی نہو
تو کیا حرج ہے استغفر اللہ استغفر اللہ یہہ جواب کسقدر بیہودہ اور بے ادبی ہے کیونکہ تعین کہ سب
فرض کہتے تھے وہ سب جگہ اسکو مندوب ہی کہتے ہین یہ کہتے ہین کہ سب جگہہ تو ایسا مندوب
بالکل متروک ہی ہے اور یہان یہہ مندوب ایسا مفروض کہ ندب کا درجہ ہی اوس کو نہ ملا مثل
واجب کے ہوگیا سب جگہہ یہ ارتفاع قطعاً اور یہان کا اثبات حتماً بدعت ہے تو مولف کہ عقل کہتے ہو
کہ مجلس مین تکمیل آداب کے واسطے کرتے ہین اور جگہہ نہ ہوا تو کیا حرج ہے وہ ہی اعتراض کو تسلیم کرلیا
تو گویا کہا کہ ہان بدعت ہے تو کرتے ہین کیونکہ یہان تکمیل کے واسطے بر بدعت ادا ہوتا ہے تو پیش
واجب کے ہوا اور جبکہ نہو تمین کچھ حرج نہین تو کبھی ہوتا ہی تب ہی تو بدعت تھا یہی معترض
کہتا تھا اسکو ہی مولف تسلیم کر رہا ہے بھلا اس عقل کو دیکھنا چاہیئے پھر مکر یہہ کہتا ہے
کہ جہان سب اسباب تعظیم مرتفع ہون تو یہہ بھی نہو تو فرق نہین یہہ بہی سخت گستاخی ہے کیونکہ تعظیم
آپکی ہر دفعہ واجب ہے گو ایک مجلس مین تداخل کا مسئلہ ہے کہ مجلس مین ایکدفعہ آپکے نام ذکر
پر تعظیم ضروری ہے جب سب اسباب تعظیم مرتفع ہون تو کیا مرتفع کرنا چاہیئے یہ عظمت دیکھا وہ
نرے یہہ کہتا ہے کہ کوئی امر تعظیم نہو تو قیام بھی نہو تو حرج نہین تو تمام اوقات مین سواے
وقت خاص کے تعظیم کی اگر کوئی فرد بھی نہو تو مولف کم عقل کے نزدیک حرج نہین آلہی توبہ آلہی
کبرت کلمۃ تخرج من افواہہم ان یقولون الا کذبا اور پھر کہتا ہے کہ خالی قیام کیا پکار کریگا
تو معلوم ہوا کہ قیام تعظیم کی فرد کچھ معتد بہ نہین لغو ہے کہ تنہا کچھ پکار نہین کرتی این گل دیگر شگفت
اگر مولف کے نزدیک یہہ قیام کچھہ تعظیم کی پکار نہین کرتا تھا تو کیون اسقدر اوراق اپنے سیاہ کیئے
اور ایسی حرکت لغو کے اثبات مین وقت ضایع کیا افسوس انہماک بدعت نے مولف کو ایسا خوار
کیا کہ شانِ فخر عالم مین بھی گستاخ کلامی کرائی اور فہم کلام غیر سے تو عاری تہا ہی اپنے بھی کلام

کہ اس میں تامل نہیں سمجھتا اگر یہ کہے کہ قیام تکمیل تعظیم ہے خود امر تعظیم نہیں تو قطع نظر اس قول کے
خلاف قائش ہونے کے پھر وہی نقض ہوگا کہ تکمیل تعظیم سوائے ذکر ولادت کے کیوں نہیں
ہوتی یہان کہیں مثل واجب ٹھیری اور دوسری جگہ کہیں مثل مکروہات کے متروک بنی غرض
ایسی واہی بے معنی اور گستاخ کلام سے کہ العظمۃ للہ تعالیٰ اب زیادہ کیا لکھوں تعجب
ہے کہ اولیا و علما پر زبان درازی کی تھی اب رفتہ رفتہ فخر عالم کی شان میں بھی زبان انکی
گستاخی ہو مگر زبان جیب اسکی مستاد ہوئی ہے اور جو کچھ قلب میں بھرا ہوتا ہے وہی نکلتا
ہے الا ما شاء اللہ غیر شیخ با فہم و زعم علم کا او کبر خود پسندی کا اپنا ظہور سب جگہ کرتا ہے ولا حول ولا قوۃ
الا باللہ **قولہ** باقی رہی یہ بات کہ تلاوت الخ **اقول** خصوصیات اعمال اخروی و عبادت کی شارع کے
ارشاد سے معلوم ہوتی ہے عقل کو دخل نہین ثواب و عقاب اور حدود و تعظیم او محال توقیر کما قیل
سب لا انتیاء میں شارع کے بغیر معلوم ہرگز نہین ہو سکتے اگرچہ صحابی ہی ہو عقل سے -
نہین کہہ سکتے پس یہ خصوصیت قیام اس وقت خاص مین کس نص سے معلوم ہوئی مولف
بتاوے تمام نصوص تو اس تخصیص کو بدعت بتلا رہی ہین مگر ہان مولف نے عمل آخرت کو
عمل دنیا جیسا ہی جانا ہے کہ مثال عمل قول جمیل کے دیتا ہے یہ قول جمیل کا عمل امور دنیا
کا ہے اس مین کوئی تعجب کی بات نہین عقل سے یہ امور نکالے ہین دنیاوی امور ین
امور آخرت تو ایسے نہین ہوتے ذرا ہوش کرے مولود تو مولف کے نزدیک نجات آخرت کے
واسطے تمام اعمال سے بڑھا ہوا ہے کیا اب اس تقریر بدعت کے چکر مین آکر بھولگیا یہ عمل تو
ابولہب کافر نحس کو بھی تخفیف دینے والا ہے پس اس کی خصوصیات رای سے کس طرح ثابت
ہوینگی بالآخر جب کچھ کام نہ چلا تو مولف پابندی تجویز اس قیام مین کہتا ہے کہ یہ عمل
ہے خیر و برکات کا پس اگر محض دنیا کی زیادتی کا عمل ہے تو قصہ طے ہوا اور جو مرکب ہے

تو پھر بوجہ آخرت کے عمل ہونیکے خصوصیت کیواسطے نص واجب ہے الحاصل خبط کلامی موٴلف پہ
تمام ہو لی اور سوء فہم کا اسپر خاتمہ ہے ایک گھر بناتا ہے دس گھر گراتا ہے آگے پیچھے کی کچھ تمیز
نہین اور نہ فہم سے کچھ تعلق محض الفاظ کی تطویل مدنظر ہے اور پھر آخر مین موٴلف نے علماء
کرام کو اپنی کم فہمی کا شریک بنایا اور وہ ہی فعل علماء کی حجت لایا کہ بدون اوس کے کوئی چارہ
و مفر و سکو نہین ملتا اور نہ کوئی اوس کے پاس دلیل ہوا سے اسکے ہے اور اون کا حال بھی لکھا
گیا کہ اون علماء کے فعل کو بھی موٴلف نہین سمجھتا پس اب طالبین حق کا تو دل موٴلف کی اس بے
تقریر سے سیر ہو گیا اور سب حب فخر عالم کی اور اتباع اور دیانت اور علم و فہم اوس کا وانکشاف
ہو گیا اب دافع الاوہام بھی موٴلف صاحب کا ہی تالیف و نتیجہ افکار والا ہے او سکو دیکھکر سنکر
کیون کان کھڑے ہوجاوین گے او کسی طفل جاہل کو شاید آپ نے یہ جواب دیا ہوگا ورنہ عالم تو
اس تقریر سے کیا ساکت ہوتا ہان اگر موٴلف کو لا یعقل جانکر ساکت ہوگیا ہو تو کیا عجب ہے
لاحول ولاقوۃ الا باللہ **قولہ لمعہ سادسہ** یہ اعتراض کہ محفل مولود مین الخ **اقول** چونکہ تعنت
کی عادت ہے کہ سائل کے سوال کو ناتمام سمجھکر نقل کرتا ہے لہذا اصل تقریر کرتا ہون کہ ناظرین اسکو
خیال رکھین یہ عقیدہ اتفاقی ہے کہ نداء و خطاب اگر فخر عالم کو اس عقیدہ سے کرے کہ آپ بلاواسطہ
استقلالاً سنتے ہین شرک ہے خواہ بضمن صلوۃ ہو خواہ بغیر اوس کے کسی وجہ سے ہو اور جو یہ عقیدہ
نہین بلکہ یہہ عقیدہ ہے کہ جب حق تعالیٰ چاہے جس شی کو چاہے آپ پر منکشف کردیوے
اور ملائکہ درود اور سلام پہونچاتے ہین اور اعمال امت کے بھی آپ پر پیش ہوتے ہین تو درست
ہے اور محض شوق مین یہ کلمات ہین بدون اس عقیدہ سابق و ثانی کے وہ بھی جائز اور یہی
موٴلف بھی کہتا ہے اس عقیدہ مین موٴلف خلاف مانعین کے نہین پس سنو معترض کہتا ہے
کہ اگر علم استقلالی فخر عالم کو نداء و خطاب ہے تو شرک ہے اور جو بدون اس عقیدہ کے ہے

تو عوام کے فساد عقیدہ کی تائید ہے کہ عوام کا یہی عقیدہ علم مستقل کا ہے اور اس مجمع مین ہر قسم کے
مبتدع و فساق موجود ہوتے ہین لہذا گو عقیدہ قاری کا درست ہو مگر عوام کی وجہ سے مکروہ ہونا ہے
ہے اور بوجہ فساد عوام کے شرح منیہ سے نقل ہو چکا کہ صلوۃ رغائب و براءۃ مکروہ ہوئی ہے درمختار
مین ہے وکرہ بعض مسلک اسکی شرح مین توجیہات جواز کی لکھکر لکہا ہے ومجرد ایہام اللفظ ما لا
یجوز کاف فی المنع کما قدمناہ انتہی اور ردمحتار نے تحقیق لفظ معقد العز من عرشک مین لکہا ہے
ان مجرد ایہام اللفظ المعنی المحال کاف فی المنع من التلفظ بہذا الکلام وان احتمل معنی صحیحا ولذا
علل المشائخ بقولہم لانہ یوہم ونظیرہ ما قال فی انا مؤمن انشاء اللہ تعالی نے فانہم کرہوا ذلک
وان قصد التبرک دون التعلیق لما فیہ من الایہام کما قررہ التفتازانی وابن الہمام انتہی
اب دیکھو کہ ایسا لفظ موہم معنی ناجائز کا بولنا مکروہ ہوا پس خلاصہ اعتراض یہہ ہوا کہ عوام کا
عقیدہ شرک کا ہے ایسے مجمع مین خواص کو صالح عقیدہ سے بھی بولنا ایسے کلمہ کا ناجائز ہے
پس اب مولف کے جواب کو ملاحظہ کرنا چاہیئے کہ اس اعتراض کا تو جواب ندارد ہے بلکہ اعتراف
عقیدہ معترض کا ہے مگر خواہ مخواہ ایک حشو لکھ ڈالا کہ جسکو اعتراض کے جواب سے کوئی مناسبت
نہین **قولہ** لیکن یہہ معلوم نہین ان لوگون پر الخ **اقول** مانعین پر کتاب اللہ نازل ہوئی
ہے کہ جس مین علم غیب مطلق خاصہ حق تعالی کا لکہا ہے اور مولف بھی مقر ہے پس اس عقیدہ
کا خطاب شرک ہے باعتراف مولف اور معترض بھی اسی کو شرک کہتا ہے اور بدون اس
عقیدہ کے بسبب ایہام شرک کے مکروہ کہتا ہے چنانچہ ردمحتار سے نقل ہوا اور جو کچھ مولف
نے زرقانی سے نقل کیا ہے نہ اوس مین یہہ عقیدہ شرکیہ ہے اور نہ بسبب واجب ہونے
تشہد کے ایہام کی کراہت ہوسکتی ہے کیونکہ فرائض و واجبات مین ایسے امور کا لحاظ درست
نہین کہ واجب من اللہ تعالی ہو چکا ہے مگر مولود خوانی مجمع جہلاء عوام مین کونسی حدیث

سے ایسے خطابات واجب مین مولف اوسکو بتادوے تاکہ یہ بھی درست ہوجاوے اور
منع ایہام کا رفع ہووے اور پھر تشہد اخفا سے بھی ہے خلاف اشعار حج کے ہان اگر
تشہد مین بھی کسی کا عقیدہ علم غیب کا بالاستقلال ہووے گا وہ بھی شرک ہوجاوے گا
اوس مین کیا کلام ہے اطلاقات نصوص قطعیہ اسکی شاہد مین بس ناظرین دیکھین کہ یہ مولف
کا جواب کس اعتراض کا جواب ہے خواہ مخواہ روایت نقل کر دی بس نہ حکایت اکی تقدیر کی ضرورت
تھا نہ تمہید کہنے کی حاجت خواہ مخواہ ایک طول کلام کرتا ہے معترض کا مطلب آیہ قران شریف
سے اور روایت فقہ سے ثابت ہولیا کوئی عقلی بات نہین کہی البتہ مولف کی عادت ہے
کہ عقل ناتمام سے کے تکی گھڑا کرتا ہے جیسا چہلم وغیرہ مین اور مولود مین لکھتا ہے قولہ اثبت
جواز کی روایت الخ **اقول** اوراد فتحیہ مین سب جگہ صلوۃ سلام مین خطاب ہے جیسا تشہد
مین تھا علی ہذا مولوی محمد اسحاق صاحب کے کلام مین درود و سلام مین تقوی بواسطہ ندا و خطاب
کا ہے اور یہ بوجہ ایصال ملائکہ کے ہے چنانچہ مسلم وغیرہ کی حدیث مین مصرح ہے اگر اوس
مین بھی عقیدہ شرکیہ ہووےگا حرام ہوجاویگا بلا خلاف بس جواب معترض کا اس سے بھی حاصل
نہین ہے **قولہ** ابن ماجہ قزوینی الخ **اقول** اس قصہ مین تو خود محمد عالم زندہ اس عالم مین تھے
اور آپ کے ہی حکم سے یہ عمل ہوا تھا آپکی خدمت مین ہی حاضر تھے اوس وقت مین تو کوئی
صورت جواب و توجیہ کی نہین اور بعد آپ کے جو معمول ہے تو اسی طرح سمجھا ہے کہ آپکی
خدمت مین تبلیغ ہوتی ہے ملائکہ پہونچاتے مین علم استقلالی وہ اس مین ہے اور نہ اس
عقیدہ سے پڑھنا اس کا درست تو ایسی حالت مین یہ بھی شرک ہوجاویگا اور نہ اس مین کچھ
عوام کا خدشہ کیونکہ وہ مگر اس کو پڑھتے ہی نہین بس اعتراض بحال خود اور یہ صلوۃ مولف کو
غیر مفید ہے علی ہذا اشعار حضرت صفیہ کے اور حسان کے اور دیگر صحابہ کے اور معاملہ با نوسونے

کا ابن عمر کا اور قصہ فتوح شام کا اور دیگر تمام قصص او خطابات قصیدہ بردہ کے اور بخاری نے
اور مولانا احمد تھانیسری اور مولانا نظامی اور مولانا جامی اور شیخ عبدالحق دہلوی اور شاہ
ابوالمعالی کے ہین کہ سب ہین ندائے شوقیہ ہے ہرگز عقیدۂ حضور کسی کا نہین پس موتف کے
ان نقول سے معلوم کون فائدہ اوس کا ہوا اور معترض کا اعتراض کس طرح رفع ہوا علی ہذا
نقل شغل ضیاء القلوب جس مین ندا و خطاب صیغہ صلوۃ وسلام مین ہے اور قصیدہ کے اشعار
شوقیہ ہین بعد اس کے جسقدر لغویات کچھ موتف نے چند اوراق لکھے کوئی اصل اعتراض کو نہین
اوٹھایا اعتراض بحال خود ہے اور موتف لکھ لکھکر مطمئن ہوتا ہے ہمکو نقطہ نقطہ کے جواب کی
تحریر مناسب نہوئی اور چند خطار جو اس تقریر مین موتف نے کی ہین نا تطویل بے سود ہے
اور ہمارے قصیدہ کے کچھ خلاف نہین اور موتف کا علم سب ظاہر ہو چکا ہے ان چند خطا پر
موقوف نہین اور بدگوئی زبان درازی نسبت مانعین بدعت کے کی ہے اوس کا بھی جواب لکھنا
ضرور نہین لیکہ ختم کرتا ہون ناظرین کو حال سخن فہمی موتف کا معلوم ہوگیا اور سلیقہ جواب
بھی روشن ہولیا موتف اپنے منہ میان مٹھو ہین اور بس اور شرح سوال مین بھی اسکی بحث
قدر ہو چکی ہے **قولہ لمعہ سابعہ** اعتراضات متفرقہ کہتے ہین جب مولد شریف پڑھتے ہین
منبر الخ **اقول** منبر کی نہ نے اصلہ غرض صحیح کے واسطے جائز ہے معترض یہ کہتا ہے کہ مجلس
مولود مین اگرچہ قلیل آدمی ہون کہ حاجت بلند مکان پر ہونے قاری مولود کی نہو جب بھی
اہتمام سے چوکی منبر کی تدبیر ہوتی ہے اوسی واسطے مثل لوازم ضروریہ مجلس کے ہوگیا ہے
اور اگر قرآن کسی حافظ قاری سے سنین تو باوجود کثرت کے بھی اس کا انتظام نہین ہوتا جیسا
اور انتظامات کا حال ہے کہ اس مجلس کیواسطے سب طرح کا اہتمام لباس فرش تعطر سب کچھ
قصداً ضروری ہوتا ہے خلاف قرآن کے پس اس وجہ سے معترض کہتا ہے کہ بوجہ اس اہتمام کے

مجلس میں اور عدم اہتمام کے قرآن میں ایہام تفضیل مولود کا قرآن پر ہوتا ہے بلکہ عوام کا اعتقاد ہی یہہ ہو گیا ہے اور یہہ مکروہ اور بدعت ہے پس مولف کا جواب دیکھو کیا خوب کہتا ہو کہ آواز پہونچانے کے واسطے اور دیکھنے دکھانے کے واسطے اوپر بیٹھتے ہیں سبحان اللہ مقرر تو صریح کرتا ہے کہ اگر ایسی حالت ہو کہ بدون چوکی کے بھی آواز پہونچے اور ترائی متحقق ہو جب بھی اہتمام اسکا ضروری ہوتا ہے اور دوسرے عوام کا ضروری جاننا اور ایسے اہتمامات سے مولود کا افضل قرآن سے اعتقاد کرنا موجود ہے مگر مولف کچھ نہیں سمجھا اور کہدیا کہ رفع صوت اور ترائی کے واسطے ہے اور کراہت التزام و فساد عقیدہ عوام کا خیال نہ کیا جو اصل منشا اعتراض تھا اوسکی بھی آئین غائب محض اعتراض کا اقرار اور مسئلہ ولادت کو اپنا عقیدہ افضلیت قرآن کا لکھدیا حالانکہ معترض اس معاملہ کی وجہ سے اعتراض کرتا ہے پھر دیکھو کہ جواب کو سوال سے کچھ بھی علاقہ ہے عجب جواب ہے سو یہہ تو تحقیقی جواب تھا ما شاء اللہ الزامی تو کیا کہنا اگر وعظ میں ایسا ہی حال ہو جاوے تو معترض اوسکو کب جائز کہتا ہے اوس کے نزدیک یہہ وعظ مولود اور ایسی حالت کی چوکی منبر بھی مکروہ اور بدعت ہے یہہ الزام جب ہو کہ معترض اوسکی تصویب کرتا ہو

قولہ اعتراض جب قرآن پڑھتے ہیں تو فرش پر **اقول** تقریر سوال تو پہلے اعتراض میں ہو چکی غرض سائل کی اس وجہ اہتمام سے ایہام تفضیل بلکہ خود تفضیل عوام کے نزدیک مولود کی قرآن پر ہے مگر مولف کا جواب عجب قابل غور کے ہے سنو کہ عیدین میں بحکم شارع علیہ السلام کے احسن لباس اور غسل اور تطییب وغیرہ بوجہ عید اسلام ہونے کے مستحب ہوا ہے کہ یہہ لوازم سرور سے ہے اور طبع بھی ایسی حالت میں مائل حسن لباس و ہیئت کی ہوتی ہے اور صلوات خمسہ میں عید نہیں لہذا وہاں حکم استحباب احسن لباس کا نہوا پس دونوں میں فرق ظاہر ہے اور یہہ امر کہ عیدین بعد سال کے ہیں اور صلوات پانچ بار اس میں حرج ہے یہہ بھی درست ہی مگر قرآن اور

مولود دونون ذکر ایک حال مین ہے بایین وجہ کہ ذکر مین نظافتہ ولطیب تحبب ہے اور جملہ صلوات
اور اذکار اس مین شترک ہین اور بایں ہمہ نہ مولود مین تخب ہو اور نہ قرآن وغیرہ مین اور جب
ہے تو سب جگہہ برابر پس مثل عید کے مولود مین سامان ہو اور قرآن اور صلوات و اذکار مین نہو
یہ وجہ اعتراض کی تھی نہ تو مولود مین عید ہے اور نہ خصوصاً حکم شارع کا ہے پس یہ تخصیص کی
مردود ہوئی اور یہی وجہ عوام کے فساد عقیدہ کی ہوگئی اور یہ فرق مولف کا کہ ایک سال مین ایک
دو دفعہ ہوتا ہے اول تو قرآن کا مجمع بھی کبھی سال مین ہی ہوتا ہے نہ ہر روز جسکی وجہ سے عوام کو
شبہہ ہو اور معترض کی غرض ایسے مجمع کی قرآن کی ہی ہے دوسرے یہ کہ اگر ایک شخص سال
مین دوبارہ مولود کرتا ہے تو مجموع جماعت مولودیون کی تو دو دفعہ اگر ہر بین تو ہر روز ہی ہو جاتا
ہے آج کسی کے کل کسی کے علیٰ ہذا سال بھر سال ہر روز ہوتا رہتا ہے پس اس مجمع کے
واسطے تو ہر روز بھی اباس و ہیئت مین حرج نہو اور قرآن کے واسطے سال بھر مین ایک بار بھی
حرج ہے غرض یہ عذر محض غلط ہے اور بہر حال تطہیر تطییب سب جگہہ برابر اور قرآن مین احق
ہے سو اوس مین نہو اور مولود مین لازم ہوگیا اور مجمع کا قرآن تو گاہ گاہ اور مولود مجموع
ناس کا اکثر پھر قرآن مین نہو اور مولود مین ہو یہ اعتراض تھا موتف نے ایک مغالطہ کا جواب
دیا کہ عیدین اور صلوٰۃ خمسہ پر قیاس کیا حالانکہ وہان فارق موجود ہے بخلاف یہان کے
پس اس علم و فہم کو دیکھنا چاہیئے اور جو علت حرج کی قائم کی ہے وہ بھی بیجا اور دھوکھا
ہے کیونکہ مولود ایک شخص کا مراد لیا اور قرآن ہر روز پڑھنا ٹھہرا لیا حالانکہ معترض کی مراد
مجموعہ ناس کی مجالس مولود کی ہے کہ ہر روز دوسرے روز واقع ہوتی رہتی ہے اور مجمع
کا قرآن جو کبھی ہو جاتا ہے پس غور کرنا چاہیئے کہ کیسا عجب جواب موتف دیتا ہے الغرض
اس توجیہات رکیکہ نے یہان تک نوبت پہونچائی کہ عموماً عوام کے قلب مین قرآن شریف

کی عظمت ہی اور مولود کو قرآن اور صلوات تک بھی فضیلت حاصل ہو گئی اور کیا قصد و عہد تھا ہے سبب نام کے مولوی ایسا اہتمام کریں اور جو کچھ مولود کے واسطے ہر روز معمول ہے قرآن شریف اور صلوٰۃ کے واسطے برس روز میں بھی آسان ہو اسی واسطے شارع نے سب کچھ انتظام فرمائے تھے اب کے نام کے مولویوں نے اوس کو توڑا اور مشاقہ امر شارع کی کی اور خلق کو خوار کیا **قولہ** اعتراض حضرت کا نام سنکر کھڑے ہو جاوین الخ **اقول** معترض یہہ کہتا ہے کہ قیام تعظیم ذکر اللہ میں بھی تو نہیں ہے بعد ذکر فخر عالم میں بالخصوص ذکر ولادت فخر عالم میں تو کرتے ہیں اور حق تعالی کی تعظیم ذکر اللہ کی زیادہ حق ہے یہاں قیام بھی نہیں اور ذکر ولادت فخر عالم میں دائما ہوتا ہے تو گویا تعظیم فخر عالم کو حق تعالی کی تعظیم پر اسکا جواب مولف نے دیا مگر کمال علم و فہم ظاہر کیا اول لکھتا ہے کہ ذکر فخر عالم میں ہر جگہ تو ہم کھڑے نہیں ہوتے فقط ذکر ولادت پر کھڑے ہوتے ہیں پس اس قول مولف کو دیکھو کہ یہہ تخصیص تو خود بدعت ہے اور یہہ اعتراض تخصیص کا بھی بیان ہے اسواسطے کہ مولف استحباب قیام کو مطلق ذکر اللہ میں قبول کر چکا ہے اور مناقب و مفاخر فخر عالم میں بھی ذکر ہو چکا ہے پھر منشاء اعتراض تو یہی ہے کہ تخصیص بعض ذکر کی کیوں اپنی رائے سے کی گئی چنانچہ چند دفعہ لکھا گیا پس تعظیم اللہ میں قیام کا ایسا ترک کہیں بھی اور کبھی نکیا جاوے اور ولادت میں خاصۃً ایسا التزام کہ کبھی ترک نہو اور بقول مولف تکمیل تعظیم کے واسطے ضروری ہوا اور حق تعالی کی تکمیل تعظیم کی حاجت نہو یہہ تقصیر شان تعظیم حق تعالی کی ظاہر ہے بہر حال اس تخصیص سے اور اوس تاکید سے یہہ قیام بدعت ضلالہ ہو گیا چنانچہ نظائر تقید مطلق کی پہلے چند بار لکھی گئیں تو یہہ فقرہ جواب مولف کا کسقدر بے معنی ہوا اور خلاف عقل و شرع کے ٹھیرا گویا اعتراض کو ہی جواب میں ذکر کر آیا پھر مولف وجہ تخصیص کی لکھتا ہے کہ مناسبت

یہ ہے کہ اس ... یہ معنی قدوم کے ہین پس ان مناسبت کو دیکھو کہ کیسی حرپوچ بیانی ہے اول تو
ولادت قدوم نہین بلکہ معنی قدوم ہے پیشتر قدوم کے ذکر مین تو قیام ہرگز کبھی نہین ہوتا
مع ہذا کہ تعظیم قدوم مین قیام کو خود مستحب لکھتا ہے اور جو اس کے معنی مین ہے اوس کے ذکر
مین ایسا التزام قیام کا ہوا کہ مثل واجب کے ہو گیا دوسرے یہ کہ تعظیم قیام کی قدوم محکی
کے واسطے ہوتی ہے اور حکایت کو حکم محکی کا کہین شرع مین نہین دیا گیا یہ قاعدہ شرع مین
جدید مولف نے خلاف امر شارع کے وضع لیا ہے اور یہ وہی تعیین مطلق اور تعدی حکم اللہ
ہے پھر بھی یہی اور جو حکایت کو ذکر محکی کا کہتا ہے تو ذکر کر سب یکسان ہین سب مین استحباب
قیام کا ہے اور ذکر اللہ احق ہے وہی ترجیح اور تخصیص پھر لازم آئی کیونکہ مولف کہتا ہے کہ
حق تعالی قدوم و وجود ہی سے پاک لم یلد ولم یولد ہے سو وہان تعظیم کیونکر ہو سکے پس اس
فقرہ کو مولف کے دیکھو کہ تعظیم قیام کو حصر کرتا ہے ولادت کے قدوم مین تو گویا جو ولادت
سے وجود مین آیا اوس وقت اوس کے واسطے تو قیام ہوا اوسکی حکایت مین ہو ورنہ نہین
اول تو یہ خود اپنی ہی تحریر کے خلاف کہتا ہے کہ مطلق ذکر اللہ اور ذکر فخر عالم مین تعظیم قیام
مستحب لکھ آیا ہے دوسرے پھر وہی تعیین بالرای اور تقیید مطلق ہوئی اور زیادت تعظیم
فخر عالم کی حق تعالی پر لازم آئی کیونکہ یہ فرد تعظیم فخر عالم مین تو ایک ذکر خاص پر پائی جاتی ہے
لزوما اور حق تعالی کے واسطے کہین بھی کبھی نہین ہوتی وہی محذور پھر لازم آیا اور پھر اپنی
تعظیم کو جتلاتا ہے کہ ہم حق تعالی کو سجدہ کرتے ہین فخر عالم کو نہین کرتے سو یہ بھی کم فہمی
ہے معترض کب کہتا ہے کہ فخر عالم کو من کل الوجوہ اعلی حق تعالی سے بنا دیا ہے وہ تو اس
تعظیم کی وجہ سے کہتا ہے کہ اس تعظیم خاص مین فوقیت دیتے ہین غرض مولف صاحب کے فہم کے
قربان اون کے اتباع کوئی بات سیدھی نہین بولتے اصل اعتراض کا جواب کچھ نہین۔

اوسکا اعتراف اور دوسرا اعتراض قصہ پر رکھ لیا اور پہلے لکھنے کا خیال نہین اور اوسکے مخالف قاعدہ
گھڑ لیا سبحان اللہ **قولہ** اعتراض مطبع ہاشمی مین الخ **اقول** اوس فتوی کی نقل اول تو چہارم
مین کی گئی ہے سائل نے اوس قیام مخصوص کو پوچھا تھا مجیب نے اوس کے جواب مین سب
شقوق قیام کو لکھکر ایک ایک شق کا حکم شرعی لکھدیا مگر یہہ کہ مطلق ذکر فخر عالم مین قیام مندوب
ہے بلا قید و تخصیص یہہ نہین لکھا کہ سوال سائل مین مستفسار نہ تھا پس اس ایک شق کا یہہ جواب
لکھا ہے کہ اگر قدوم روح مبارک کی وجہ سے یہہ قیام ہے تو وہ بھی قدوم ہی کا ہے اور قدوم
پر تعظیم مندوب ہے تو یہان اس وقت قدوم نہین بلکہ ذکر قدوم معنوی کا ہے کیونکہ ولادت مکرر
نہین ہوتی ایک دفعہ ہو چکی اور اب اگر ذہن مین ولادت فرض کر کے قیام کرتے ہین تو
اسکی کوئی نظیر شرع مین نہین کہ فرضی امر کے ساتھ معاملہ اصلی شئے کا کیا جاوے تو مولف
کہتا ہے کہ **قولہ** مین اس کے جواب مین کہتا ہون الخ **اقول** مولف کو فہم مطالب سے تو
یون بعید ہی ہے کہتا ہے کہ الحمد للہ آپ کے منہ سے یہہ بات نکلی یہہ فقرہ مولف کا محض
نادانی ہے کیونکہ یہہ اوس وقت لائق تھا کہ اول یہہ ثابت کر دیتا کہ قیام تعظیم قادم کو مجیب
منع کرتے ہین اور ہرگز یہہ امر ثابت نہین تو پھر یہہ کلمہ تعجب کا خود مولف نے فہم تعجب
کا ثمرہ ہے مولف مقر ہو چکا ہے کہ حکم مقید کا بوجہ قید کے ہوتا ہے پس یہہ قول مجیب کا
الحاصل قیام وقت ذکر ولادت کے الخ خود دلالت کرتا ہے کہ یہہ قیام مخصوص بوجہ خصوصیت
کے مورد تعمیم و احکام کا ہے قیام مطلق اس سے خارج ہے پس اپنے مسلم قاعدہ کے خلاف
کہنا کسقدر تعجب اور دیانت سے دور ہے معہذا صریح اس فتوی مین مذکور ہے کہ یہہ بات کہ خود
جناب علیہ الصلوۃ کے واسطے کوئی کھڑا ہو خارج بحث ہے الخ مگر مولف کو چشم حق مین
کہان ہے کہ دیکھے پس ہرگاہ کہ مجیب کا یہہ مذہب ہے کہ جس مقام مین قیام تعظیم شرعاً ثابت ہے

وہاں مندوب ہے اور جہاں کوئی وجہ منع کی ہے ممنوع اور قادم کے واسطے بشرط عدم مانع کے
اور ذکر اللہ تعالی اور ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے مندوب مگر تخصیص مطلق کی
بدون نص کے بدعت ہے تو پھر گنجایش اعتراض کی مؤلف کو کہاں ہے بلکہ یہ محض عناد ہے
قولہ اس کے یہ فرمانا آپکا الخ **اقول** مؤلف کو فہم مطلب سے تو کچھ کام نہیں ہوتا جو سوجھے
جو چاہا کہدیا نہ شرم نہ اندیشہ آخرت ہے اہا مؤلف جو ایسا سر ہلا کر تعجب کرتا ہے اور گستاخی کا بہتان
لگاتا ہے وہ کونسی گستاخی ہے مجیب نے یہ کہا کہ یہ قیام مخصوص با یجہ شریف آوری روح
پاک عالم غیب سے عالم شہادت میں ہے تو یہ قیام بوقت ولادت شریفہ کے ہوتا اب جو اہل بدعت
کرتے ہیں تو کیا اس وقت ولادت مکرر ہوتی ہے پس یہ فقرہ استفہام انکاری کا ہے کہ ولادت
مکرر نہیں اس میں کونسی گستاخی ہے یہ امر صحیح اور درست ہے پھر مجیب نے کہا پس یہ ہر روز
اعادہ ولادت الخ یعنی ہرگاہ کہ تعظیم تو ولادت کی ہے اور ولادت یہاں کہیں موجود نہیں
تو یہ اہل بدعت گستاخ اعادہ ولادت فرضا کرتے ہیں یہ معنی کہ معدوم ماضی کو موجود فرض کر لیا
اور فرضی موجود کو حقیقی تصور کر لیا جیسا ہنود کرتے ہیں پس ایسا کام کرنا سخت گستاخی اور نازیبا
حرکت ہے معاذ اللہ تو شان فخر عالم میں کس نے گستاخی کی مجیب نے ہرگز نہیں کی وہ اس
فرضی ولادت کو گستاخی کہتے ہیں اور منع کرتے ہیں تو گستاخی کرنیوالے مولودی ہیں نہ مجیب
اور جو اس فرض کر کے قیام کو تشبیہ دینا گستاخی ہے بزعم مؤلف کے تو بھی بیجا ہے کیونکہ اس وجہ مخصوص
پر تو قیام مشابہ فعل ہنود کے ہی ہے کہ وقت ولادت کنھیا کے ہنود بھی ولادت فرضی کر کے
ایسی تعظیم کرتے ہیں گویا اب پیدا ہوا ہے سو یہ قیام خود ممنوع ہے تو اس فعل منع کو تشبیہ
دینا کس طرح گستاخی ہوئی مؤلف کو فہم نہیں معذور ہے **قولہ** تو جواب اوسکا دینا ضرور ہوا الخ
اقول مؤلف نے دو روایت نقل کیں دونوں میں تصور حلیہ فخر عالم کا ہے اور کانی کا

ذہنی اور حکایت ذہنی ہے اور خود تذکرہ لسانی ہے وہ حکایت زبانی ہے پس ولادت
حقیقی تو وہ ہے جو گذر چکی اور ولادت فرضیہ یہہ ہے کہ اس وقت اوسکی صورت ذہن مین لیکر
یا حکایت زبانی کو قائم مقام اصلی کے کرتے ہین اور اس تصور یا الفاظ حکایت کو ولادت فرض
کرتے ہین کہ گویا یہہ وہی ہے پھر اوس کے ساتھہ تعظیم عین ولادت جیسی کرتے ہین محکی کو
فرضی نہین کہا اور نہ حکایت کو فرضی کہا بلکہ حکایت کو فرضی کہا ہے۔ یا بمعنی کہ مثل محکی کے
حکایت کو بناوین اور حکایت کو محکی فرض کرین اور معاملہ اصل کا اوس کے ساتھ کرین ولادت
اور ذکر ولادت مین فرق بدیہی ہے مضاف اور مضاف الیہ دو ہوتے ہین ایک نہین ہوتا پس
ذکر ولادت خود ولادت نہین لہذا مضاف الیہ کا معاملہ مضاف کی ساتھ ہم شرع سے ثابت نہین
اور یہہ بھی مغالطہ ہے کہ مضاف کو بمقام مضاف الیہ کے رکھکر معاملہ مضاف الیہ کا کرین ہنود
کو بھی دھوکا ہوا ہے کہ ذکر ولادت کو عین ولادت جان کر معاملہ ولادت کا کرنے لگے یہہ امر
بدیہی ہے اگر عقل ہو تو مولف تمام مضاف و مضاف الیہ کو اور حکایت و محکی کو ذہن مین لیکر
عقل کو کام فرماوے اور سمجھے **قولہ** از انجملہ صوم عاشورا ہے الخ **اقول** پہلے خوب محقق ہو چکا
کہ فخر عالم علیہ السلام نے صوم عاشورا بافتراض حق تعالی اور حسب عادت قدیمہ کے رکھا تھا
اور ہرگز باتباع یہود کے یا بوجہ شکر نجات حضرت موسی علیہ السلام کے نہین رکھا اوس تحقیق کا اعادہ
نہین کیا جاتا وہان دیکھ لیوین ابن حجر نے اس صوم کو اعادۂ سرور کی اصل ٹھہرایا تھا کہ جیسا
شکر نجات تجدد امثال ہر سال عود کرتا ہے شکر ولادت بھی ہر سال اوسی تاریخ مین اگر عود کرے
تو اسکی مناسبت اس مین ہے مگر فی الواقع یہہ دونون مغائر ہین چنانچہ سب تحقیق ہو چکی
مگر بہر حال مناسبت ظاہر مین تھی گو واقع مین فرق ہے لیکن مولف نے یہہ غضب کر دیے
کہ بالکل کوئی مناسبت ہی نہین رکھی اور پھر اصل بنا دیا یہہ محض خیال فاسد ہی ہے اسواسطے

کہ یہان اعادہ سرور ولادت کا مثل یوم ولادت نہین تھا جیسا سرور عاشورا مثل یوم نجات نہین ہے

غرض ہر دو یوم تو مناسب ہین اور یہان تو محض مولف کا امر فرضی ہی ہے اور فرضی امر کو اگر کسیا

نیین خارج مین وجود نہین معاملہ اصل کا کرتا ہے اور عجیب نے اسکو ہی دیکھا ہے کہ جسوقت چاہا

ذہن مین تصور ولادت کا کر لیا اور زبان سے حکایت اوس ولادت کی کر دی اور اوس

تصور ذہنی یا الفاظ حکایت کی تعظیم مثل عین ولادت کے کرنی لگے تو یہان مولف کو واجب

تھا کہ اپنے مدعی کو اثبات مین ایسی نظیر دیتا کہ زبان سے حکایت کر کے اوس حکایت کے ساتھ

تعظیم محکی کی ہو یا ذہن مین تصور جما کر اوس صورت ذہنیہ کی تعظیم قیام خارجی سے کی جاوے

تا کہ مدعی اوس کا ثابت ہوتا ورنہ اس نظیر سے اوسکو کیا نفع ہے اب نہ معلوم کہ مولف کے

نزدیک ولادت حقیقیہ ماضیہ کے قائم مقام فقط تصور ذہنی ہے یا حکایت لفظ لسانی ہے

یا دونون ہین جس کے واسطے قیام تعظیم ہوتا ہے بہر حال اس فرضی تصور یا حکایت واقعہ

کی تعظیم جو فرضاً محکی ہوا ہے اس نظیر صوم عاشورا سے کچھ معلوم نہین ہوتی کیونکہ یوم عاشورا

تجدد امثال ہر سال عود کرتا ہے گو غرق فرعون و نجات بنی اسرائیل عود نکرین سو یہود تعظیم

اوس یوم کی کرتے تھے اور عید بناتے تھے نہ یہ کہ تصور غرق و نجات کا کر کے عید کرتے ہین

یا ذکر غرق و نجات کا پڑھکر عید بناتے ہون بخلاف مولف کی کہ وہ محض تصور او الفاظ حکایات

و ذکر کو مقام عین ولادت کی کرتا ہے اور تعظیم اوس کی مثل تعظیم عین ولادت کے ہوتی

ہے دیکھو کہ فعل یہود مین اور فعل مولف مین زمین آسمان کا فرق ہے یہود کے فعل کو تو کچھ

مناسبت تو بھی کہ زمانہ زمانہ مماثل ہے مگر مولف کے فعل مین کچھ بھی مناسبت نہین محض

مغایرت ہی اور ہنود جیسا فرضی معاملہ ہے اور خیال پرستی کا قصہ ہے معاذ اللہ کیا سوء

فہم ہے کہ بدون سوچے سمجھے جو چاہے لکھدیوے اور شرم نکرے شکر نجات حضرت موسی

کا دائمی تھا ویشل یوم واقعہ کو شکر کے واسطے مقرر کردینا عید بنانا تھا ایسا ہی شکر ولادت فخر عالم علیہ السلام کا دائمی ہے اور اوس کے یوم ولادت کو ٹھیرا دینا عید بنانا ہے اس مناسبت سے ابن حجر نے یوم عاشورا کو نظیر سرور یوم ولادت لکھی تھی گو اصل مین یہ اصل جانا بے اصل تھا کیونکہ صوم محرم علاوہ اس وجہ سے ہرگز نہین تھا اور سرور و تعید کو آپنے دہی کردیا تھا بلکہ صرف شغرق فرعون و نجات موسیٰ کو ذہن مین ٹھیرا کر باذکر غرق و نجات کا کرکے اور عمل واقعہ کے قائم مقام فرض کرکے تعید نہین بنایا تھا جیسا کہ مولف بیاد حکایت و قوع ولادت کے کھڑا ہونا لکھتا ہے یہہ تو نہ ابن حجر کو سوجھی تھی نہ یہود نے یہہ فرضی کام کیا تھا مولف ذرا شرما کر اپنی اصل بے اصل کو خیال کرے کہ شرع محمدی مین تصور ولادت و حکایت ولادت کو تمام عین ولادت کرکے قائم و فرض کرکے نیا ادلفظ پرستی کرتا ہے حالانکہ شرع مین یہہ محض بے اصل ہے اور توبہ کرے **قولہ** اور دوسری نظیر الخ **اقول** رمل مین قوت دکھانا اوقات کو تھا مگر دوسری علت کا ہونا یہان ہی محقق ہوا کہ سوائے اس کے کوئی علت نہین تھی ایک شے کی کئی کئی علل بھی ہوتی ہین پس بعد فتح مکہ کے اگرچہ یہہ علت منقطع ہوئی مگر دیگر علل کا رفع ہونا کیونکر معلوم ہوا پس اولاً یہہ جزم کہ دوسری علت نہین تھی صحیح نہین بلکہ یہان دوسری علت کا احتمال بلکہ قرینہ وجود اوس کا ہے جس کا ذکر اب آتا ہے نہایت یہہ کہ ایک علت کو شارع نے بیان کیا دوسری علت کو مجتہدین کے استنباط پر رکھا جیسا اکثر نصوص مین بیان علت نہین فرمایا اگر ہم تسلیم کرین کہ دوسری علت نہین تھی تو حجۃ الوداع مین آپکا رمل کرنا اور کرانا یہہ ہی علت ہے کہ اتباع آپ کے فعل کے ہوا اور آپنے تقریر فرمائی پس یہہ علت نہایت قوی ہے تو نص علت رمل کی موجود ہے ہرچند اس مین بھی استخراج علت کا ممکن ہے مگر مسلم کہ یہہ نص خلاف قیاس کے ہے کہ فقہاء کے فہم مین اسکی علت نہ آئی پس جو نص خلاف قیاس ہوتی

ہے وہ اصل کبھی شئے کی نہیں ہوتی اور مقیس علیہ نہیں بنائی جاتی تعدی حکم اوس ہو نا چاہیے

اور حکم اوس کا مقصور بمحل نص ہی رہتا ہے پس اس دلیل سے قیاس موٴلف کا محل نزاع میں باطل ہوا

اور نظیر اس کی کہنی لغو ہوئی اب دیکھو علی قاری شرح مناسک میں کیا لکھتے ہیں لا یقال

الاصل فی الحکم ان یزول بزوال العلۃ فانا نقول قد فعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد زوال العلۃ

تذکر النعمۃ الامن بعد الخوف لیشکر علیہا فہذہ علۃ اخری والحکم قد یثبت بعلل متبادلۃ وانتفاء

شخص علۃ لا یوثر فی انتفاء نوع الحکم ولئن سلم فالحکم ہہنا مع عدم العلۃ غیر معقول المعنی

انتہی اور قول صاحب ہدایہ کا جو نقل موٴلف نے کیا ہے اوس کے یہ معنی ہیں کہ بعد زوال

اوس سبب کے جو اس وقت آپ نے اظہار فرمایا تقصانہ مطلق اسباب رمل کی کیونکہ اگر کوئی سبب

نہیں تو فعل شارع کا تو خود علت حکم کی موجود ہے کہ اصل ملت نفس ہی ہوتی ہے مگر موٴلف

کسکا فہم نارسا ہے جو سمجھے پھر سنو کہ یہ نظیر بھی محض مغالطہ ہے کیونکہ طواف کی مثل طواف ہے من

کل الوجوہ طواف طواف سب ایک ہیں یہاں بھی اعادہ سبب کا موجود ہے کوئی فرضی امر نہیں

اور یہ نہیں کہ ذکر اظہار قوت کا ہوا اور رمل کیا ہو یا تذکر صورت ذہنیہ واقعہ کی کر کے رمل

کیا ہو حاصل معترض کا اعتراض اور رد کرتا تو فرض شئے کا ہے نہ مثل شئے پر پس یہاں اس نظیر میں نہ

صورت علمیہ فرضیہ پر رمل ہوا نہ حکایت لفظیہ پر ہوا جیسا ذکر ولادت پر ہوتا ہے اگر موٴلف کو

ہوش نہو تو کوئی کیا کرے نہ موٴلف مغز سخن کسی کو سمجھے نہ اپنے جواب کی کیفیت سے مطلع ہو

الحاصل دونوں نظیریں مثل موجود ہے مگر موٴلف کے قیام ولادت میں کوئی مثل ولادت نہیں

محض صورت ذہنیہ اور حکایت ہے کہ ان دونوں کو یا ایک کو عین ولادت فرض کر کے قیام

اوس کی تعظیم کا کرتا ہے پس فرق کسقدر ہویدا ہے ۔ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ۔ چشمہ

آفتاب را چہ گناہ ۔ پس ہر گاہ تمسک موٴلف کا معدوم ہو چکا تو صاف تحقیق ہو گیا کہ موٴلف خیال پرستی

۲۳۵

مین ہے اور یہہ امر ہرگز نہ شرع مین ثابت اور نہ عقل مین جائز اور نہ ہرگز یہہ وجہ قیام کی درست ہے اور نہ ہوسکتی ہے شرعاً فقط **قولہ** اور آپ کے یہان تصور شیخ الخ **اقول** بدیہی امر ہے کہ اگر کوئی اپنے دوست محبوب کا تصور کریگا تو اوس صورت ذہنیہ کے ساتھ محبت لازم ہووےگی اور دشمن کے تصور مین بغض لازم ہوویگا اور معظم کے ساتھ تعظیم اسمین کسی عاقل کو تامل نہین پس جب کوئی اپنے شیخ مربی کا تصور مثلاً کریگا تو بالضرور محبت و عظمت اوس صورت ذہنیہ کو لازم ہووےگی طبعاً پھر وہ اوس صورت علمیہ کو خواہ مواجہ خیال کرے یا ذہنی یہہ حب و تعظیم اوسکو لازم ہے مگر یہہ تعظیم قلبی تو یہان مبحوث نہین کیونکہ حب و تعظیم فخر عالم علیہ السلام کی لازم قلب مومن کو ہے ہر دم و ہر لحظہ یہان کلام افعال تعظیم کی جوارح سے اس صورت کے ساتھ بجالانے مین ہے اور قیام تعظیم اسمین کہ نہین سو کسی اہل طریقہ نے نہین لکھا اور نہ کسیکا معمول ہے کہ اس صورت کے ساتھ معاملہ تصور کا کرنا چاہیئے پس اس رابطہ کی حجت سے اگر مراد مولف کی یہہ ہے کہ تعظیم تصور کی کرتے ہین ولادت کی بھی تعظیم لازم آئی تو یہہ محض خطا ہے اسواسطے کہ ابھی بیان ہوا کہ تصور معظم کے ساتھ تعظیم لازم ہوتی ہے سو ولادت کے تصور کی ساتھ بھی تعظیم لازم ہووےگی مگر اس تعظیم قلبی سے تعظیم بجوارح و قیام تو نہین لازم آئی جس کے اثبات مین مولف چکر کھا رہا ہے ہان جو منکر حب و تعظیم قلبی تصور ولادت کا ہوا اوسپر یہہ حجت ہووےگی سو ایسا کوئی مومن نہین چنانچہ توجیہہ اوسکی بالا ہوئی یہان تعظیم قیام و جوارح کا انکار ہے سو یہہ صحابہ و تابعین و تبع تابعین سے ثابت اور نہ صوفیہ کا معمول اور نہ امر معقول محض ایک جہل قواعد شرع سے ہے پس قول جمیل و انتباہ و سبیل الرشاد و مکتوبات و ضیاء القلوب و مائۃ مسائل سے جو کچھہ مولف نے نقل کیا ہے محض بے سود و بے محل ہے الحاصل نقل عبارات سے دو امر واضح ہوئے ایک یہہ کہ جیسا تصور شیخ اور جملہ محبوبین مین محبت قلبی لازم ہے تصور فخر عالم اور آپ کی حالات مین بھی وہ حب و تعظیم لازم ہوتی ہے

اور جیسا ان محبوبان کے تصور مین قیام وغیرہ امور جوارح کی تعظیم معقول نہین فخر عالم کے تصور مین
بھی نہین ہونا چاہیئے خصوصاً جہان تشبیہ کفار کا لازم آوے جیسا تصور ولادت مین اور کسی کو
دیکھا سنا ہوگا کہ حالت عقل مین تصور زوجہ کے ساتھ بوس وکنار کرے یا تصور قدوم والدین
مین قیام مثلاً دوسرے یہہ کہ جیسا حُب قلبی فخر عالم اور اون کے احوال کے موجب قوت ایمان ہے
ایسا ہی امور غیر مشروعہ کو ایسی حالت ذکر وقصہ مین بجالانا تشبیہ کفار کے ساتھ باعث ہتک حرمت
آپ کا ہے اور موجب نقصان ایمان قائل پس ہر دو حجت مولف کی منقلب اوسپر ہوکر سبب پشیمانی
اسکی کا ہوگئی اور جو کچھہ کلمات تشبیہ کے عدم فہم کی وجہ سے اوسنے لکھے اوسکا جواب لکھنا
ضرور نہین مگر اول لکھا گیا کہ جب صحابہ نے ایک امر مباح کیواسطے عرض کیا تھا کہ ہمارے واسطے
بھی ایک ذات انواط مقرر فرما دیوین تو آپ نے یہہ تشبیہ فرمائی تھی اجعل لنا الٰہا کما لہم آلہۃ یہہ
کلمہ شرک کا تھا پس مباح کی طلب فعل مین آپنے تشبیہ کلمہ کفر کی فرمائی اور حدیث ماشاء اللّٰہ وشئت
مین ہرگز قائل کی نیت مین شرک نتھا معنی درست تھے مگر بظاہر جو موہم لفظ شرک کو تھا تو آپنے
فرمایا اجعلتنی للّٰہ ندا تو یہہ معنی ہین کہ مجکو تو نے خدا تعالیٰ کا شریک بنایا یعنی مشرکین جیسا کلمہ
کہا اور ظاہر مین شرک کی بو دیتا ہے اور حالت قیام کو صلوٰۃ مرض قدیم مین فرمایا ان کدتم آنفا
تفعلون فعل فارس والروم اور فارس اور روم کا فعل حرام غیر مرضی ہی تو تھا کہ قیام صلوٰۃ مشروع
کو بوجہ مشابہت کے تشبیہ حرام قیام سے فرمائی اب مولف ہر سہ نظیر مین دیکھہ لیوے کہ بوجہ مشابہت
کے فخر عالم نے افعال مباح ومشروع وواجب کو تشبیہ شرک وحرام سے دی ایسا ہی یہان محب نے
حالت ذکر فخر عالم مین جو مندوب تھا اوس فعل قیام کو جو مشابہہ ہنود کے تھا تشبیہ فعل ہنود سے
کیا تھا تو کونسی وجہ اشکال کی آگئی خود مولف کو تو مسجد کو مندر سے تشبیہ دینا جائز ہوا اور فخر عالم کا
ہتک بقولہ کہ اگر سب اسباب تعظیم کے ہون نہین قیام کی تعظیم بھی ہو تو کیا حرج ہے ایسے کلام گستاخ

کرنا درست لکھا اور دوسرے دن پر بہ کم فہمی کے کلام حق تعالی مؤلف کو ہدایت کرے کہ مومن ہے گو
ظلمات بدعت میں مصور ہے **قولہ** اعتراض کرتے ہیں کہ شامی الخ **اقول** جو امر محدث کی قرون ثلثہ
میں اصل نہو صراحۃً و دلالۃً وہ بدعت ضلالہ ہے اور بحسب تقسیم بدعت کے وہ سیئہ ہی کہلاتی ہے
چنانچہ اوس کی تحقیق گذر چکی پس جب صاحب سیرت شامی نے لا اصل لہا کہا بدعت ضلالہ اوس کے
نزدیک ہو چکی اور بدعت ضلالہ ہونا اوس کا اس رسالہ سے بھی محقق ہو گیا اور توجیہات رکیکہ وا
مؤلف کا جواب اثبات قیام میں بھی لکھا گیا پس جب احادیث و اجماع سے ضلالۃ ہونا ثابت
ہو گیا اب ابن حجر ہیثمی یا کسی عالم کا قول معتبر نہیں اور خود مجلس مروجہ کا ممنوع ہونا بھی سابقا
محقق ہو لیا اور اقوال جیسے علماء اور اعمال کی توجیہ بھی کر دی گئی کہ حسن طلب اپنا اون کے ساتھ
ہے اگر سوتے کو بتانے پر تنزل کا جواب دیا جاتا ہے پس بدعت حقیقی وقت کی بالکل ہے مولا الخ
میں بدعت سیئہ ہونا اسکا قدرے **قولہ** اور اگر لفظ لا اصل الخ **اقول** مؤلف کو ہوش و فہم
کا قصور ہے ہوش کر کے سنے کہ جہاں بدعت کے ساتھ لا اصل ہوتا ہے وہاں بدعت سیئہ ا
ہوتی ہے اور جو بغیر لفظ بدعت کے لا اصل بولتے ہیں تو وہاں دوسرا احتمال بھی ہو سکتا
پس یہاں سیرۃ شامی میں بدعت لا اصل لہا کہا ہے پس یہ بالضرور سیئہ ہی ہے اور مجمع کی
عبارت میں بدعت کا لفظ نہیں فقط لا اصل لہ ہے اور قرینہ مابعد کا موجود ہے کہ اصل سے مراد نقیہ
و اثر صریح ہے نہ مطلق اصل کیونکہ کہتا ہے فلا کراہت فی ذلک عندنا فقد قال الحلیمی من اصحابنا
الشافعیہ وانما الصلوۃ علی النبی عند التعجب من الشئی کما یقول الانسان حینئذ سبحان اللہ الا
الا اللہ ای لا یاتی بالتا ولا اللہ تعالی فلا کراہۃ فیہ انتہی پس دیکھو کہ اصل صلوۃ کے وقت تعجب
کے حلیمی کے قول سے ثابت کرتا ہے تو قیاس اور قول فقیہ تو اصل موجود ہے جس پر قیاس کیا
کو گیا مگر حدیث و اثر نہیں پس اصل سے مراد یہاں حدیث و اثر ہے نہ یہ کہ کوئی دلیل صراحۃً و دلالۃً

بھی نہیں ہے لہذا لفظ لا اصل لہ کہ مطلق قرینہ سے ہو خصوصاً جیسا بدعت کا بھی ذکر ہو وہاں ضلالۃ ہی مراد ہوتا ہے تو شامیہ میں بدعت سے مراد سیئہ ہی ہے علی ہذا ازہبین مسائل میں اصل سے مراد نص صریح ہے ورنہ اصل کلی عیسا روبہ کی نصوص میں موجود ہے تہادوا وتحابوا الحدیث وغیرہ اور یہاں بھی لفظ بدعت کا ذکر ہے اور عاقل جانتا ہے کہ احسان فی صلہ مندوب ہے پس لا اصل لہ کے معنے جو مولف سمجھا کسطرح درست ہوتے ہیں بلکہ مراد یہہ ہے کہ اس جزئیہ خاص میں نص صریح نہیں گو اصل کلی موجود ہے پس یہ دو حجت مولف کی محض کم فہمی تھی سو ہو چکی اور شامیہ کا فہا بہتا الخ ہونے سے پس یا قولہ اب ہم پیش کرتے ہیں دو قرائن الخ **اقول** عادت فاشیہ کے یہہ معنے ہیں کہ کسی قرن میں اوس کا تعامل بلا نکیر ہوا ہو سو قرون ثلثہ میں اگر یہہ شیوع ہو تو کیونکر شرعی ہے نہیں چنانچہ تحقیق بدعت میں مذکور ہوا اور جو بعد قرون ثلثہ کے شیوع ہو تو شرط اوسکی یہہ ہے کہ کوئی عالم بھی اوس کا خلاف نکرے اور کوئی حجت شرعیہ بھی اوس کے خلاف نہو پس ایسی عادت فاشیہ کے حجت ہونیکی دلیل عینی نے یہہ حدیث ماراٰہ المسلمون حسنا الخ لکھی ہے سو یہہ عادت فاشیہ اجماع ہے اور خود اجماع میں انفراد ایک کا بھی قاطع و مانع اجماع کا ہے پس مولف کی خوش فہمی قابل تحسین ہے کہ اول تو قیام مروج پر نص سے منع و نہی وارد ہے کہ تعیین مطلق نص کو زیادہ ہے اور بشبہ کہیں رکی احرام ہوتا جو پہلے متحقق ہو چکا دوسرے ہر ہر زمانہ میں علماء اس مجلس مروجہ اور قیام پر انکار کرتے رہے ہیں پس اسی حالت میں عادت فاشیہ کہاں ہے جو مولف نا فہمی سے ذکر کرتا ہے اور یہہ روایت جنایات الاحرام کی ہے پس جہت کے لفظ سے استدلال مولف کا باطل ہوا اور شرح حدیث ماراٰہ المسلمون کی پہلے لکھی گئی ہے جس سے یہہ سب تقریر مولف کی لغو ہے کیونکہ اس حدیث میں ہر ہر قرن کا اجماع مراد ہے بشرطیکہ خلاف نص کے نہو اور کوئی ایک بھی مخالف نہو اور یہی معنی علیہ العمل وعلیہ المسلمون وجری التعامل وہو المتوارث کی ہیں

۲۳۹

اگر فہم وعلم ہو تو ظاہر ہے اور احیاء العلوم مین خود بعد نفی نہی کے کہتا ہے اور میلاد کا جریان تعارف
اعتبار کرتا ہے اسواسطے کہ اصل قیام تو درست ہی ہے شبہ تخصیص کا تعارف میلاد سے رفع کردیا مگر فہم
درکار ہے **قولہ** دوسرا قرینہ الخ **اقول** واضح ہوچکا کہ خلاف نص کے کثیر کیا تمام دنیا کا بھی تعارف
معتبر نہین اور سواد اعظم سے مراد اہل سنت ہین اور جم غفیر کا جب قول معتمد ہوتا ہے کہ فریقین کے
پاس کوئی دلیل نہین محض راے ہے تو اکثر کا قول معتبر جانتے ہین اور نص کے ہوتے جو موافق نص
کے کہے اگرچہ دو تین ہی ہون لاکھون کے مقابلہ مین تو یہہ دوسرا جم غفیر اور سواد اعظم ہوگا پہلے بھی
اسکو واضح لکھا ہے **قولہ** تیسرا قرینہ الخ **اقول** اگرچہ کسی امر بدعت اور مذموم کو محققین بھی
کرین وہ بھی بدعت ہے اور جب شامی نے بدعت لا اصل لہا کہہ دیا تو کسطرح جائز ہوگیا اور فعل محققین کا
حجت ٹھہر گیا محققین سے خطا کا کوئی اگر امر سرزد ہوتا ہے پس وہ خطا صواب نہین بن جاتی صحابہ
سے لیکر آج تک یہہ تعامل ہے مگر موافق کا یہہ عقیدہ کہ محب سے خطا کبھی بدعت نہین ہوتی
مردود ہے نصوص قطعیہ سے **قولہ** چوتھا قرینہ الخ **اقول** تعظیم قابل اعتبار کے وہ ہے کہ موافق
قاعدہ شرعیہ کے ہو ورنہ مردود ہووے گی اگرچہ محب فخر عالم مین کرین اسمین وجہ جواز کی حسب اجازت
شرع کے کرنا ہے نہ غرض تعظیم و حب فخر عالم کا ہونا اور غرض نفسانی مرتفع ہونا حضرت معاذ صحابی
نے بغرض حب و تعظیم فخر عالم کی وجہ سے سجدہ آپکو کرنیکی اجازت چاہی آپنے رد کردیا اور بہت
دلائل اسکی احادیث مین موجود ہین پس یہ قرینہ محض خطا و اضلال ہے باقی رہا قولہ کہ یہہ بات
سب اہل اسلام جانتے ہونگے الخ تو یہہ کلمہ محض عجب اندرونیکا ہے کہ تمام عالم کی طرف سے
اس علم مین مولف کو تردد ہے خود آپ ہی عالم ہے اور آپ ہی محب ہے اور جواب قیام تعظیم
کی جواز اور اس قیام خاص کے عدم جواز کا خوب محقق ہوچکا سو یہہ قیاس مولف کا فاسد ہے
کیا حاجت اعادہ جواب کی ہے **قولہ** پانچوان قرینہ یہہ الخ **اقول** لفظ بدعۃ لا اصل لہا سے

زیادہ شرعی کونسا کلمہ ہوگا کہ جو فخر عالم فرماتے ہین کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار
اور شامی کا تعبیر اہل قیام کو بلفظ محبین بایں وجہ دعوی اون کے ہے یا واقعی یا حسن
ظن سے اونکو محب جانتا ہے اور خطا سے مبتلا اس فعل کا سمجھتا ہے سو یہ قرینہ محض سوء
فہم ہے **قولہ الحاصل الخ اقول** یہ سب قرائن مؤلف کے معلوم ہوا کہ محض جہل تھا اور سوء
فہم معنی کا اور بدعۃ لا اصل لہا کے معنے تمام اہل علم ودیانت کے نزدیک بدعت سیئہ
کی ہوتی ہین پس کلام علماء کے سمجھنے کو علم کا مادہ اور نقل کرنیکو دیانت کا ہونا ضرور ہے
جو دونون سے عاری ہووے کیا کسی اہل علم کے کلام سمجھے گا اور جو خود خائن ہو وہ کیا کسی
اہل دیانت کو متدین پہچاننے کا مثل اپنے تصور کریگا اور مادۂ علمی وفہم مؤلف کا اس رسالہ سے
جیسا ہے واضح ہوچکا اور دیانت مؤلف کی بھی نقل عبارت تذکیر الاخوان مین اور اخفاء
روایت ردمحتار مین محقق ہوچکی اور جو کچھ مؤلف نے بدزبانی اور بے لگامی عمدۃ المحدثین
خیر المعاصرین مولانا احمد علی سہارنپوری قدس سرہ کی شان مین کرتا ہے لاریب اوس کا
مورد ومستوجب وہ ہی ہے اور خود ہی ورطۂ ضلالت وظلمات بدعۃ مین پڑا ہوا سب کو جاہل
اور غیر متدین بتاتا ہے چنانچہ یہ رسالہ اوسکا شاہد ہے ومن کان فی ہذہ اعمی فہو فی
الاخرۃ اعمی واضل سبیلا **قولہ** علامہ نورالدین حلبی نے یہ الخ **اقول** مؤلف بیدادل
کو اتنا تک خبر نہین کہ یہ قول حلبی کا شرح ہے یا روایت اب بیدا ہنری کو کام مین لاکر سنیئے
کہ سیرت حلبی اپنی عادۃ کے موافق ای کا لفظ لایا سیرت شمس کی عبارت نقل کرنیکو اور
سیرت شمس لکن کے لفظ سے استدراک کرتا ہے کہ یہ بدعت لا اصل لہ نہین بلکہ بدعت حسنہ ہے
بدعت ہونیکو قبول کیا اور لا اصل لہ پر تعاقب کیا اور دلیل عدم سیئہ کی بیان کردی
مؤلف سمجھنے کا تو قصد ہی نہین کرتا پس سیرت شمس اور سیرت حلبی دونون اس قیام کو حسنہ

کہتے ہین اور شامی سیتیہ کہتا ہے یہہ قول شرح کی مُراد سے نہین کیونکہ لکن کا لفظ شرح
کے واسطے نہین اور ای حرف تفسیر ہے مگر مصطلاح حلبی مین سیرت شمس کی عبارت کی
نقل کا نشان ہے کہ وہ بمنزلہ تفسیر کے ہے واقع ہوجاتی ہے پس اوّل جواب تو وہ
ہی ہے کہ شامی کا قول منصوص ہے مخالفت کیسکی اوسکو مُضر نہین مخالفت نص کی خلاف
رد کیجاتی ہے مگر تاویل حلبی کی یہہ ہے کہ وہ ذکر مطلق کے فرد کی وجہ سے قیام کرتے تھے
اور تقیید مطلق کا درجہ اس قیام مین نہین تھا اور نہ عوام کا اندیشہ تھا لہذا جائز جانتے تھے
اب وہ امر نہین رہا مکروہ ہوگیا اور جواب اس تقاریظ ائمہ کا و علما عرب و مصر و غیرہما کا عبداللہ
سراج اور عبدالرحمن ابن عبداللہ سراج کے فتوے سے نقل کیا ہے چند بار پہلے گذرا
غرض مولّف کو سواے حرمان اور کوئی حاصل نہین **قولہ اعتراض حضرت کی حالت حیوۃ الخ**
اقول مولّف نے یہہ فقرہ فتوی مولوی احمد علی صاحب محدث سے کہ اوس مین بطور ترقی
کے مذکور تھا جدا کرکے مستقل اعتراض بنایا ہے یا خیانت ہے یا عدم فہم اصل عبارت یہہ
ہے وقیام عند ذکر ولادت ثبوت آن بزمان صحابہ و تابعین و تبع تابعین ائمہ مجتہدین
اصلا نشدہ و در زمان حیوۃ آن سرور مخلوقات صحابہ براے آنحضرت قیام نمی کردند بوجہ
آنکہ حضرت را خوش نمی آمد بعد وفات آنحضرت وجود قیام وقت ذکر ولادت در قرون ثلثہ
ثابت نیست الخ پس اس عبارت مین یہہ مضمون کہ صحابہ آپ کے واسطے قیام نہین کرتے
تھے بطور ترقی کے ہے کہ ذکر ولادت پر قیام کیا ہوتا خود آپ کے مقدم پر بھی نہین ہوتا
تھا مولّف اپنی کارروائی سے یہہ سمجھا کہ یہہ قیام منع جانتے تھے لاحول ولاقوۃ الا باللہ
وہ قیام کہ بطور عجم کے ہے وہ تو حرام ہی ہوچکا تھا اور یہہ قیام منقول از حدیث ترمذی قیام
تعظیم کا ہے کہ خود حدیث مین صریح ہے کہ لم یقوموا اذا راوہ لما یعلمون من کراہتہ لذالک

کیا صحابہ ممنوع قیام کو کرتے معاذاللہ نہین بلکہ اس قیام تعظیم کو حلال جانتے تھے اور بسبب خوشی حضرت کے ترک کرتے تھے کیونکہ وہان رضاء خاطر محبوب کا منظور تھا نہ ہواے اپنی نفس کا اتباع جیسا اب اس زمانہ مین ہے الغرض حدیث ترمذی کا ترجمہ مولف نے بالکل غلط کیا اب حدیث مین بھی مولف اپنے نفس کی رغبت سے تصرف کرنے لگا اس کی شرح طیبی کرتا ہے قال الطیبی لعل الکراہۃ للمحبۃ والاتحاد الموجب رفع التکلیف والحشمۃ یدل علیہ قولہ لم یکن شخص احب الیہم من رسول اللہ علیہ السلام انتہی پس دیکھو کہ طیبی نے اس قیام کو تعظیم کا قیام لکھا ہے جو مباح و مندوب ہے اسی واسطے توجیہہ کرتا ہے اور خود حدیث مین دلیل ہے بقولہ لم یکن شخص الخ وبقولہ اذا راوہ کے لفظ مین مگر مولف محض اپنے جہل سے معنی حدیث کے غلط بناتا ہے اور وہ قائم رہنا تو خود حرام ہو چکا تھا اوس کے کیواسطے کیا اعتذار عدم قیام کا کیا موقع کلام تھا فہم درکار ہے کیونکہ مقام مدح صحابہ مین یہہ ذکر ہے کہ رضاء فخر عالم کے واسطے باوجود احب ہونے کے یہہ قیام مستحب بھی نہین کرتے تھے اگر یہان وہ قیام حرام ہوتا تو کیا مدح تھی کہ باوجود احب ہونے کے بھی حرام کام نہین کرتے تھے اسکو تو کوئی بھی عاقل نہین قبول کریگا کیونکہ حرام کام تو ایذا دہی آپکی تھی اور اوس کا ترک خود فرض تھا سو یہہ کون عاقل کہہ سکتا ہے مقام مدح مین کہ صحابہ ایسے محب تھے کہ رسول اللہ کی حرام کام کو نہین کرتی تھی یہہ کیا مدح ہے الحاصل یہہ قیام تعظیم جائز ہے اور اوسکو فخر عالم اپنے لیئے پسند نہین کرتے تھے بوجہ بے تکلفی کے اور جہان معلوم ہوتا تھا کہ آپ راضی ہین تو کرتے بھی تھے جیسا حضرت فاطمہ نے کیا اور خود آپنے ہی کیا اور وہ جو کھڑا رہنا مثل اعاجم کے ہے وہ حرام ہی ہے وہ کسی حال درست نہین پس مولف ہرگز نہین سمجھتا اور غلط توجیہہ حدیث کی کرتا ہے اور پھر وہ ایک اپنے فرضی معنی حدیث کے

کھڑا کر جواب دیتا ہے کہ محفل میلاد مین تو قیام حرام نہین لاحول ولاقوۃ الا باللہ محفل میلاد تو
مین وہ قیام ہے کہ قرون ثلثہ مین نتھا پیچھے حادث ہوا مولف خود قبول کرتا ہے اور بدعت
حسنہ اسکو کہتا ہے اور یہہ قیام محدث بسبب مشابہت ہنود کے اور تعین مطلق کے محظور ہو گیا
اسکی تحقیق گوش گذار مولف کے پہلے ہو چکی ہے غور کر کے دیکھیے بھلا مولوی صاحب نے
کب منع کیا کہ منبر پر کھڑا ہو کر مدح پڑھنی جائز نہین اگر حاجت منبر کی ہو پڑھو اور حدیث ترمذی
مین کہان یہہ معنی ہین جو مولف نے وضع کیے مقصود شارع علیہ السلام کا حرام کرنا قیام اعاجم
کا ہے اور اباحت قیام تعظیم کی مقام بے تکلفی مین اپنے واسطے پسند نہین کرتے تھے اگرچہ
مندوب ہے مولف اپنی کج فہمی سے کہین سے کہین جارہا ہے اب استدلال جواز قیام پر
مولف کا دیکھیے **قولہ** صحیح بخاری مین ہے کان الخ **اقول** استدلال جواز قیام کو دیکھیے
لازم ہے اس قصہ مین خود فخر عالم اور جملہ اصحاب قاعد ہوتے تھے اور ایک حسان قائم اشعار
پڑھتے تھے اور یہہ قیام اور صعود منبر کا اعلاء صوت کے واسطے تھا نہ تعظیم کے واسطے کہ خود
فخر عالم زمین پر ہوتے تھے اور حسان منبر پر چڑھے ہوتے تھے اگر تعظیم کا ہوتا تو رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم زمین پر کس طرح ہوتے اور حسان منبر پر کیونکر چڑھتے پس یہہ قیام نہ تعظیم فخر عالم
کا تھا نہ تعظیم مدح فخر عالم کے واسطے تھا اور نہ قدوم فخر عالم کے واسطے تھا غرض جسقدر وجوہ
قیام مولود مین ہین سب کے خلاف تھا کیونکہ اگر تعظیم رسول اللہ کو ہوتا تو آپ زمین پر بیٹھے
تھے حسان منبر پر کسواسطے چڑھتے اور سب صحابہ کسواسطے بیٹھے رہتے اور اگر قدوم کا ہوتا تو وہ نہ
قدوم کسی وجہ سے نہین تھا نہ حقیقی نہ معنوی اور جو تعظیم ذکر و مدح کو ہوتا تو سب صحابی کیون
بیٹھتے نہین بلکہ فقط مثل خطیب کے اعلاء صوت کیواسطے تھا پس ایسے قیام سے قیام
مولود کا اثبات یا قیام تعظیم کا جواز مولف جیسے عاقل کا ہی کام ہے کسی اہل علم سے تو ہرگز

یہہ نہین ہو سکتا البتہ اگر مولود خوان منبر پر کھڑے ہو کر سارا مولود پڑھے اور تمام سامعین بیٹھے
رہین تو یہہ سنت اس حدیث سے جانی نکلتی ہے مگر اس قیام کا نہ کسیکو انکار اور نہ یہہ قیام فیما نحن فیہ مولف
کو کچھہ مفید ہے اس سے جو قیام تعظیم ثابت ہو جسکو مولف عقلمند ثابت کر رہا ہے مگر فہم کی کوتاہی
ہے آسمان زمان مین کچھہ خبر نہین نہایت تعجب ہے اس فہم پر مولف علما کے جواب مین
کتب لکہتے تھے اور خطبہ قیام اونہ مولوی صاحب نے منع لکھا اور نہ کوئی مانع بدعت
منع کرے خود مولف اپنی کوتہ فہمی سے سمجھہ گیا پس حضرت فاطمہؓ کا قیام مسلم ہے مگر اس حدیث
ترمذی کا اس مین ہرگز معارضہ نہین کیونکہ یہہ امر مباح ہے کسی وقت اہتزاز طبع کے وقت
باز رکھتے تھے کسیوقت اپنے نہین کرتے تھے نہ بوجہ کراہت شرعی کے بل بوجہ کراہتہ طبعی کے
اور یہہ ہی شان مباح کی ہے بلکہ مندوب کی ہے الغرض ایجاد اعتراض کا خود مولف کے ذہن کی
خوبی تھی اور یہہ بھی کمال بلاہت مولف کی ہے اور کیا کہا جاوے فہم حدیث اور مطابقت
سوال جواب کی کبھی کسی نے ایسی نہ دیکھی سنی ہوگی اور کیون نہو مولف نے جسنے پڑھا اونہی
اعتراض اور اونکی ہی خدمت مین گستاخی حیا کا نام نہین پس مشتی نمونہ از خروارے جیسا اس
فہرست مین برعکس نام نہند زنگی کافور ظلمات بعضہا فوق بعض مکنون ہین ایسا ہی دافع الاوہام
مخزن شکوک واوہام واقع ہوگی پس اوس کی مطالعہ کی کسیکو ہوس ہے مولف کو ہی یہہ علم
نامبارک مبارک رہے **قولہ** اعتراض بانیان محفل الخ **اقول** مولف نے اس اعتراض کو لو
قبول کیا کہ مندوب مؤکد باہم مثل تارک فرض کے ملامت کرتے ہین اور اس کا ہی نام مندوب
کو واجب بنانا ہے جسکو شرع مین تغیر حکم اور بدعت کہتے ہین پس اعتراف بدعت ہو گئے قیام کا
تو ہو لیا مگر علت ملامت کی کچھہ تحقیق کرنا ہے سننا چاہیئے کہتا ہے اگر منکر قیام عقیدہ وہابیہ
کا رکھتے ہین او قیام کو شرک اور قیام کرنیوالے کو مشرک جانتے ہین دوسرے اون کی

حرکت سے اون کے دیگر عقاید کا خیال آجاتا ہے اوس سے طبع بھڑک جاتی ہے تیسرے یہہ کہ
وہ بہت امور خلاف صحابہ کے کرتے ہین اور ایک قیام محفل مولود مین کلام کرتے ہین یہہ
تین سبب غیظ کے ہین پس مولف نے ملامت اور سب وشتم کو لو تارک قیام پر مسلم کیا مگر سبب
اوسکا یہہ تین امر قرار دیا ہے اور غرض مولف کی یہہ ہے کہ ہم قیام کو واجب جاننے کے سبب
ملامت نہین کرتے قیام مستحب ہی ہے مگر یہہ تین امر سبب باعث ملامت کی ہوتے ہین پر
یہہ تقریر مولف کی محض کذب ہے اسواسطے کہ اگر یہہ امور باعث دست وگریبان ہونے کے
ہین تو اہل بدعت سے اور فساق فجار وظالمون سے اور رشوت خوارون سے تو جو اہل سنت
کو کافر جانتے ہین اور مخالفت حدود اللہ تعالے کی کرتے ہین اور خلق اللہ کو سخت اذیت دیتے
ہین اون ہی کبھی مولف ناراض نہوا بلکہ محبت سے برد وار الفت سے ملتا رہا اور ہم پیالہ ونوالہ
کبھی حمیت دین اللہ تعالے اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ آئی اور امر بالمعروف
ونہی عن المنکر جو فرض ہین ہر بشر پر ہے کبھی موہنہ سے نہ نکلا بلکہ مدح وثنا کر کر مورد اذا مدح الفاسق
اہتز عرش الرحمن وغضب الرب کا ہوتا رہا اور انکم اذا مثلہم کا مصداق بنتا رہا اگر یہہ امور
نہی مثل اون معاصی کی ہے تو کیا خصوصیت اسکی ہے بالضرور اسکی زیادہ موکد ہونیکا عقیدہ
ہوگا اور نہین تو یہہ محض کذب ہے ہان اگر دیگر اہل بدعت سے کہ اون کے عقائد شرک تک
پہونچے ہوئے ہین اور فساق فجار سے بھی ایسا کرتا تو یہہ عذر یہان بھی معتبر ہوتا ورنہ محض جان
چھڑانے اور دفع الوقتی ہے کہ قابل اعتبار کے نہین فی الحقیقت معاملہ اس مستحب کا مثل
واجب کے ہے لہذا منکر اس مستحب کو مثل تارک واجب وفرض کے جانتے ہین اگر مولف کو
شاید یہہ وجہ ہو تو دیگر ہم مشرب اوسکی کا قطعاً یہی عقیدہ اور یہی معاملہ ہے اور محض انکار
یہی امر کا ہے **قولہ** ہان اگر معلوم ہو جاوے الخ **اقول** ہتھکی بیدا مغزی دیکھنے کی

قایل ہے کہ جناب مولوی احمد علی صاحب نے اپنے جواب مین یہہ افادہ فرمایا تھا کہ تارکش را بجبر از تارک جماعت دانند اوس مین سے مولف نے یہہ اعتراض نکالا ہے مگر چونکہ مولف قیام کے استحباب کا قائل ہوتا ہے گو معاملہ ایجاب جیسا کرتا ہے تو سوچا کہ اگر تارک پر ملامت کا اقرار کرونگا تو بات خلاف دعوی ہو جائیگی تو تقریر اعتراض مین بجاے تارک کے منکر بنایا اور پھر نفس انکار مستحب کو بھی باعث لوم بتایا تو یہہ عذرات کذب پیدا کیئے تھے جو مذکور ہوئے آخر دروغگو را حافظہ نباشد اس قول مین اپنی اصل پر آگیا کہ ہان جو معلوم ہو جاوے کہ ہمارے عقیدہ کے موافق ہے اور پھر ترک قیام کرے تو تو بیخ تو نہین کرتے مگر موافقت کی فہمائش اور تعلیم ادب کرتے ہین پھر جب اس مین بھی خدشہ نظر آیا تو آیت سے استدلال پیدا کیا کہ جبر سے بادی الرای مین تاکد بلکہ وجوب مفہوم ہو پس یہہ تقریر مسلسل قابل تحسین مولف کی اعجب ہے سو پہلے اونکی بناوٹ کذب کی تلمیع تو ظاہر ہو چکی کہ کوئی رفض و خروج مثل انکار قیام مولود کے نہین سب ہی دوستی و مداہنت کر ساتھ معاملہ ہے مگر تارک قیام کے ساتھ زجر و توبیخ سے پیش آتے ہین اوسکو سنو کہ مسجد مین لوگ نوافل پڑھین اور ایک آدمی نہ پڑھے تو اوس کو موافقت ادای مستحب پر ادب نہین سکھلاتی تراویح کی ادا مین سب قائم ہووین ایک شخص قاعد پڑھے محض کاہلی سے اوسکو استحباب کا حکم نہین ہوتا علی ہذا صدہا امور مین بلکہ مکروہات کے ارتکاب پر بھی حکم موافقت کا بترک مکروہات نہین ہوتا مگر یہان یہہ حکم کرنا موافقت کا یا ادای مستحب اور ترک کرنا مخالفت کا بترک مستحب ایسی ضروری ہے کہ ضرور اوس مین ادب کی تلقین ہوتی ہے یہہ ہی نفس کی چوری ہے کہ سب مستحبات مین سے اسپر زیادہ اصرار اور در پردہ جوب کا معاملہ ہوتا ہے مگر مولف واشتہ واشتہ کہتا ہے تا کوئی متنبہ اصل مدعا پر نہو جاوے اور امام محمد غزالی کا قول اباحت سماع کا حجت مل گیا دیوانہ را ہوے بس ست حالانکہ وہ ایک اصطلاح مین

موافقت طلب کرتے ہین اور موتف امر مکروہ مین موافقت چاہتا ہے اور فتاوی مین قیام
تعظیم کو جائز لکہا ہے معترض بھی انکار نہین کرتا مگر یہہ او سوقت جائز ہے کہ کوئی مخصوص شرعی
نہو ورنہ ناجائز ہے مگر بہرحال اس ادب و مستحب ہونے قیام سے مولف کو خدشہ ہوا کہ اب عوام
بے پروائی کرکے چھوڑ دیوین گے تو انتظام بگڑا اور خواہش نفسانی کے خلاف ہوا تو کہتا ہے
قولہ اور غور سے دیکھئے تو الخ **اقول** جب غور سے دیکھا تو موتف کی چالاکی معلوم ہوئی
کہ صیغہ فانشزوا امر کا صیغہ ہے اور موجب اوس کا وجوب ہوتا ہے تو اس آیت سے بجائے
قیام ثابت کرنا مد لظ ہے اور یہہ خوب محقق ہوگیا کہ موتف کو ہرگز فہم نہین اس آیت مین یہہ
حکم ہے کہ جب تمکو حکم ہو کہ کھڑے ہوجاؤ تو وسعت مکان کے واسطے یا حاجت تخریجا مد سے چلے
جاؤ یعنی جہاد وصلوۃ کی طرف چلو یا کسی امر ماموریطرف تو اجابت کیا کرو تو اس مین امر مشترک یہہ
ہے کہ ماموری طرف اوٹھا کرو اور جیسا ماموریا ہی اوس سے ۔ واسطے قیام منشوز فرض کا
فرض مندوب کا مندوب پس اگر یہہ قیام موتف کا مندوب ہی ہوتا اور عدم مخصوص و عوارض سے
مکروہ نہوتا جب بھی وہی استحباب نکلتا تھا اور موتف کی مراد حاصل نہوتی تھی چہ جائیکہ شرع
سے اس قیام مخصوص کا بوجہ مخصوص بدعت ہونا اور کراہت ثابت ہوگیا پھر کس طرح یہہ قیام
اس آیت مین داخل رہ سکتا ہے اول اوسکو مندوب ثابت کرنا تھا اب اوس کے بعد آیت
پڑھنی تھی مگر موتف کا فہم معلوم لیکن ہان یہہ معنی ہین کہ جسوقت یہہ امر بدعت کیا جاوے
تو تم وہان سے اوٹھکر چلے جاؤ کیونکہ معصیت کی مجمع سے اوٹھکر جانا بھی مامور اس آیت سے
ہے اب تفسیر کبیر کی عبارت جو موتف سمجھا ہے اوسکی حقیقت سننے کے قابل ہے یہہ عبارت علم
اللہ تعالی لما نہی الخ جو موتف نقل کرتا ہے کبیر نے پہلے اس آیت سے ربط کیواسطے لکہی ہے
کیونکہ پہلے آیت مناجات و سرگوشی کی احکام مین تھی بیان سے اوسپر حکم شروع ہوا یا ایہا الذین

آمنوا اذا قیل لکم تفسحوا فی المجالس فافسحوا الآیہ تو کہتا ہے کہ سرگوشی کرنا جو پہلے مذکور ہوا موجب تھا
غم کا اوسکی نہی فرما کر وہ امر ارشاد کیا کہ جس سے اتحاد ہو وہ یہہ ہے کہ ہر ایک دوسرے کیواسطے
وسعت کرے اور شریک خیر و راحت کا ہووے کہ موجب زیادہ حب کا ہے اور نشوز جو یہان سے
ایک معنی پر توسعہ مجلس کے واسطے بھی مراد لیا گیا ہے تو وہ موجب حب کا ہے تو اوسکو اس قیام
پر حمل کرنا سوء فہم ہے کیونکہ اگر یہ امر مندوب ہوتا حسب زعم موٴلف کے تو اس میں کسی کی اعانت
یا راحت متصور نہین ہر شخص اپنے عمل مین مشتغل ہے لہذا اس آیۃ سے اسکو کیا علاقہ ہو کوئی مجلس وعظ
وغیرہ مین مربع بیٹھے اور سب دو زانو بیٹھین تو یہہ ترک ادب موجب کسیکے ملال کا نہین اور نہ باعث
تکلیف کا البتہ تفسیر محض خیال موٴلف کا ہے کیونکہ اوس کے خیال مین وجوب قیام ہی ہے
اور البتہ ترک واجب مین مخالفت ہوتی ہے پس دیکھو کہ موٴلف نے کیسا ناکام کام کیا کہ نہ تفسیر
کی مراد سمجھا اور نہ قرآن کو مفسرین کے موافق تفسیر کیا اپنی رائے سے تفسیر کی اور پھر بھی مدعا
حاصل نہوا فاعتبروا یا اولی الابصار **قولہ** اعتراض قیام کرنیوالون کو الخ **اقول** خلاصہ جواب
موٴلف کا یہہ ہے کہ قدوم ولادۃ کا تمام عالم کے واسطے ہے اور دیگر قدومات خاص صحابہ کے
واسطے تھے لہذا اس قدوم ولادت کو دیگر قدومات پر زیادہ شرف ہے اس واسطے ولادۃ پر رواج
قیام کا ہوا مگر یہہ جواب نہایت بےمعنی ہے اول تو معترض کی غرض یہہ ہے کہ آپ کے سب قدوم
لائق تعظیم کے ہین شریف و اشرف کا فرق نہین دیکھو کہ حضرت فاطمہؓ اور بعض صحابہ نے ان ہی
قدومات پر قیام کیا تھا اور قدوم ولادۃ مین وقوع قیام بظاہر ہوا ہی نہین پس اگرچہ ولادۃ
اعلیٰ ہے ہوتا ہم دیگر قدومات لائق تعظیم کے ہین اور نص ہی قابل تعظیم ہونا اون کا معلوم ہوا ہے
پس جیسے قدوم ولادت کی تعظیم مین قیام ہے قدومات دیگر مین بھی چاہیے تو اوس کا جواب
موٴلف دیتا ہے کہ ولادۃ اعلیٰ ہے پس یہہ کسقدر بےموقع جواب ہے کہ سوال کچھ جواب کچھ

۲۴۹

معترض کہتا ہے سب قدوم اعلیٰ اور اونسے لائق تعظیم ہیں موٴلف جواب دیتا ہے کہ ولادت
قدوم اعلیٰ ہے اب بولو کہ یہہ موٴلف کا جواب ہے یا کچھ اور ہے ہان اگر یہہ ثابت کرتا کہ سوائے
ولادت کے دیگر قدوم لائق تعظیم قیام کے نہین تو البتہ جواب تھا گو غلط ہے مگر جواب تھا
دوسرے یہہ کہ آپکے ان قدومات کی مخصوص بصحابہ ہونیسے کیا مراد ہے اگر یہہ ہے کہ نفع زیارت
و صحبت کا اوس جماعت کو تھا تو ولادت کے قدوم کی بھی یہہ دولت باین وجہ صحابہ کو ہی تھی سو
ولادت کی تعمیم کچھ نرہی اور اگر نفع لبعثہ کا کہ علم اور دین کی اصلاح ہے مراد ہے تو وہ آج تک چلا
جاتا ہے کہ صحابہ نے آپسے حاصل کرکے ہم تک پہونچایا ورنہ کیونکر آتا اپس نہ معلوم کہ موٴلف نے کیا
مراد رکھا ہے کیونکہ زیارت و صحبت تو ولادت و وجود کے باعث صحابہ کو ہی تھی مثل دیگر قدومات
کے اور نفع مطلق دارین کا سوا صحبت کے قیامت تک سبکو ہے سب قدومات کا مثل وجود کے
سو ایسی بیہودہ توجیہہ سے کیا نفع موٴلف کو ہے سوا مضحکہ ہونے کے تیسرے یہہ کہ موٴلف اقل قدومات
پر قیام تعظیم کو آپہی بڑے شد و مد سے ثابت کرکے اوسکو مقیس علیہ قیام ذکر ولادت کا بنا چکا ہے
اب اوسکو ادنی اغیر قابل تعظیم ہونا لکھنے لگا تو گویا فعل صحابہ سے جو قیام تعظیم ثابت ہوا وہ چندان
معتبر نہ تھا اوس کا ذکر بھی قابل تعظیم قیام کے نہین ولادت کا ذکر جو مقیس ہے وہ زیادہ قوی
اور قابل تعظیم قیام کے ہوا اور قدوم شریف مین قیام لائق نہین قدوم اشرف مین لائق و احق ہے
سو یہہ بات ادنی ناقص ہوتف کی خلاف نص کے ہو اسکو نص سے ثابت کرنا واجب ہے ورنہ ہرگز قابل
التفات نہین چوتھے یہ کہ کلی جزئی جو موٴلف لکھتا ہے اگر باعتبار نفع عام و خاص کے ہے تو دونون
کا نفع عام معلوم ہو چکا اور جو باعتبار مقصود کے ہے تو اصل مقصود رسالۃ کا یہہ ہے قدومات
مین جن مین تلقین تعلیم دین کے فرماتے تھے اور وجود شرط و موقوف علیہ رسالت کا ہے
اور شرط و موقوف علیہ اصل مقصود نہین ہوتا مقصود ہی اعلیٰ ہوتا ہے شرط سے پانچوین موٴلف

دلیل شرافت ولادت مین جو آیۃ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین ذکر کرتا ہے اور آیۃ لقد من اللہ
علی المومنین - ان دونون آیت مین مبعوث کرنے اور رسول بنانیکا احسان اور فضیلت ہے
یہہ دونون امر منت کے بعد ولادت کے چالیس سال بعد ہوئے فضل ولادۃ پر ان آیات سے
حجت لانا نہایت جہل لغت اور مراد حق تعالی اسے ہے اور مقصود رسالت وبعثت سے وہ ہے
ثمرات ونتایج قدوات مجزئیہ کے ہین اور وجود کی شرافت پر اسکی دلیل بلا واسطہ ہے پس استدلال
اور یہہ جواب محض بلاہت ہے اور جو موقوف بعثت کا ہونیکی وجہ سے فضیلت ہے تو جو موقوف
علیہ اقرب الی المقصود ہوتا ہے وہ اعلی ہوتا ہے توشرح صدر مثلاً اعلی ولادت سے ہونا چاہئے
اور یہہ نکتہ فہمی مولف کی کہ حق تعالی نے آیت مین خروج عن البیت کو نہین فرمایا سبحان اللہ
کیا علم ہے یہہ نہ سمجھا کہ حق تعالی نے لقد من اللہ علی المومنین اذ خلق ہی تو نہین فرمایا -
جس سے ولادت کا فضل نکلتا بعثت تو نبوت کے معنی ہین نہ ولادت کے پس ان جزئیات کو
اسواسطے نہین فرمایا کہ یہہ سب افراد رسالت وبعثت کے ہین اور آپ کا ہر ہر خروج ودخول حرکت
وانقلاب سب اثبات شریعت واحکام دین کرنا تھا لہذا عام جامع کلمہ فرمایا سبحان اللہ مولف
دعوی قرآن فہمی کا بھی کہتا ہے باین علم وفہم الحاصل سب ذکر فخر عالم مین قیام مندوب تھا
مگر مولف نے ذکر قدوم مین بوجہ مناسبت حصر کیا تھا اب ولادت مین خاص کردیا اور سب پہلی
تحریرات کو بھول گیا اور اپنے گھر بنائے کو ہدم کردیا اور یہہ کلمہ گستاخ اوسکا کہ آپ کے گھر سے
تشریف لانے اور غزوات سے سالم قدوم مبارک مین اور آپکی تبلیغ وغیرہ مین سوای صحابہ کے کسی کو
کیا نفع ہوا ہے جو اوس کے فحوای کلام سے بالصریح بے ادبی ظاہر اور مخالفت نص قرآن شریف
کی ہے حق تعالی تو اس کلمہ مطلقہ عامہ مین اذ بعث فیہم رسولا وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین
مین تمام ذرہ ذرہ آپکے افعال اقوال کو نعمت بتاتا ہے نعمۃ عامۃ الی یوم القیمۃ اور مولف سوای

صحابہ کے سب کو محروم ٹھہراتا ہے سوای نفع ولادت کے سب منافع رسالت کے عموم اور ابدیّت سے
اِنکار کرتا ہے گو نہین سمجھتا اور لائق احسان کی نہین جانتا معاذ اللہ ناظرین اس شوخ کلامی
اور کج فہمی اور ناعاقبت اندیشی کو غور فرماوین کہ اپنی بدعت تخصیص قیام کی جواز مین کیا کیا
تکلف دوراز دین و دانش اختیار کرکے دین کو برباد کرتا ہے بس زیادہ کیا کہون **قولہ** اعتراض
اگر بنہایت عرق ریزی کوئی کرے الخ **اقول** مراد معترض کی یہہ ہے کہ قیام مطلقاً ذکر فخر عالم کا
مندوب ہے اور تخصیص ذکر ولادت کی بدعت ہے اور اگر کوئی محنت کرکے بالفرض اباحت تخصیص
اِس قیام کی ثابت کر دیوے تو پھر بھی جب عوام اوسکو واجب جاننے لگے تو اون کو حق مین بدعت
ہوا اور خواص کو اوسکا کرنا مکروہ ہوا کہ موجب افساد عقیدہ عوام کا ہے تو موٗلف کیا خوب سمجھا
جواب دیتا ہے کہ اگر کوئی اباحت ثابت کریگا وہ واجب کسطرح جانیگا سبحان اللہ معترض کب کہتا ہے
کہ خود مستدل واجب جانیگا معترض یہہ کہتا ہے کہ ہر چند کوئی اوسکی اباحت ثابت کرے مگر تاہم
جو عوام اوسکو اصرار و دوام کے سبب واجب جان رہی ہین اون کے حق مین بدعت ہی ہو ویگا اور
مفید جواز کو نہو گا مگر موٗلف عالی فہم مطلب سمجھا اور پڑہی اوڑتے ہین اِس موٗلف کا یہہ قول محض ہیچ
ہے پس سنو کہ مستحب کو واجب جاننا بدعت ہے اور جس دوام فعل خواص سے عوام کو یہہ امر پیدا ہو وہ امر
خواص کو اعلان و دوام سے کرنا مکروہ ہوتا ہے کیونکہ سبب مذموم کا مذموم ہے قال الحلبی فی
کراہتہ صلوۃ الرغائب ومنہا ان العامتہ یعتقد ونہا سنتہ فیکون فعلہا سبباً لکذبہم علیہ صلی اللہ
علیہ وسلم۔ پس ظاہر ہو گیا کہ فعل خواص کا جو عوام کی خرابی کا باعث ہو وہ مکروہ ہوتا ہے موٗلف
اِس امر کو بعض علماء کی طرف نسبت کرتا ہے حالانکہ جملہ اُمّت کا اتّفاق اوسپر ہے مگر موٗلف دیاد با
کہتا ہے نہ اصل مراد معترض سے خبردار اور نہ قواعد دین سے واقف نہ فہم سے علاقہ جو چاہا منہ سے
نکالدیا اور یہہ قول موٗلف کا کہ عام علماء نے استحباب کو طبع کرادیا ہے اسوجہ سے علّت کراہت

نیہ ہوگئی یہہ قول کسقدر دور از فہم ہے کیونکہ صلوۃ رغائب کی کراہت اور بدعت ہونا علماء نے تحریر
وتقریر سے تمام عالم مین اشتہار کیا مگر تو بہی عوام جہلاء نے نچہوڑا اور کسی عالم نے نہ کہا کہ اب
اشتہار عدم سنیت اسکا ہو چکا اب خواص کو مکروہ نہین دوسرے یہہ کہ جب خواص زبان سے
تو کہین کہ موکد نہین مگر عملدرآمد اس التزام سے کرین کہ ترک اوس کا مثل سنت موکدہ کے ہوجاوے
جانین تو عوام کو زبانی کہنا کیا نافع ہوگا اور تحریر فتاوی اور طبع اوس کا عوام کو کیا مفید ہے
کہ نہ پڑھ سکین اور نہ سمجہین اور نہ اونکو ان امور کا خیال اور تحقیق کا فکر کہ رسائل خرید کر پڑھین
سو یہہ اشتہار طبع کسقدر عذر بیجا قول المعنی ہے تعیین سورۃ کا مسئلہ ہی دیکھو کہ باوصف شہرت کے
اور تحریر کتب کے اب بہی علماء اوسکو مکروہ ہی کہتے ہین چنانچہ پہلے اوسکی تحقیق ہو چکی اور سب
دیگر مسائل پس ایسے چرپوچ عذرات سے موتلف کو شرم نہین آتی افسوس کہ خلاف کتب دینیہ کے
اسطرح اوسکا قلم ایسے کلام لایعنی پر چلتا ہے الحاصل ہر روز فقہاء ایسی حالت مین تحریر اور اشتہار
پر قناعت نہین کرتے بلکہ دوام کو مکروہ ہی کہتے رہتے ہین بلکہ چاہیئے کہ گاہ گاہ ترک بہی کردیا
کرے تاکہ عوام کو یہہ خدشہ نہو مگر موتلف ہر روز جدید قاعدہ خلاف امت کو شرع مین نکالتا ہے
کیونکہ شرع نے تو اس صورت کو مکروہ ٹہرایا تہا اسواسطے کہ فعل علماء خواص کو ہر عام دیکہتا ہے
پس اوسکو دوام سے خود عوام واجب جان لیوین گے اور تحریر کا یہہ حال ہے کہ لاکہون مین ہزارون
پڑہے ہوئے ہوتے ہین اور ہزارون مین صدہا غافل بے پرواہ اور صدہا مین عدید ذی فہمیدہ
ہوتے ہین پس تحریر سے نفع نہین ہوتا مگر موتلف اوسکو اپنی رائے سے نافع کہہ رہا ہے اور
نفع قواعد فقہاء کا وہ سمجہے کہ فہم من اللہ تعالی اوسکو عطا ہو ہر عامی کا کام نہین کہ اپنی رائے سے
قواعد فقہاء کو رد اور اپنی رائے ناقص سے ایجاد کیا کرے پس یہہ قول موتلف کا بالکل غلط خلاف
عقل اور نقل کے ہے کہ اس طبع اور اشتہار سے علت کراہت مرتفع ہوگئی **قولہ** اعتراض

۲۵۳

کرتے ہین کہ یہہ لوگ قیام کو مباح الخ **اقول** اول اس امر کو محفوظ رکھنا ضرور ہے کہ مولف کو خود
دوام اور اصرار مین بھی تمیز نہین ہوئی سنو کہ دوام مستحب کا شرع مین محمود ہے بشرطیکہ اوسکی
اداسے کوئی محظور شرعی لازم نہ آجاوے اور دوام عبارت ہے ہمیشہ کرنے سے اور اصرار کہتے
ہین کسی امر پر بندھ جانا اور اوسکا التزام کرنا ایسا کہ ترک اوسکا دشوار ہو مثل ترک ضروریات کے پس اصرار
مندوب کا شرع مین مذموم ہے بقولہ علیہ السلام ان اللہ یحب ان یوتی رخصہ کما یحب ان
یوتی عزائمہ اور مصر علی المندوب گویا محرم رخصت کا ہوتا ہے اور اسکا ہی نام تعدی حدود اللہ
تعالی ہے اور مدیم چونکہ مصر نہین ترک بھی کر سکتا ہے لہذا وہ محرم جانب مقابل کا نہین پس اصرار
مستحب کا مکروہ ہوا کہ تعدی حدود اللہ کی ہے اور ادامت مکروہ نہوئی بشرطیکہ عوام کو مضر
نہوا اب سنو کہ معترض اصرار قیام کہتا ہے یعنی کہ مطلق قیام جو مستحب تھا اوسپر ایک فرد مین ایسا
التزام و اصرار کہ ترک اوس کا مثل واجب ناگوار جانتے ہین اور یہہ تعدی حد اللہ تعالی ہے نکرنی
چاہیئے پس پہلے اعتراض مین تو بوجہ خرابی عقیدہ عوام کے اعتراض تھا اور اس مین خود مرتکبین
کے اصرار کی وجہ سے اعتراض ہے اور دونون مین فرق واضح ہے اسکا خیال رہے **قولہ** جواب التزام
امور مستحسنہ کا مکروہ نہین الخ **اقول** جس امر مستحب مین التزام و اصرار پیدا ہو جاویگا وہ مکروہ ہوگا
البتہ دوام محض مکروہ نہین بشرط عدم مانع مگر چونکہ مولف کو دوام و اصرار مین تمیز نہین تو کم فہمی
سے خیر العمل ما دیم علیہ کو پیش نظر کر کے یہہ لکھ دیا ہے حالانکہ اسکو اور اوسکو بہت فرق ہے
جیسا واضح ہوا پس قول اوس کا کہ التزام علی العموم مکروہ نہین محض غلط ہے یہہ کم فہمی سے سرزد ہوا
ہے حالانکہ روایت مجمع و استنبط منہ ان المندوب ینقلب مکروہا اذا خیف ان یرفع عن رتبتہ
اور عبارت طیبی کی فیہ ان من اصر علی امر مندوب وجعلہ عزما ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب
منہ الشیطان من الاضلال دونون عام مین کیونکہ ان مین اصرار ہے اور حدیث مین دوام

پس نہ معارضہ نہ مخالفت پس اب قول مولف کا کہ اصرار علی العموم مکروہ نہین غلط ہوا اصرار مندوب کا علی العموم مکروہ ہے جیساکہ مجمع اور طیبی سے ثابت ہوگیا اور دوام محمود ہے جبتک کہ دوام سے عوام کو مضرت نہو اور قیام مین مولودیون کو اصرار ہے جیساکہ تحریر مولف سے خود معلوم ہوتا ہے **قولہ** ہم اوسکو مستحبات مین الخ **اقول** مطلق ذکر اللہ و ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین نفس قیام جائز ہے کوئی اس کا منکر نہین مگر ہان بسبب تخصیص مطلق یا تشبہ یا اصرار عارض ہوجاوے یا عقیدہ حضور روح فخر عالم کا لعلیہ استقلال ہو تو اوس وقت اوسکو مکروہ و بدعت و شرک کہتے ہین ورنہ نفس قیام مین خلاف نہین مولف کوتہ فہمی سے جو چاہے سمجھ لیوے **قولہ** پس اس صورت مین الخ **اقول** اس کلام سے واضح ہوا کہ مولف مصر علی القیام ہے کیونکہ ترک قیام مین جب وہ تعدی حد اللہ کا قائل ہے تو ترک قیام حرام ہوا اور قیام واجب ٹھہرا تاکہ تعدی نہ ہو پس اصرار علی القیام لاریب ثابت ہوا اور مستحب کا واجب ہونا متحقق ہوگیا پس اصرار علی المستحب ہے ہوا کیونکہ قیام درجہ استحباب سے تو نکلا ہی نہین اور مستحب کو واجب کرنا بھی پایا گیا فقد کرہ فیما فرعنہ پس مولف نے یہ اقرار حق اپنے اور سب مولودیون کے اوپر کرلیا اور قول طیبی کا فقد اصاب منہ الشیطان اور قولہ تعالی ومن یتعد حدود اللہ فاولئک ہم الظالمون الآیۃ باقرار مولف اونپر صادق آگیا سبحان اللہ مولف کے فہم پر ہزار آفرین اب اس کج فہمی کی حقیقت سنو کہ معترض نے اعتراض بیجا اصرار علی المستحب کے کیا تھا اوسکا جواب مولف اپنی کج فہمی سے عوام کو تبدیل عقاید کا دینے لگا غور نہین کیا کہ اصل منشا اعتراض کا کیا ہے یہ بولا کہ مجوزین کے ترک مین عوام کا عقیدہ فاسد ہوتا ہے کہ وہ اس مستحب کو مکروہ و ممنوع کرلیوین گے سو دیکھو کہ اصرار مستحب جو اصل اعتراض تھا اوس کا کچھ جواب واقعی نہین دوسری بات فساد عقیدہ عوام کا اثبات ہونے لگا اور اپنے اوپر اصرار کو اس ضرورت سے قبول کرلیا اور عوام

کی حفاظت کیواسطے آپ عاصی بنگیا دوسری خرابی یہہ کہ اس نے پہلے اعتراض کے جواب مین تو لکھا ہے کہ فتاوی علماء عرب وعجم بکثرت طبع ہوگئے ہین کہ سکو مستحب ہونا اس قیام کا روشن ہوگیا ہے تو اب التزام قیام مین خدشہ فساد عقیدہ عوام کا نہین کہ علت کراہت کی رفع ہوگئی اور اسکے جواب مین کہتا ہے کہ اون فتاوی کا اثر بالکل بھی دنیا مین نہین ہوا وہ بالکل لغو ہوگئے ناچار التزام سے استحباب ثابت کرنا پڑا ورنہ کراہت ہوجاتی کیونکہ اگر فتاوی کثیرہ بزعم مولف عوام کو استحباب کا اثبات کردیتے جیسا پہلے کہتا تھا تو اب کسیکو حرام وبدعت کہنے سے کیون عوام بہکتے پھر کیا اندیشہ عوام ہوتا وہ تو نہ التزام مجوزین سے خراب ہوتے نہ فتوی تحریم مانعین سے بگڑتے پس اس التزام کا وبال کیون مولف کے ذمہ پڑا کہ اصرار مستحب اور تعدی حد اللہ اپنے سر پر رکھی گئی بزعم مولف بہرحال یہہ تہافت اقوال غور طلب ہے کہ وہان تو فتاوی مغنی تھے بزعم مولف کہ دوام فعل سے عوام کو کچھ حرج نہین تھا اور یہان غیر کافی ہوگئی شاید ایک ساعت مین پرانی ہوکر قوت زائل ہوگئی اور وہان باوجود فتاوی کے التزام کا موثر ہونا صرح تھا اور یہان بدون التزام کے صورت نجات کی ہی نہین ہے فتاوی مین اثر ہی نہین رہا جو کچھ اثر ہے دوام مین ہی ہے مولف کو کچھ ہوش نہین کہ کتاب مین کیا کیا قلم درج کر رہا ہے اپنے جہل مرکب کے نشہ مین سرشار ہے تیسرے یہہ کہ مولف مستحب کو واجب جاننا خود داخل تعدی حد اللہ کرتا ہے خواہ عوام کو یہہ پیش آوے خواہ خواص کو پس جس تعدی سے عوام کو بچایا ہے وہ ہی تعدی اپنے اوپر لازم کرتا ہے چنانچہ اسکے کلام سے واضح ہولیا حالانکہ اگر اس قیام کو گاہ گاہ ترک کردیتا تو عوام کا حرام جاننا بھی رفع ہوجاتا اور خود بھی گناہ تعدی اور اصرار مستحب سے پاک رہتا کیونکہ اگر فعل مجوزین قیام کا عند العوام معتبر ہے تو گاہ گاہ کرنے سے حلت کا ثبوت ہوجاتا اور جو انکا فعل لغو ہے تو یہہ التزام بھی کچھ نافع نہوگا اور بزعم خود تعدی حد اللہ عبث سر پر لی اور عوام کو فائدہ کچھ نہوا چوتھے یہہ کہ اصرار کو تو تعدی

یہ حال لازم ہے اگرچہ نہ معتقد ہو کیا مہو اس واسطے کہ جو فعل ایسا ہے کہ ایک فریق اوسکو حلال
مستحب اور دوسرا حرام کہے مثلاً زعفران سے ریش کا خضاب کرنا ابن عمر مستحب کہتے ہین
اور ابو حنیفہ اور ائمہ دیگر حرام تو اب اگر کوئی بتقلید ابن عمر ریش کو خضاب زعفران کا کرے
مستحب جانکر اور اصرار کرے تو بالفرض حسب راے ابن عمر کے مصر علی المستحب اور متعدی
ہوا اور عوام کے افساد عقیدہ کا سامان کیا کہ اپنے مستحب مزعوم کو عوام پر واجب کرتا ہے
پس یہہ قاعدہ مولف کا کسقدر غلط اور خبط ہے کہ کوئی معنی اسکے نہین کہ مستحب مختلف
فیہ مین اصرار و تعدی درست ہے یہہ کیسا جہل اور مخالفت شرع کی ہے مع ہذا طرفہ یہ ہے کہ مولف
مانعین عمل مولود اور قیام کو اپنے کلام ناوجام مین اقل قلیل دو چار آدمی غیر معتبر غیر معتمد القول
کالعدم اور مجوزین کو سواد اعظم جم غفیر معتمد القول لکھتا آیا ہے پس انکی منع کا اور تحریم کا کیا
اعتبار ہے اور انکی منع پر کس سبب سے یہان التفات ہونے لگا کہ بدون التزام مکروہ کے
چارہ ہی نہ ملا اور پھر آخر جواب مین اول کے خلاف وہ ہی لکھدیا کہ اس اشتہار فتاوی کے
بعد فرضیت کا عقیدہ ہونا کسیکے عقل سلیم باور نہین کرتی پس بدحواسی مولف کی قابل تماشا
ہے اور خوبی علم و فہم مولف کی کسقدر روشن ہوئی کہ باید و شاید اور یہہ بھی معلوم ہوا کہ
جس مستحب مین اصرار ہووہ مولف کے نزدیک تعدی حد اللہ اور حرام ہے اور جس فعل
مستحب و التزام سے عوام کو مضرت ہو کہ مستحب کو واجب یا حرام جانین وہ بھی تعدی ہے
اور حرام ہے اور پہلے جواب مین اس کراہت کا بعض علما کے نزدیک مولف مقر تھا
اب حرمت کا خود اقرار کرلیا اور اول جواب مین بعض مستحب کے اصرار کو جائز کہتا تھا اور اب
اس قاعدہ مین عموماً اصرار مستحب پر حرام ہونے کا حکم لگادیا کیونکہ تعدی حد اللہ سب مین لازم
ہے پس یہہ مبلغ علم مولف کا ہے اور اسپر دعوی فہامۃ العصر ہونیکا ہے سبحان اللہ شہر خدا تعالی ناظرین

اس لیاقت علمی اور فصاحت بیانی کو غور کرین لاحول ولاقوۃ الا باللہ **قولہ** برخلاف
اس قیام کے الخ **اقول** بعد اس تحقیق حقیق کے مولف نے کیا عجب نتیجہ نکالا ہے کہ دنیا
مین کسی ذی عقل وادنی عقل والے سے کبھی یہہ نہین ہوا ہوگا شنو مقدمات توجیہ تھے کہ
قیام مختلف فیہ ہے اگر مجوزین بھی ترک کرنے لگین اور التزام نکرین تو تعدی حکم اللہ کی
عوام کے نزدیک ہو جاوے گی لہذا التزام اسکا ضرور ہے اور یہی قاعدہ مقرر کیا کہ ایسے امر مختلف
فیہ مین اصرار مضر نہین بلکہ ضروری اور خلاصہ یہہ نکلا کہ عوام کو بسبب اشتہار فتاوی کے عقیدہ
وجوب کا نہین ہو سکتا اب غور کرنا چاہیئے کہ اعتراض تو اصرار کی کراہت کا تھا اور خلاصہ
جواب یہہ اور مقدمات وہ تو مولف کے دماغ مین خلل ہے یا نہین اور یہہ جواب خاص عطر
فکر صائب مولف کا ہے کہ جسپر نہایت ناز ونخرہ ہے **قولہ** اعتراض بانیان محفل میلاد نے مطلق الخ
اقول بدعت کی تعریف مین سب متفق ہین تفاوت الفاظ کا ہے پہلے تحقیق ہو چکا اور
یہہ بھی محقق ہو لیا کہ یہہ محفل مروج حسب تعریف کے موافق بدعت ضلالہ ہے اگرچہ اصل ذکر
فخر عالم کا بلا قیود مندوب ہے چونکہ بہت واضح بیان پہلے ہو چکا ہے لہذا اعادہ نہین
کیا جاتا مگر مولف کی سوء فہم کو دیکھنا ہے کہ مطلق کو مقید کرنا اور عکس اس کا کہتا ہے
کہ حد بدعت مین داخل نہین حالانکہ اس کے بدعت ہونے کے برابر سب قائل ہوتے چلے آئے
ہین اور سب کے نزدیک داخل حد بدعت کی ہے کیونکہ جسنے مطلق شرع کو مقید کیا تو یہہ قید
خلاف متلقی عن الشارع ہوئی اور احداث مخالف حکم شارع کے ہوا کہ عہد شارع مین نہ تھا
دونون حد دیکھو اسپر ظاہر صادق ہو رہے ہین اس کا بھی پہلے بیان ہو لیا ہے پس
یہہ محفل مروج بسبب قیود کے داخل بدعت مین سب حدود کے موافق ہو گئی بداہۃ اسمین
کوئی امر دقیق وخفی نہین اگرچہ مولف کی فہم پر غطا ہے کہ واضح مضامین کو بھی سمجھ نہین دیتا

رسالہ میں جو مولوی محبوب علی جعفری کی جواب
مین لکھا ہے علماء عرب کے مفتیان مذاہب
اربعہ کا فتوی درباب قیام نقل فرماتے ہیں علماء
اس کے غایۃ الکلام مطبوعہ کلان کوٹھی میں بھی
وہ فتوی عرب کا منقول ہے اوسکو بلفظہ بتخفیف
ودر کی تطویل لکھتا ہون (۱) قد اجمعت
الائمۃ المحمدیۃ من اہل السنۃ والجماعۃ علی استحسان

اور حالانکہ خود تقیید مطلق کو قابل زجر و توبیخ کہہ آیا ہے غور طلب ہے کہ مولف کہاں سے

قولہ ہم دعوی کرتے ہین کہ محفل مولد الخ **اقول** دعوی مولف کا سراسر غلط اور کور فہمی ہے اور

خود مولف معترض کے مطلب کو بھی نہین سمجھا ساری عمر گذاری اور کچھ خبر نہین معترض کہتا ہے

کہ ذکر فخر عالم علیہ السلام کا مطلق بلا کسی قید کے مندوب ہے اور کسی ہیئت اور قیود سے مقید

کرنا بدعت کا اگرچہ وہ قیود امور مباحہ یا مندوبہ ہی ہون مکروہ و بدعت ہے پس اگر تاریخ اور

فرش معمول اور شیرینی مروج اور روشنی کثیر اور تداعی و اہتمام وغیرہ اگر سب یا بعض جیسا مروج

ہے ان قیود کے ساتھ ہو وین گے تو وہ محفل بوجہ ان قیود کے اطلاق سے نکل کر بدعت ہو جاوے گی

اور جو امور غیر مشروعہ محفل مین ہووین گی تو مکروہ بن جاویگی پس معترض یہ نہین کہتا کہ

زمانہ اور شیرینی وغیرہ کو محفل مین مقید و حصر کردیا کہ انکا وجود اور کہین نہین رہا بلکہ یہ کہتا ہے

کہ ذکر کو ان قیود کے ساتھ مقید کیا کہ بدون ان قیود کے سب کی یا اکثر کے یہ ذکر ہوتا

ہی نہین جس سے معلوم ہوا کہ ان قیود کا ہونا ضروری ہو گیا ہے پس ذکر ولادت جو مطلق

عن القیود تھا مقید بقیود کردیا یہ ذکر بدون قیود کے ہوتا ہی نہین گویا لازم غیر منفک

ہین اگرچہ قیود دوسری جگہ بھی ہون تو قیود کو مقید کرنا نہین کہا مگر مولف نہین سمجھتا

اور قیام جو سب ذکر فخر عالم مین مندوب تھا اوسکو خاص ذکر ولادت مین حصر و مقید کیا کہ سوا

ذکر ولادت کی کہ محفل مخصوص مین ہو اور کسی ذکر پر نہین ہوتا تو مطلق قیام ذکر فخر عالم بھی مقید

ہوا مگر مولف کا فہم عالی ہے کچھ کا کچھ سمجھتا ہے مولف کہتا ہے پس قیام بھی مقید نہ ہوا

سبحان اللہ خوب سمجھے علی ہذا طعام و منبر و شیرینی و فرش کو کسقدر اولٹا سمجھ گیا ہے پس یہ دعوی

مولف کا محض غلط نکلا کہ ذکر مولود اور قیام مقید نہین ہوا بلکہ مقید ہونا اوسکا بدیہی ہے

اور یہ فہم مولف کا کہ شیرینی اور فرش وغیرہ کو مقید کرتا ہے محض خطاء فاحش ایسی واضح

کلام کے فہم سے بھی عاری لاحول ولاقوۃ الا باللہ **قولہ** اعتراض سلامی الخ **اقول** بحث تشبہ
مین ثابت ہوچکا کہ تشبہ ممنوع کے واسطے ضرور نہین کہ اوس قوم سے ہی دیکھکر اخذ کرین بلکہ عام
ہے سو اگر کسی امر کو مسلمان کرتے ہون بشرطیکہ وہ شعار بھی کفار فساق کا ہو اور طبعی اور
سو کہ شرعی نہو تو بسبب تشبہہ حادث کے ممنوع ہوجاتا ہے دست چپ مین خاتم کا پہننا حدیث
سے ثابت ہے پھر جب شعار روافض کا ہوگیا تو اب تمام فقہا مکروہ لکھتے ہین کیونکہ یہہ سنت
موکدہ نتھا ایسا ہی تحت رسلک کا افضا حدیث سے ثابت اور بسبب شعار حادث معتزلہ کے
فقہا نے منع لکھدیا مولف کو کاش خبر ہوتی پس یہہ سوال وجواب کو عرب مین سے
اور قصہ حدیث سے بھی لیا گیا ہے مگر تاہم اب بسبب تشبہ شعار مجلس روافض کے مکروہ ہوگیا
ہے اور فعل فخر عالم اول تو مشابہہ روافض کے نہین تھا کیونکہ اوس وقت روافض کہان
تھے دوسرے روافض کی مجلس مرثیہ مین یہہ ہوتا ہے مگر قطع نظر اس کے اب جو مجلس مولود
مین تشبہہ حادث ہوگیا گو یہہ کہین سے لیا ہو ممنوع ہوگیا ہے جیسا مسئلہ تختم اور لفظ بحق
کا معلوم ہو لیا **قولہ** اعتراض مولوی محمد ہاشم الخ **اقول** مولف کی عادت مستمرہ ہے کہ
دوسرے کلام کو ہرگز نہین سمجھتا اور اپنے نزدیک اوس کی کچھہ معنی ٹہرا کر زبان درازی شروع
کردیتا ہے حاصل مطلب مولوی محمد ہاشم کا ستو یہہ ہے کہ وہ لکھتے ہین کہ مجکو تردد تھا
کہ مجلس مروجہ مولود جائز ہے یا نہین مگر اب ان فتاوی کے مطالعہ سے اور امام ابوالحسن
اور حضرت مجدد صاحب کی تحریر دیکھنے سے تردد رفع ہوگیا اور نامشروع ہونا معلوم ہوگیا
اور پھر اس فتوی کی عبارت تو نقل نکی کہ خود موجود تھی مگر ترجمہ امام ابوالحسن اور حضرت مجدد
کی عبارت کا نقل کیا تو غرض مجیب کی تو اسیقدر تھی کہ ان بزرگون کے افادات سے میرا
شک رفع ہوگیا اور مولوی احمد علی صاحب کا یہہ خلاصہ کلام تھا کہ اصل ذکر درست اور قیود

مکروہ و بدعت تو نفس مولود کی ممانعت نہیں کرتے اور یہی حضرت مجدد نے فرمایا بقولہ

نفس قرآن خواندن بصوت حسن و قصائد نعت خواندن چہ مضائقہ است پس جب یہ کو جو

محقق ہوگیا کہ اصل فعل جائز ہے مگر ضم قیود سے کراہت و بدعت قدر خطر قیود کے پیدا ہوتی

ہے اور حضرت مجدد کے نزدیک ایسی صورتیں مذموم ہونا محقق ہے چنانچہ فرماتے ہیں اگر

اندک تجویز کردند منجر بہ بسیار خواہد شد الخ اس سے معلوم ہوا کہ اسقدر ہے کہ اصل امر مولود ہے اگر

زیادہ ہوا تو مکروہ ہوگا علی ہذا قولہ یقین فقیر آنست کہ ہرگز تجویز این معنی نمی فرمودند کہ جس سے

حضرت مجدد کے نزدیک ان امور زوائد کا مکروہ ہونا معلوم ہوتا ہے اور یقین فرماتے ہیں کہ حضرت

ایشان بھی اسکو ہرگز جائز نفرماتے پس مجموعہ سے اصل کا جواز اور قیود کا عدم جواز حضرت

مجدد کے نزدیک محقق ہونا معلوم ہولیا ہے مجیب بتقلید حضرت مجدد کے اسکو قبول کرتے ہیں

کہ اصل درست اور قیود ناجائز چنانچہ مجیب خود کہتا ہے کہ یہ مجلس ایسی صورت پر جو تکلفات

کیے جاتے ہیں الخ جس سے خوب بدیہی ہے کہ ہیئت مجلس ہیئت کذائیہ کو بدعت کہتے ہیں نہ نفس

مولود کو مگر مولف خوش فہم کہتا ہے بقولہ افسوس کرتا ہوں الخ **اقول** بیشک سخت

افسوس ہے کہ مولف ایسی بدیہی بات کو بھی نہ سمجھے اور مطلب اصلی سے اعراض اور

زوائد امور پر زد و شور اور طعن کرنیکو موجود ہو جاوے اچھا صاحب تسلیم کرلیا کہ مجیب نے مرجع

آنحضرت میں غلطی کی مگر مطلب میں تو کوئی خطا نہیں کی اور مقصود تو صاف ہے لیکن

مولف کس منہ سے تخطیہ ناجائز کرتا ہے مولف تو اصل مطلب کو بھی نہیں سمجھا نہ حضرت

مجدد کا مطلب پوچھا نہ مولوی احمد علی صاحب کا نہ مجیب کا کیونکہ مجیب نے تو یہی کہا ہے

کہ مجلس مروجہ حضرت مجدد کے نزدیک ناجائز ہے اور اسقدر یقین عدم جواز کا رکھتے ہیں

کہ کہتے ہیں کہ حضرت ایشان اگر زندہ ہوتے تو حضرت ایشان بھی ناجائز ہی فرماتے تو نہ

اجوبۂ علماء مدینہ منورہ کی تحقیق

الاعلان بالصحیح من الولادۃ فی المولد الشریف

حضرت مجدد کے کمال وثوق کی وجہ ہے کہ حضرت ایشان پر بھی اس حکم کا یقین کہتے ہین
تو گویا عدم جواز کی ایسی دلیل واضح ہے کہ حضرت ایشان اس امر مین ایسا ہی فرماتے ہیں
مطلب تو خوب روشن ہے گو کسیکو نظر نہ آوے اب رہا یہہ کہ حضرت ایشان کس سے مراد ہے
فخر عالم علیہ السلام یا خواجہ احرار یا خواجہ محمّد باقی سو اس سے کوئی غرض و مقصود متعلق نہین اور
اِسپر ایسے زور شور سے بحث محض فضول ہے اچھا حضرت احرار ہی سہی مگر حضرت مجدد کا مکروہ
جاننا تو اس مجلس کا ثابت ہوگیا اور یہی مجیب کی غرض تھی اور اگر فخر عالم علیہ السلام مُراد ہون
جب بھی تو یہہ قول حضرت مجدد کا ہی ہے اور اونکا ہی یقین ہے حدیث تو نہین ہو جاویگی
اور اوسکو کوئی حدیث ہونا نہین مانتا جیسا اب خواجہ احرار اگر مراد ہین حسب زعم مولّف کے
تو یہہ خواجہ احرار کا قول نہ ہوگیا بلکہ محض قول حضرت مجدد کا اور حکم یقینی اون کا ہی ہے پس
مطلب مین کچھ نقصان نہین البتّہ مولّف ہی نہین سمجھتا اور اپنے زعم مین اگر کسی کی
ذرا لفظی غلطی پر بھی مطّلع ہو جاتا ہے تو کپڑون مین نہین سماتا اور گویا مولّف کا علم و فہم
الفاظ مین ہی حصر ہے اوّل کتاب سے آخر تک دیکھو کہ کہین بھی کوئی مطلب نہین سمجھتا
گویا غلط مضامین ہی موضوع لہ اس کتاب کا ہے اوسپر خود کو تنبیہ نہین اور مواخذات
لفظیہ سے ہمکو غرض نہین ورنہ وہ بھی دکھلایا جاتا مگر چونکہ یہہ داب اہل علم کا نہین لہذا
اوسپر التفات ہی نہین لیکن مولّف کو کونسے دلیل محقق سے محقق ہوا کہ جناب فخر عالم یہان
مُراد نہین اوّل منام مین جناب فخر عالم کا دیکھنا مذکور تھا اوس کے بعد درمیان مین خواجہ احرار
کا ذکر بطور اعتراض کے کیا اور پھر صاحبزادہ کا حال بیان کرکے فرماتے ہین کہ خواب کا
کچھ اعتبار نہین اگر حضرت فخر عالم علیہ السلام زندہ ہوتے تو یقین ہے کہ ہرگز جائز نفرماتے
اگر یہہ تقریر اسکی ہو تو مولّف بتاوے کہ کونسی حجت مانع اسکی ہے اور کیا دلیل قطعی اِس کے

اسکو خلاف کی ہے اور یہہ دلیل کہ حضرت الیشان پر درود نہین لکھا اور اوسکو موءلف دلیل صحیح کہتا ہے تو یہہ موءلف کی کمال کوتہ فہمی پر دال ہے کیونکہ اس کتاب مین تلاش کرکے موءلف دیکھے توبت جگہہ آپ کے نام پاک پر درود مکتوب نہین سو یہہ کوتاہی کاتب کی ہے نہ حضرت مجدد صاحب کی مگر موءلف کی ہر روز یہہ عادت ہی کہ کاتب اور اہل مطبع اگرچہ کوئی کیسی ہی غلطی کرے اوس کو بری کرکے اصل مصنف تک پہونچا کرتا ہے پس یہہ دلیل کسقدر بے اصل ہے اگر مجیب یا کوئی کہدے کہ کاتب نے صلوٰۃ وسلام نہین لکھا اصل کتاب مین تھا تو پس موءلف کی عمر کی تمام ہوئی ہان موءلف کے پاس حضرت مجدد کے ہاتھ کا لکھا ہوا مکتوب ہوگا جو یہہ جزم ہے لا حول ولا قوۃ الا باللہ ایسی جہلوہ دلیل پر اسقدر زور شور غرض ایسی ضعیف دلیل پر موءلف کا ایسا اعتماد اور پھر خواہ مخواہ اعتراض کسقدر عجیب بات ہے پس مطلب بھی درست ہے اور مرجع کی خطا بھی محقق نہین موءلف کا یہہ غیظ وغضب محض نادانی ہے **قولہ** پھر یہہ کونسی دلیل شرعی قطعی الخ۔

اقول دلیل قطعی تو آیۃ قرآن شریف کی باوصاف معلومہ اور حدیث متواتر اور اجماع قطعی ہی ہے باقی سب آپکی کتاب دلائل ظنیہ سے بھری ہے بلکہ موءلف تو اپنی وہمیات سے ہی اثبات اپنے مطلب کا کرتا چلا آرہا ہے اور مراد مولوی محمد ہاشم کی تو یہہ تھی کہ حضرت مجدد کے نزدیک یہہ محقق ہے اور ایسا یقینی ہے کہ حضرت الیشان پر بھی یقین رکھتے ہین کہ یہہ ہی فرماتے اور واقع مین احتمال خلاف کا بھی ہے مگر حضرت مجدد کا یہہ یقین تھا تو مجیب نے حضرت مجدد کے حکم سے اپنا رفع تردد لکھا ہے نہ حضرت الیشان کی حکم سے ذرا ہوش کرو مطلب سمجھو پس یہہ اعتراض موءلف کا کہ دوسرا کہہ سکتا ہے کہ دوسری آدمی کی دل کی کیا خبر ہے الخ کسقدر کم فہمی ہے کیونکہ یہہ اعتراض حضرت مجدد پر کرے کہ تمنی کیون ایسی بات دوسری شخص پر کہدی آمین مولوی محمد ہاشم پر کیا اعتراض ہے وہ تو حضرت مجدد کی علم الیقین سے استدلال لائے ہین نہ حضرت احرار کے قول سے

ذرا ہوش کرو ہلوت لپس یہ حضرت مجدد کا قول دلالت قطعی رکھتا ہے کہ حضرت مجدد کے نزدیک یہ فعل ناجائز تھا اور یہی مراد ہے مگر مولف کے فہم مین خلل ہے۔ **قولہ** اب یہ عاجز اصل مطلب الخ

اقول یہ مولف کا کمال فہم عالی ہے کہین کبھی دنیا مین غزلیات واشعار کا نام مولود خوانی ہے شرعاً یا لغۃً یا عرفاً ایسی باد ہوائی بات تو مولف کو ہی نصیب ہو کہ تو شہ وسودا کی غزلیات کو مولود کہا جاوے استغفر اللہ خوب مطلب سمجھو بلکہ مطلب یہ ہے کہ اوس مجلس مین ذکر مولود اور قصائد مدح کے ہین اور اشعار غیر مدح کے بھی طبع اوبھارنے کو ہوتے ہین نہ یہ کہ خالص غزلیات کو مولود خوانی کہتے ہین حاشا وکلا واو بمعنی جمع کے ہے بمعنی او کے نہین جیسا مولف سمجھا کہ اصل معنی حقیقی کو چھوڑ کر بلا قرینہ مجازی معنے لینا ہے دوسرے مکتوب کی عبارت جو خود مولف نقل کرتا ہے اس وہم مولف کو رد کرتی ہے فرماتے ہین دربابِ مولود خوانی اندراج یافتہ بود درنفس قران خواندن بصوت حسن ودرقصائد منقبت خواندن چہ مضائقہ است الخ اب دیکھو کہ مولود مین قران وقصائد منقبت کو آپ ہی فرماتے ہین اور اوس کی ہی عام جواز کا ارشاد ہے اگر کوئی محظور شرعی اوس مین منضم ہو جاوے جیسا لغمہ وتصفیق وتحریف وتبدیل کلمات وحروف قران مثلاً لپس دیکھو مولف کی غفلت وکہ خود ہی مولود کے معنے نقل کرتا ہے اور پھر آپ ہی اوس کے خلاف کہتا ہے اور اگر ہم مسلم رکھین کہ اصطلاح حضرت مجدد کی مین مطلق اشعار خوانی کا نام مولود تھا تو بھی یہ ایک فرد مطلق مولود کی ہے جو کہ حضرت مجدد نے فرمائی ہی قران وقصائد مدح خواندن پس اگر اس مین بھی محظور شرعی ہو دیگا وہ بھی ممنوع ہو گی بارشاد حضرت مجدد کے وہو المراد پس مولف کی توجیہہ کہ مقدر ہو گئی اور مدعا مولوی محمد ہاشم صاحب کا ثابت ہو گیا بہر حال مجالس مروجہ زمانا ہرگز اس تقریر حضرت مجدد سے خارج نہین ہو سکتی کیونکہ ذکر ولادت واشعار مناقب اسمین بھی ہین اور محظورات شرعیہ بھی موجود ہین حضور امارد

وذوق مثلاً جیسا پہلے ذکر کیا گیا کچھ خصوصیت تصفیق وتحریف حروف قران کی تو نہین بلکہ سب مناہی کے ضم سے کراہت حاصل ہو جاتی ہے پس مولف کی مجالس حسب ارشاد حضرت مجدد کے جملہ بدعت ومنکر ہوگئی مگر مولف کو ہرگز فہم وہوش نہین **قولہ** ثانیاً یہہ کہ مجدد صاحب نے اول اشعار غیر نعت الخ **اقول** یہہ مسلم کہ اشعار غیر نعت کو خلاف طریقہ اپنے کی ہونیکی وجہ منع فرمایا مگر اشعار مناقب کا پڑھنا بھی اون کے طریقہ کے خلاف ہے خصوصاً جب اوس مین کوئی محظور ہو تو ہر حال ممنوع ہے پس اس تقریر سے مولف کی کوئی غرض صحیح معلوم نہین ہوتی کیا ہے اسواسطے کہ اشعار نعت یا غیر نعت کا نام مولف نے مولود فرض کیا اور جس مولود مین امر محظور ہوگا وہ ممنوع ہو جاویگا خواہ کوئی مولود ہو بوجہ امر محظور کے محظور ہو جاویگا جیسا کہ خود حضرت مجدد کے ہی کلام سے ظاہر ہے اگر اون مین کوئی محظور نہوگا دونون جائز ہووینگی مگر خلاف طریقہ حضرت مجدد کی ہو کہ اشعار کی نسبت دجابیہ ہوتی ہے اور اون حضرات کی نسبت سکینہ ہے پس فقرہ اول ہی توجیہہ کی تتمیم ہے جسکو مولف ثانی امر ٹھیراتا ہے مگر بہر حال یہی مقصود مولوی محمد ہاشم کا ہے اگرچہ مولف خواہ مخواہ تطویل کررہا ہے **قولہ** اور واضح ہو کہ یہہ منع فرمانا الخ **اقول** مولف خود مطلق اشعار خوانی کا نام مولود باصطلاح حضرت مجدد کے ٹھیرا چکا ہے پس اب خود کہتا ہے کہ مولود مین اوسوقت کسی نے تالی بجانا اور قواعد موسیقی سے پڑھنا جاری کیا تھا اوسکو منع کیا سو اول تو غیر اشعار نعت کو خلاف طریقہ مجددیہ کے ہونے سے ممنوع کہتا تھا اور ابھی مطلق مولود کو بوجہ محظور شرعی کے منع بتانے لگا تماشا ہے اور جو یہہ مراد ہے کہ اشعار غیر نعت کی وہ وجہ تھی اور اشعار نعت کی یہہ وجہ ہے تو یہہ تفرقہ بھی غلط ہے کیونکہ محظور شرعی سے تو سب اقسام ممنوع ہو جاتے ہین مگر تاہم خلاصہ مطلب مولف کا دیکھو اگرچہ بیان مولف کا پریشان وحیران ہے کہ مطلق مولود کی وجہ کراہت کسی محظور کا اوس مین مختلط ہو جانا ہے یعنی گو اصل ذکر مباح ہے مگر اختلاط امر محظور سے ممنوع ہو جاتا ہے تو یہہ مولف نے اسقدر تقریر

طویل کرکے حاصل نکالا اور حالانکہ یہہ ہی مجیب نے کہا تھا بعینہ چنانچہ ہر ادنی عاقل پر بہی ظاہر ہے اہ
مولف سے کوئی پوچھے کہ اعتراض مجیب کا تو تو خود قبول کرتا ہے اور اوسکی ہی شرح و بسط کرتا ہے تو نے
جواب کیا دیا اور کیا رد کیا فقط ایک مرجع حضرت الیشان کا کہ وہ بہی محتمل المعنی ہے اوسمین تشکیک
ظاہر کردی اور بس مگر کیا عجب العجاب ہے کہ مولف کو لکھنے ہی کا شوق ہے سمجھنے کا خیال ہی نہین
دعوی تو رد تقریر مجیب کا کیا اور دلیل دعوی مین خود مجیب کا مطلب ثابت کیا سبحان اللہ کیا فہم
عجیب ہے **قولہ اب سب ارباب انصاف الخ** **اقول** اب سب ارباب انصاف خیال فرمادین کہ مجدد
صاحب نے تو مطلق مولود کو بوجہ ضم امر غیر مشروع کے ممنوع شرعاً کہا ہے اور اشعار کو مطلقاً اپنے طریقہ
کے خلاف کہا ہے اگرچہ شرعاً مباح ہون اور مولف ہرگز نہین سمجہا اور اپنی کج فہمی سے طعن مجیب
پر کیا اگر مجیب کے مقصود کا اعتراف کرتا ہے اور حاصل مولف کا کچہہ نہین محض غیظ بے موقع ہے
سارے مکتوب کو نہین دیکھا نہ سمجہا خواہ مخواہ اولجھتا ہے حق تعالی اوسکو ہدایت فرمادے
قولہ اعتراض محفل میلاد مین الخ **اقول** حاصل اعتراض یہہ ہے کہ جس مجمع مین مرد و عورت
وامرد جمع ہون وہ محل اندیشہ فتنہ کا ہے خواہ کہین ہون شادی غمی ہو یا وعظ و مولود کیونکہ
ایسا مجمع خلاف شرع کے ہے تو مولف جواب دیتا ہے کہ یہہ امر مولوی عبد الرب اور مولوی حفیظ اللہ
کے وعظ مین بہی ہوتا ہے سبحان اللہ اول تو مولوی عبد الرب و مولوی حفیظ اللہ کا فعل
کونسا حجت شرعیہ ہے کہ اوسکو دلیل جواز بنانا مولف کے نزدیک مقبول ہوا مگر ہان مولف تو ایسی
ہی حجج لکھتا رہتا ہے سو یہہ خود مردود ہے دوسرے معترض نے یہہ کب کہا ہے کہ ایسا مجمع وعظ کا
درست ہے بلکہ ایسا مجمع اگر وہان ہوگا وہ بہی ممنوع ہوگا پھر وعظ و مولود مین فرق ہی ہے مگر ہمکو
اوس کے بیان سے بحث نہین اور جو یہہ جواب مولف نے الزامی دیا ہے تو معترض کب معترف
جواز ایسے مجمع وعظ کا مولوی عبد الرب کے ہان ہوا ہے جو اوسکو جواب الزامی ایسا چہوڑ دیا گیا

پھر آخر مین قول مولف کا کہ اگر یہہ بہی دلیل حرمت کی ہی تو مجالس وعظ کو بھی حرام کہیو اور سنت کم فہمی
ہی مجالس وعظ فی حد ذاتہ حلال مشروع ہی جیسا ذکر مولود مشروع ہی اور جیسا امور محظورہ کے مختلط ہونی
سی وہ مکروہ اور حرام ہو جاتا ہے یہ بہی ممنوع ہو جاتا ہے یہہ فقرہ کس قدر مہمل مولف نی لکھا ہے
مجالس وعظ کو کون حرام کہتا ہی مگر خلط ممنوع سی ممنوع ہو جاتا ہے علی ہذا حال مولود کا ہے مگر
حواس مولف کے بحال ہوا نہین ہے جو کچہہ سمجہے **قولہ** اعتراض مولود مین روایات موضوعہ الخ
اقول درست ہی روایت موضوع پڑہنے کا اعتراض اوسپری ہے جو ایسی روایت پڑہے اگر مولف
اس سی بری ہی تو خیر یہہ ملامت مولف سی رفع ہوئی مگر دیگر امور غیر مشروعہ جو پہلے مذکور ہو چکے
ہین وہ تو مولف کی مجالس مین موجود ہین پس جیسا مولف نی اس کے ممنوع ہونیکا اقرار اور اوس
سی اپنی براءۃ کی کیسی عمدہ بات ہو کہ دیگر امور سے بہی ایسا ہی براۃ حاصل کرے اعتراف
اونکی قبائح کا کر کے تائب ہو جاوی پھر اوسکی ذکر مین اہل سنت بہی آیا کرین خیر یہہ تو مولف کی
عادت سی معلوم مگر یہہ ثابت ہو گیا کہ مولف کی نزدیک بہی جس محفل مین روایات موضوعہ ہووین گی
وہ قابل منع کی ہی سو ایسا ہی سب منہی کی وجود سی ممنوع ہونا اس محفل کا ضروری باقرار مولف
ہو گیا بعلت مشترکہ پس جس محفل مین مدارات فساق کی اور مداہنت امر بالمعروف ونہی عن المنکر
کی ہوویگی وہ بہی ممنوع ٹہیریگا سو مولف کی مجلس ہر روز ایسی ہی ہوتی ہے کیا اس مسئلہ سی مولف
واقف نہین لہذا اسقدر سی تو توبہ کرے کہ یہہ مسئلہ تو ایسا ہے کہ عوام بہی جانتے ہین اور مولف تو
بحر العلوم ہے باقی پھر دیکھی جاویگی الغرض کوئی امر خیر و شر تو مخفی نہین مگر مولف کو بڑا اندیشہ
کھاو بازاری کا ہی کیا کیجیے کہ اس ضرورت نی محظورات کو عند المولف مباح بنا رکھا ہی پس ان سے
امور قیود سی ایک روایت موضوعہ کا بیان مولف کے یہان نہین تھا اوس کا ہی انکار اور
ممنوع ہونا بلا تامل اقرار کر لیا باقی اپنے عیوب کو کسطرح قبول کر لیتا غیرت کی بات ہی دیکھو کہ جو حرام

اتفاقیہ اوسکی تلبس کا کیا جواب دیتا ہے **قوله اعتراض بعض امرا رلباس ریشمین الخ اقول**
دیکھو کہ یہہ لباس باتفاق امت حرام ہی اور معترض نے یہ لکہا ہی کہ ایسے لوگون کو کیون بلاتے ہو
اور اونسے مودت کا اظہار او مدارات کرتے ہو اور امر و نہی جو فرض عین ہے کسواسطے ترک کرتے ہو تو چونکہ
انکا ہی سے جلوہ اور انہی سے رونق و شہرت ہی تو مثل جواب روایات موضوعہ کی یہہ نہ کہدیا کہ
یہ امور حرام و غیر مشروع ہین اور ایسی محفل مولود جسمین مداراۃ فساق و مداہنت فی الدین ہو جاتا
مکروہ ہی بلکہ توجیہہ جواز کی شروع ہوئی کہ عیدین اور نکاح مین بہی یہہ لوگ ہوتے ہین تو مولف
کی یہہ مراد ہے کہ جیسا باوجود اونکی ہونیکے عید و نکاح مین جانا درست ہے اوس مجمع مولود کو
بہی مختلط نکہنا چاہیئے اور یہہ جواب مولف کا سراسر خلاف حق کے ہے اور مطلق کج فہمی ہی کیونکہ
معترض کب کہتا ہے کہ نکاح مین یا عیدگاہ مین یہ امر مشروع ہے نہین بلکہ یہ حالت صلوۃ
خمسہ مین بہی حرام ہے اور کوئی اگر ایسے لباس سے صلوات خمسہ و عیدین مین آوے اوسکو بہی نہی
عن المنکر کرنا فرض ہے اور جو قدرت نہو تو اونکو ترک کرنا نہین چاہیئے کیونکہ یہہ فرض اور واجب
ہین اور نکاح مین اگر ایسے امور ہون تو وہان شریک ہونا لاریب حرام ہے اگر اونکو منع کرین اور
نہ مانین تو چلا آوے اور ایسونکو طلب کرکے شریک کرنا حرام ہے بقوله تعالی[۵۱] فلا تقعد بعد الذکری
مع القوم الظالمین قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یاکل طعامک الا التقی ولا تاکل الا طعام
تقی الحدیث اور ایسی مجامع مین ضیافت بہی رد کرنی واجب ہی حالانکہ اجابت اوسکی سنت ہی اور رد ضیافت
مین وعید ہے[۵۲] ومن لم یجب فقد عصی ابا القاسم الحدیث اور وہان سے لوٹ آنا واجب ہے پہلے
تحقیق ہو چکی پس محفل مولود بہی مندوب ہی اگر ایسونکو بلاکر شریک کریگا بلانے والا گنہگار ہے
اور اونکی شرکت کی بعد اونکو منع کرنا واجب ہے اگر مداہنت ہو تو وہان بیٹھنا حرام ہے اس مین کیا ترود
ہے عجب ہی مولف سے کہ کیسا چرپوچ جواب دیا ہے شرح منیہ مین جو زیر نظر مولف ہی لکہتا ہی وان کان

مع الجنازة نائحة او صائحة تزجر وتمنع وان لم تنزجر لا تترك اتباع الجنازة انتهى رد المحتار مین ہے

ولا تترک اتباعہا لاجلہا لان السنة لا تترک بما اقترن بہ من البدعة ورد المولیمة حیث تترک

حضور یا لبدعة فیہا للفارق بانہم لو ترکوا المشی مع الجنازة لزم عدم انتظامہا . لا کذلک الولیمة

انتہی کیونکہ یہہ فرض کفایہ ہے کہ نہی کرنا واجب ہی اگر نکریگا بیشک عاصی ہوگا پس یہہ حال جواب

دیدین کا ہے اور امر مستحب مین ترک کرنا اوسکا ضرور ہے جیسا ضیافت کا حال بموجب روایات کے

لکھا گیا . وقت ہوش کرکے دیکھ لیوے پس جواب خالص غلط ہے اور باطل اور خلاف نصوص اور

روایات فقہیہ ہے اگر مسائل اردو موٴلف پڑھ لیتا تب ہی ایسا لغو جواب نہ دیتا **قولہ** اعتراض

محفل مین فروش نفیسہ اور گلدستہ الخ **اقول** اسکا جواب پہلے بھی ہو چکا ہے بساط وفروش اگر

راحت کی وجہ مین ہین تو درست ہین مگر جو تاکد کی نوبت ہوجاوے تو مکروہ ہوجاتی ہین اور گلدستہ

بھیجنیکا حال بھی یہی ہے کہ بتکلف بہم پہونچانا اور ایسے امر مباح کا اہتمام کرنا عوام کے نزدیک

موجب تاکد کا ہوجاتا ہے کہ وعظ و دیگر مجالس خیر مین یہہ نہین ہوتا اور اس محفل مین ہر روز ہوتا ہے

تو بالضرور انکو سنت یا مستحب ہونیکا عقیدہ ہوتا ہے اس وجہ سے مکروہ ہین اور یہہ سب مولوی

احمد علی صاحب مرحوم کے جواب مین مذکور ہے مگر موٴلف نے آنکھ فہم کی بند کرکے اور وجہ کراہت تقیید

کی نسیاً منسیاً کرکے اصل اباحت کا جواب دیکر یہان جاذر رہا ہے مولوی صاحب مرحوم نے بھی

تو انکو مباح ہی کہا ہے مگر قید اس ذکر کا کرتا امور مباحہ کو مکروہ فرماتے ہین موٴلف اوس مطلب

کو گویا سمجھا ہی نہین چشم حق بین پر غطاء اپنی ہوائے طبعی کا ڈالکر اصل اباحت کو حجت لاتا ہے

ورنہ امر بدیہی تھا کچھ خفا نہین تھا اور کراہت تقیید مطلق کا خود موٴلف بھی مقر ہے مگر

فہم سے اپنی مجبور ہے **قولہ** اعتراض جب کسیکے گھر محفل میلاد وقت شب مین الخ **اقول** بیشک

خود موٴلف کی محافل مین جو قصبہ رامپور مین شب کو ہوتے ہین تو اوس صبح کی جماعت تو

٢٦٩

اکثر کی جاتی ہے اور بعض بعض کے نماز بہی قضا ہوتی ہے اور جس امر مندوب سے ایسا
ہو اوس امر مندوب کا کرنا — منع ہے بخاری مین ہے وکان یکرہ النوم قبلہا والحدیث
بعدہا عسقلانی اسکی شرح مین کہتا ہے والسمر بعدہا قد یؤدی الی النوم عن الصبح او عن
وقتہا المختار او عن قیام اللیل وکان عمر یضرب الناس علی ذلک ویقول اسمرا اول اللیل
ونوما آخرہ انتہی دیکھو کہ خدشۂ فوتِ وقت مختار اور تہجد مین حدیث صحیح سے سامر مکروہ
ہوئی اور حضرت عمر کا مارنا ثابت ہوا قال فی شرح المنیہ ومنہا ان فی صلوة الرغائب
مخالفة السنة فی تعجیل الفجر انتہی ہر گاہ بترک سنتِ اسفار سے یہ صلوة مکروہ ہوئی تو عمل
مولود واجب کی ترک مین تو حرام ہے ہونا چاہیئے پس اسکو کمال جہالت کہنا مولف کا
ایک کمال جہل مرکب مولف کا ہے کہ حدیث اور قول فقہا کو اپنی رای ناقص سے رد کرتا
اور پھر مولف نے وہی نظیر نکاح شادی کی لکہی اور یہ دانست خود نہایت تبحر کو کام فرمایا —
حالانکہ یہ محض جہل ہے لاریب اگر اہتمام شادی و نکاح مین نماز یا جماعت فوت ہووے تو وہ حرام
ہے اور ایسا کام کرنا ہی حرام ہے اسکو کہان شرع نے جائز کیا ہے مگر مولف بیخبر ہے علی ہذا اگر
سحر کے کہانے کی سبب جماعت فوت ہو تو ایسے شخص کو سحور ہی حرام ہے علی قاری شرح
مناسک مین لکہتے ہین ثم اعلم انہ قیل یشترط ایضا ان یکون الحاج متمکنا من اداء المکتوبات
علی الوجہ المفروض فی الاوقات قال الکرمانی لانہ لا یلیق بالحکمة ایجاب فرض علی وجہ یفوتہ
فرض آخر یہ لکہتے لکہتے آخر مین لکہتے ہین ویوید الاول ایضا ما قال ابن الحاج المالکی
لو ضیع صلوة واخرہا عن وقتہا لاجل فریضة الحج لا یجوز اجماعا وقد قال علماؤنا فی المکلف
اذا علم انہ یفوتہ صلوة واحدة اذا خرج الی الحج فقد سقط الحج عنہ انتہی اب مولف ذرا آنکھ
کھولکر دیکھے کہ خدشہ فوت ایک صلوة مین حج بہی ساقط ہوتا ہے چہ جائیکہ سحور مستحب کا کہانا

ملتے تھے بوجہ قصہ گوئی کے اور یون فرماتے تھے کہ کیا شروع رات مین قصہ گوئی مین مشغول ہوتے ہو اور آخر رات مین سوتے رہوگے ۱۲ منہ

حلال ہو یا لنکاح کی سامان مباح کا کرنا جائز ہو یا مولود مستحب کی شرکت درست ہو چہ جائیکہ مولود
بدعت کی پس واضح ہوا کہ ایک نماز کی فوت یا تاخیر سے یہہ سب حرام ہو جاتا ہے اب بہی اگر کسیکی
چشم نابینا حق بین ہو تو بس ومن یضلل اللہ فلا ہادی لہ کا مضمون ہے اور بس اب ہر ناظر بانصاف
دیکہے کہ کون جاہل ہے تارک فرض صلوٰۃ کا اور تارک واجب جماعت کا یا مندوب مولود اور
موتف مجوز اس معصیت کا یا مفتی تحریم محدث سہارنپوری قدس سرہ ہرگاہ کہ فقہاء کے نزدیک
فوت صلوٰۃ کی وجہ سے حج کی فرضیت ساقط ہو تو سحور کا کہانا اور مولود کی شرکت کسطرح
حلال ہو ویگی سو یہہ مذمت نفس مولود کی نہین بلکہ ایسی شرکت کی ہے کہ جس کو عوارض کے
سبب کراہت مشرکت مولود ثابت ہوتی ہے اور باقی جواب عطر و پوبان وغیرہ کا پہچہ
بفضلہ تعالیٰ لکہا گیا ہے کہ مولف اور اوس کے معاونین اگر دین سے ہاتہہ دہو کر جواب ین
تو حاجت ہے ورنہ اگر پابند قواعد دینیہ کے رہین گے تو دلائل واضحہ سے اثبات حق ہو چکا ہے
وما علینا الا البلاغ واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم **قولہ لمعہ ثامنہ** نام ذکر کیا
جاتا ہے اون علماء الخ **اقول** پہلے بندہ لکہہ چکا ہے کہ مانعین بدعت نفس مولود کو جائز کہتے
ہین پس مین ہرگز اونکو بحث نہین البتہ قیود زائدہ کی کراہت اور بدعت ہونیکو قائل او مثبت ہین
اور یہہ بات متفق علیہ تمام امت کی ہے کہ امر مشروع اگرچہ فرض ہو کسی غیر مشروع کے خلط عروض
سے خواہ یہہ غیر مشروع اصلی ہو یا عرضی غیر مشروع وممنوع ہو جاتا ہے جیسا نماز فرض ارض
مغصوبہ مین مکروہ تحریمہ ہے اور تصویر کے سامنے اور آتش کے سامنے نماز مکروہ تحریمہ ہے
اگرچہ نماز فرض عمدہ عبادت مفروضہ تہی مگر عروض ان امور غیر مشروعہ سے محرم ہو گئی اور پہلے
یہہ بہی عرض ہو چکا ہے کہ قیود محفل مروجہ کی دو قسم کی ہین بعض وہ امور ہین کہ بالاصالہ مکروہ
وحرام ہین تو اونکی اس محفل مین موجود ہونیسے یہہ محفل بحکم حرمت وکراہت ہو جاویگی حال

اوسکا عقد اور شرکت دونون ممنوع رہین گے اور کوئی عذر وتاویل اوسکی جواز کی ممکن نہین جیسا روشنی زائد از قدر حاجت کہ بنص حرام واسراف ہے اور لباس دنی حاضرین کا جو محرم شرعی ہے اور مداہنت فی الدین کہ نص سے حرمت اوسکی محقق ہے او قسم دویم وہ امور ہین کہ باصلیت مباح مین یا مندوب مگر بسبب عروض تاکد یا وجوب کی علماً یا عملاً ذہن خواص مین یا عوام مین اونکو کراہت عارض ہوگئی ہے حسب حکم شرع کے پس ان امور قسم ثانی کا وجود مجلس مولود مین اوس وقت تک مباح وجائز ہے کہ اپنی حالت اصلیہ پر رہین اور جسوقت اپنی حالت سے نکلی اور خواص یا عوام کے ذہن مین اونکی کیفیت انداز اباحت و ندب سے بڑھی اوسوقت وہ بہی مکروہ ہوجاتے ہین اور اون کے ہونیسے محفل مولود عقد اور شرکت مین مکروہ ہوجاتی ہے پس یہ قاعدہ شرعیہ ہے اہل ایمان خوب محفوظ رکہین کہ بہت کار آمد ہے اور یہ احقر بار بار اسکو بہی ظاہر کرچکا ہے کہ مولف کے پاس کوئی دلیل ادلہ شرعیہ سے اپنے مقصود یعنی اثبات جواز قیود و ہیئت مروجہ کا ہے نہین محض قول علماء کا اور تعامل اونکا پیش کردیتا ہے اگرچہ ابتدا مین کوئی نص لکہتا ہے مگر چونکہ اوسکے مدعا پر وہ دلیل نہین ہوسکتی ناچار مضطر ہوکر وہ بہی تعامل علماء کا پیش کردیتا ہے وہ محض تبرکا اور دھوکا دہی عوام کیواسطے ہے ورنہ ہرگز مثبت اوسکے مدعی کی نہین ہوتی چنانچہ ناظرین نے ساری رسالہ کیا اوس کی ملاحظہ کرلیا ہے پس معلوم ہوا کہ اوس کے پاس کوئی دلیل اثبات جواز ہیئت مروجہ کذائیہ مین نہین سوائے اس فقرہ کی کہ اکابر علماء کرتے رہے ہین پس اب اس لمعۂ ثامنہ مین بہی اپنے مبلغ علم اور دلیل معتمد وحجت مستند کو لکہتا ہے کہ جسکے سہارے پر یہ کتاب لکہنے کی اوس نے ہمت کی تہی تو گویا اوسکی ساری عمر کی تحصیل اور تمام ایام کی تحقیق کا یہ ثمرہ ونتیجہ ہے مگر یہ بہی اوسکا محض خیال باطل اور سودای لاحاصل ہے کیونکہ یہ دلیل بہی مثل ادلۂ اربعہ کے موافق کر مدعے کا اثبات نہین کرتے اور اس تعامل کو بہی اوسکی مراد سے مطابقت

پر آمین یارب العالمین آمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین ۞ فقط تمام شد

دموافقت نہین چنانچہ یہہ احقر پہلے لکھہ چکا ہے اب پھر ذرا بسط سے لکھتا ہون کہ یہہ علماء معدودین
ار بعہ و سبعین ہیان موتف نے لکھی ہین بعض توان مین وہ ہین کہ اونہون نے کتاب ذکر فخر عالم
علیہم السلام کی لکھی اور اوسکا مذاکرہ کیا پس اس تالیف و تذکیر سے سوا اسکے کہ ذکر فخر عالم
اور سیر آپکی تالیف کرنا اور پڑھنا عمدہ عمل ہے اور کچھہ ثابت نہین ہوتا سو اس کا کوئی بھی منکر نہین
اس سے عمل مولد کسی قسم کا جواز نہین ظاہر ہوتا اور بعض وہ ہین کہ اُنہون نے عمل مولد کیا اور وہ
عمل مولد جو سنت چھہ سو چار مین ایجاد ہوا اور آخر تک جاری رہا وہ ہی کہ جلال الدین سیوطی کے رسالہ
حسن المقصد سے بندہ نقل کر چکا ہے کہ جمع ہو کر کچھہ قران پڑھین اور ذکر آپ کا کر کے کھانا
کھا کر چلے جاوین اور اس سے زیادہ کچھہ نہو تو اس عمل مین ذکر مندوب پر اجتماع یوم معین اور
اطعام طعام زائد ہوا ہے اور یہہ دونون امر باصلہ مباح ہین چونکہ اوس زمانہ مین نہ یہہ امور موکد
عملی ہئی تہی اور نہ عوام کو کوئی اس سے ضرر تہی بزعم اون علماء کے لہذا اس مجلس مین
کراہت نہ تہی بلکہ مباح تھے اگرچہ جن علماء کو اوس مین اس امر کا خدشہ تھا اونہون نے اوس کو
مکروہ کہا تھا چنانچہ بالا واضح ہو لیا پس چونکہ اس مین کوئی امر منکر نہین تھا محض یہہ دو امر
مباح تھے کہ خواص عوام مین علماً و عملاً اپنے درجہ سے نہین خارج ہوئے تہے تو وہ محافل
مباح رہی اور مورد انکار شرع کی نہوی اور اصطلاح عمل درآمد رہا پس ابتداء ایجاد اس محفل
سے آخر تک یہہ ہی وضع مباح رہی اب شاہ ولی اللہ صاحب کی محفل کی کیفیت سنو کہ جن کو
موتف خاتم الاسماء بنا رہا ہے فیوض الحرمین مین فرماتے ہین یہہ عبارت بعینہا اون کی
نقل کرتا ہون وکنت قبل ذلک بمکۃ المعظمۃ فی مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی یوم ولادتہ
والناس یصلون علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویذکرون ارہاصاتہ التی ظہرت فی ولادتہ و
مشاہدہ قبل بعثتہ فرایت انوارا سطعت دفعۃ واحدۃ لا اقول انی ادرکتہا ببصر الجسد ولا اقول

اوکیتہا بسبب الروح واللہ اعلم کیف الامر بین ہذا وذلک فتاملت تلک الانوار فوجدتہا من

قبل الملائکۃ الموکلین بامثال ہذہ المشاہد وبامثال ہذہ المجالس ورأیت یخالطہ الانوار الملائکۃ انوار الرحمۃ انتہی بلفظہ اب ناظرین غور فرمادین کہ شاہ ولی اللہ جو مولد النبی مین اپنا ہونا فرماتے ہین تو مولد النبی وہ مکان مکہ معظمہ مین ہے جسمین آپکی ولادت ہوئی تہی وہان ایک قبہ بنا ہوا ہے اوسکی زیارت کرتے ہین اور وہان لوگ جو جمع ہوئے یوم ولادت مین تو زیارت مکان کیواسطے جمع ہوئے اور وہان جو صلوۃ وسلام اور ذکر آپکی حالات کا ہوتا وہ بعض ذکر آپ کا تہا چنانچہ بالکل ظاہر وبدیہی ہے پس اوس مین نہ اجتماع بتداعی واہتمام کا نہ طعام وشیرینی کا ذکر ہے نہ وہان فرش وبخور کا نشان ہے نہ فسقہ فجرہ بلباس زینت مکروہ کا پتہ ہے فقط وہان مجمع اس کا ہونا آپ کے حالات کے ذکر اور صلوۃ کا ہونا مذکور ہے جسکو مولف مجلس مولود قرار دیتا ہے اور اپنی ہیئت کذائیہ پر دلیل لاتا ہے ذرا انصاف درکار ہے کہ اس مین تو وہ دو امر مباح کہ سیوطی کے عمل مولد مین منقول تھے وہ بھی نہین نفس ذکر فخر عالم کا بیان ہے اب دیکھو کہ یہہ عمل مولد وابتداسے شاہ ولی اللہ تک جو ثابت ہوا مولف کی محفل اور دعوی کو اس سے کیا مناسبت ہے کیونکہ اسوقت کی محافل مین بارہا مذکور ہوچکا کہ منکرات شرعیہ جو باصلہ مکروہ حرام ہین موجود ہوتے ہین اور وہ امور کہ باصلہ مباح تھے اور اب وہ واجب علماً یا عملاً ہوگئے ہین اور مکروہ وبدعت بن گئے ہین ضرور موجود ہوتے ہین پس ثابت علماء سبعین سے جو کچھہ مولف نے ثابت کیا یا نفس ذکر ہے یا مخلوط بامر مباح کہ درجۂ اباحت مین ہی ہے اور مولف کے مولود مین خود مناکیر بھی موجود ہین اور مباحات بھی مناکیر ہوگئے ہین پس ان علماء کے قول وتعامل سے کسطرح اثبات ہیئت کذائیہ مروجہ کا ممکن ہے کوئی عاقل بالغ ایسی بات کہہ سکتا ہے کہ جس امر کا مانعین انکار کرتے ہین اوس کا اس تعامل مین

۲۷۴

نام ونشان نہین اورجس کا دعوی موًلف کرتا ہے اوسکا یہان پتہ بھی نہین اور پھر حجت جواز کی
ین جاوی لاحول ولاقوۃ الا باللہ کیا غباوۃ وغفلت ہے اور کسقدر کوتہ فہمی وجہل ہے پس
صاف ظاہر ہوگیا کہ یہہ موًلف کی اسم نویسی علما کی محض وہم شماری ودھوکا دہی عوام کی ہے ورنہ
کوئی حجت اوسکی اس مین نہین اسواسطے کہ شاہ ولی اللہ صاحب کا قصہ بیان ہولیا کہ جسپر موًلف
کو نہایت شور تھا اور جلال الدین کی تحریر سے تمام حال عمل مولد کا واضح ہولیا کہ جسپر موًلف کو کمال
اعتماد تھا کہ اوس وقت سے لیکر برابر استعمال علماء معدودین کا رہا ہے اور واضح ہوگیا کہ یہہ استعمال
ہرگز مانعین کی خلاف راے پر نہین اگر تھوڑا سا فہم ہو تو بدیہی ہے پس اب موًلف کا یہہ قول کہ
شاہ ولی اللہ کی زبان سے اس محفل کو محل نزول ملائکہ ہونا ثابت ہوا کسقدر لغو ہے کیونکہ
نفس ذکر مولود کا نہ انکار ہے نہ اوسکی نزاع ہے فیوض [illegible] کلام ہے سوا اوسکا یہان نہ نام ہے
نہ نشان ہے مگر موًلف کو بالکل جہل ہے اور اوسکا کوتہ فہم ہونا ہر ناظر عاقل پر ظاہر وعیان ہے
قولہ نقل مواہیر علماء عرب الخ **اقول** اوپر تو موًلف نے شاہ ولی اللہ تک کے اقوال سے
اثبات جواز مجلس مولود مروج کا چاہا تھا سو وہ تو اوس کے مدعا کا مثبت ہرگز نہوا جیسا واضح
ہولیا اب علماء عرب کے اقوال سے قیام کا اثبات کرتا ہے اور یہہ علماء مندرجہ معاصر جناب
مولانا احمد علی صاحب کے ہین نہ انکو مولانا ممدوح پر تقدم زمانی ہے اور نہ سبق علمی ہم رجال و
نحن رجال کا مضمون ہے اور نہ یہہ وجہ حاصل کہ سوای ایک مولانا احمد علی صاحب کے سب کا
اتفاق استحسان اس قیام پر بالخصوص ہو کیونکہ ہزارہا علماء اس عصر کے محض منکر اس قیام
کے ہین اور یہہ امر مخفی نہین پس ان علماء مذکورہ کے اقوال کی حجت ہونیکی موًلف کی نزدیک
وجہ یا یہہ ہے کہ وہ عرب مین اسواسطے موًلف اوسکو پیش کرتا ہے سو یہہ باطل ہے جسکو حق تعالی
علم دیوے وہی عالم معتمد ہے خواہ ہند و عجم مین ہو خواہ عرب مین بخاری ومسلم اور جملہ اصحاب کتب

حدیث اور شرح وقایہ وہدایہ وکنز ودرمختار وغیرہا جملہ مولفین کتب فقہ سے کے عجم تھے اور اس آخر وقت
مین ایک مولوی رحمتہ اللہ صاحب تمام علماء مکہ پر فائق اور باقرار علماء مکہ اعلم ہین اور یا توجہ کہ خود لکھتا
ہے کہ سلطان نے اونکو انتخاب کر کے مفتی بنایا تو یہہ نہ کوئی شرعی حجت اعلمیہ کی ہے اور نہ
دلیل عقلی کیونکہ اکثر مشاہدہ موجود ہے کہ عمال وقضاۃ سلطانی ادنی علماء علما ہوتے ہین
چنانچہ اب بھی یہہ امر روم وعرب مین موجود ہے کہ مفتی وقاضی ہونیکو اعلمیت لازم نہین سو یہہ
دلیل اعلمیت مولف کی یا جہل ہے حقیقتہ الحال اور قواعد شرع سے یا عوام کو دھوکا دینا مراد
ہے معہذا مولانا احمد علی صاحب تو اس قیام کی کراہت دلیل شرعی سے ثابت فرما رہے ہین جس
مین مولف نے کیا کیا چکر کہا ہے اور کلام خارج از علم وفہم کر کے اوس کے جواب سے درپے
ہوا اور ناکام رہا اور تمام جوہر مخفی اپنا ظاہر کر کے ضحکہ بنا اور یہہ علماء مولف کے یہہ ہی لکھ رہے
ہین کہ استحسنہ کثیر من العلماء یا قریب اسکے کوئی کہتا ہے کہ امت محمدیہ نے اجماع کیا ہے
استحسان پر اور بدعت مستحبہ ہے کوئی اکثر کا استحسان کہتا ہے کوئی کہتا ہے کہ متوارث بلا رد
نکیر ہے اور یہہ فقط دعوی محض اور قول ہی قول ہے کیونکہ اسپر انکار کرنا علماء کا خود ثابت
ہو چکا اور بدعت حسنہ ہونیکا وہ بھی اقرار کر رہے ہین پھر اجماع کسطرح ہو سکتا ہے اور کلیات
نصوص کی تقیید اطلاق خود ممنوع ہو چکی پھر کسکا اجماع معتبر ہو سکتا ہے اور کسکا استحسان قابل
التفات کی بن سکتا ہے ہان اگر نفس قیام کا استحسان ہو بلا تقیید اور بلا فساد عقیدہ عوام
تو خود مانعین بھی نفس قیام کو منع نہین کرتے تو یہہ فتاوی ہرگز مخالف مانعین کے نہوئیگے
اور مولف کو کچھہ مفید نہو وین گے بہر حال ان اقوال سے ملاء کے نزدیک موافق قاعدۂ شرعیہ
کے کوئی کچھہ بھی ثبوت نہین مگر مولف کی ناواقفیت علم دینیہ سے یہہ حرکات کراتی ہے اور کہین
تال کار حجت ہوتی ہے کہ علماء نے یہہ کہا اور یہہ کیا ہے اور یہہ کوئی حجت فی الدین نہین

خصوصاً ہرگز بلکہ یہ تعامل نص کے مخالف ہو اور رد و انکار اسپر کسی عالم سے ثابت ہو جاوے چہ جائیکہ
صدہا سے مدلل ہو چکا ہو اب یہ قول مؤلف کا کہ کتنی صدیان گذر چلی کسی مجدد عرب نے
اسکو منع نکیا یہ بھی ایک کلام سخت کم فہمی مؤلف کی ہے ہر چند ظاہر ہے کہ مؤلف نہ مجدد کے معنے
اور کیفیت سمجھا اور نہ تجدید کی حقیقت سے واقف ہوا فقط ترجمہ حدیث کا مظاہر حق سے یاد
کیا ہے اور ہمکو بھی جواب دینے کے اسکی تقریر کے تحقیق ضرور نہین فقط اسقدر الزامی جواب کافی
ہے کہ عید عاشوراء کو بخاری و مسلم کی حدیث صریح ہے کہ فخر عالم علیہ السلام نے رد کردیا اور خالفوا
الیہود اونہین ارشاد فرمایا اور پھر کسی وقت مین عید عاشوراء مکہ مین حادث ہوئی اور کسی
مجدد نے اوسکو منع اور موقوف نکیا اب تک چلی آتی ہے اور سب علماء کے گھر مین ہوتی ہے
نہ معلوم کہ مؤلف کے نزدیک کوئی مجدد ہی وہان نہین ہوا یا یہ عید مسنون و مستحب ہے اور
مؤلف اور اوس کے سب مجتہدین و علماء مکہ کے نزدیک حلال ہے حالانکہ نص صریح اوس کے
منع کی موجود ہے اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی شرح سفر السعادت مین صواعق محرقہ سے
نقل کرتے ہین وہم از بدع ناصبہ متعصبہ باہل بیت از عید گرفتن آنروز باظہار فرح و سرور و زینت
و خضاب و اکتحال و لبس ثیاب الخ خلاصہ یہ کہ احادیث و اقوال معتمدین سے عید ہونا عاشوراء
کا حرام ہو چکا پس اب مؤلف حدیث صریح کو اور اقوال علماء مقبولہ خود کو بالائے رد کرکے تجدید مکہ
کو قبول کرے تاکہ اوسکا قیام مستحب رہے یا جو کچھ تاویل اس عید کی جریان کی باوجود مجددین
کے کریگا وہی اس قیام کی کرکے اور دل مین سمجھکر تائب ہو جاوے بہر حال مؤلف کی فہم کا
کمال ہر ہر نکتہ مین واضح ہوتا ہے اور نواب قطب الدین خان نے یہہ لکہا ہے کہ قدیم صحابہ کے
عہد سے وہان حرمین مین سنی ہی رہے یہہ دلیل اہل سنت کے اہل حق ہونیکی ہے نہ یہہ کہ
وہان کوئی بدعت جاری نہین ہوتی اب یہی مناکر مروجہ حرمین کی مؤلف پر مخفی نہین اور

رفض بہی اب ایک مدت سے مکہ اور مدینہ مین موجود ہے اگر مولف کو یقین نہین تو تحقیق کرلیوے
پس یہہ خوبی فہم مولف کی ہے کہ مطلب کو غور نہین کرتا پس قیام تو خود بعد چہہ سو سال کے
حادث ہوا ہے اور عید عاشورا بہی بعد قرون کثیرہ کے حادث ہوئی پس ایسے تعامل
سے حجت لانا اہل علم کا کام نہین اور یہہ دلیل لایق شان علم کے نہین بلکہ عوام کا قول ہے
اور فتوی بارہ سو اٹھاسی ہجری کا جو مولف نقل کرتا ہے اوسکے جواب کی کچھہ حاجت نہین
کیونکہ اجماع کے معنی اور حدیث ما راٰہ المسلمون کی مراد پہلے واضح ہوچکی ہے اب اس فتوی
سے علم علما حرب کا ہر اہل علم پر واضح ہوجاویگا اور قول اون کا مخالف نص کے ہرگز معتمد اور
ملتفت نہین ہوسکتا اور ان کے اقوال کے قیود مذکورہ کو درجہ اباحت مین اگر کوئی دعوی
کرلیوے تو پہر مولف کو کوئی جواب نہین گو بظاہر الفاظ فتاوی کی ان قیود کی تاکید کو تقاضا
کرتے ہین اور خلاف نص کے ہوکر مردود ہین جاتے ہین اور یہی جواب فتاوی ہندیہ کا ہے
کہ منجملہ مفتیون مولف کے بہادر شاہ اور حکیم احسن اللہ خان اور حکیم امام الدین خان بہی ہین
اور دیگر اشخاص کہ خواہ مخواہ تصحیح نام کی حاجت نہین اور جسقدر یہہ مجوز ہین اس سے چند گونہ علم
زیادہ علم و عمل اور صدہا مین مانعین موجود ہین مگر ہمکو بعد دلائل اور ادلہ کے کیا حاجت مردم شماری
کی ہے یہہ طریقہ مولف کا تو خود دلیل عجز کی اثبات حجت شرعیہ سے ہے اور پہر آخر مین مولف
مانعین کو جمیع لیسر خود بخود دل کی تسلی کو کہتا ہے شرم کی آنکہہ ہو تو جو چاہے سو کہے اور سواد
اعظم کے معنے پہلے محقق ہوچکے اور جو تاریخ شاذہ ہے وہ بہی معلوم ہولیا اب ایک قول پر
اکتفا کرکے ختم رسالہ کرتا ہون قال اللہ تعالی ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نہیکم عنہ فانتہوا
حق تعالی اپنے کلام پاک مین اتباع طریقہ مرضیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرض
فرماتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہہ ارشاد کیا کہ علیکم بسنتی وسنتہ الخلفاء

الراشدين المهديين تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ واياكم ومحدثات الامور فان كل
محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة الحديث وعن ابن مسعود قال من كان مستنا فليستن بمن
قد مات فان الحي لا تؤمن عليه الفتنة اولئك اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم كانوا افضل هذه الامة
ابرها قلوبا واعمقها علما واقلها تكلفا اختارهم الله لصحبة نبيه ولاقامة دينه فاعرفوا لهم فضلهم
واتبعوهم على اثرهم وتمسكوا بما استطعتم من اخلاقهم وسيرهم فانهم كانوا على الهدى المستقيم الحديث
پس یہ دونوں حدیث تمسک بسنت نبویہ اور التزام واستنان طریقہ صحابہ کو واجب کر رہے
ہیں لہذا ہر امر عبادت میں واجب ہے کہ طریقہ وسنت صحابہ کو ہر مسلم عاقل اپنا امام بناوے
اور اوس کے موافق عمل کرے اور خلاف قول وفعل اون کے قول کسی عالم کا اور توارث اور
استحسان کسی کا ہرگز قابل التفات واعتبار فی الدین کے نہیں مؤلف نے لاطائل تطویل
کی اور کوئی نفع اوسکو اس سے حاصل نہیں ہوتا کما لا یخفی علی من وفق للفہم والسداد والله
الهادي الى سبيل الرشاد الحمد لله على آلائه ونواله کہ برہان لہ تمام ہوئی وتمت كلمة ربك
صدقا وعدلا اور اطفاء انوار باطلہ انوار ساطعہ کا کما ینبغی حاصل ہوا ذهب الله بنورهم وتركهم
في ظلمات لا يبصرون پس بعد اس براہین قاطعہ کے بھی اگر مؤلف اور اوسکے شرب بدعت کو تنبیہ نہ ہو
تو من يضلل الله فلا هادي له کا مورد ہے اور بھی اگر ظلمات ضلالہ بدعت پر مصر ہو تو ومن لم يجعل الله له نورا فما له
من نور کا مصداق ہے سبحانہ الله تعالى ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا وهب لنا من لدنك رحمة انك
انت الوهاب الحمد لله الذي هدانا لهذا وما كنا لنهتدي لولا ان هدانا الله وصلى الله على سيدنا ومولانا
محمد هادي الامة وكاشف الغمة الذي تركنا على مثل البيضاء ليلها ونهارها سواء وعلى آله وصحبه واتباعه
شموس الامة ومصابيح الظلمة صلوة دائمة كما يحب ربنا ويرضى وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

تمت

تقریظ کتاب براہین قاطعہ حکیمیہ قلم فیض رقم جناب قدوۃ المحققین زبدۃ الفقہاء والمحدثین عمدۃ الفضلاء زبدۃ الکاملین حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نفعنا اللہ بفیوضہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم - حامداً و مصلیاً - اما بعد اس احقر الناس خادم الطلبہ بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ نے اس کتاب مستطاب براہین قاطعہ کو اول سے آخر تک بغور دیکھا الحق کہ بندہ کے نزدیک یہہ رد اور جواب کافی اور الزام و حجت وافی ہے اور فی الواقع یہہ براہین قاطعہ اپنے مصنف کی وسعت نور علم اور فصاحت ذکاء و فہم و حسن تقریر و بہاء تحریر پر دلیل واضح اور اقوال مخالف کی باحسن البیان قامع ہے لہذا یہہ احقر الناس اس کتاب کو ملقب **بالدلائل الواضحہ علی کراہۃ المروج من المولود والفاتحہ** کرتا ہے حق تعالے نے اسکے مولف کے علم و فہم مین برکت اور اسکی خیرات و مبرات مین عموماً اور اس تالیف نفیس مین خصوصاً کرامت قبولیت عطا فرماوے اور اسکو موجب ندامت و توبہ اہل بدعت کا اور سبب استقامت اور تثبت متبعین سنت کا بنا کر مقبول مقبولین و معمول عاملین فرماوے آمین وما ذلک علی اللہ بعزیز واللہ تعالے ولی التوفیق وصلی اللہ تعالیٰ علے سید الکائنات وآلہ وصحبہ اہل الدرجات عدد ما یحب و یرضے

ولاحول ولا قوۃ الا باللہ - فقط

تاریخ طبع کتاب براہین قاطعہ از جناب قامع البدعۃ محی السنۃ

مولوی محمد حسین صاحب فقیر

چون اختطاف برق براہین حق رسید — شد باعث ذہاب بانوار ساطعہ

تاریخ اوست بے سر طغیان و گفتگو — بدعات قطع کرد براہین قاطعہ

۱۳۰۴ھ

کتبہ محمد محسن عفی عنہ

جدول مزیل اغلاط براہین قاطعہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۴	سولنا	سولہنا	۵۴	۱	بن جوزی	ابن جرزی
۱	۴	عفا	عفی	۵۵	۸	جمعہ	اور جمعہ
۳	۱۸	ہمن	ہین	″	۱۱	یہی	بہی
۴	۶	رانی	آنی	″	۱۵	اسی	اس سے
″	۱۵	سفنفطہ	سفسطہ	۵۶	۵	مولف کا اونکا	مولف کو اسکا
۵	۴	سیافطہ	ساقطہ	″	۸	اسیوا سطے	اسوا سطے
″	۱۸	اور امروا	اور آمروا	″	۱۱	شاہدبین	شاہدبین
۸	۴	ایاکم وطن	ایاکم والظن	۵۹	۱۷	چنانچہ اسکی کلام	چنانچہ اسکی دلیل کلام
۹	۱۱	صورت	صوت	۶۰	۱۴	تشبہ اہل ہنود	تشبہ ہنود
۱۲	۴	مناسبت بہی	مناسبت ہی	۶۱	۷	او سکا	اوس سے
۱۳	۳	یلتزم	یلتزمہ	۶۲	۱۷	تو نص بہی	تو نص منہ سے بہی
۱۵	۱۶	دی	ذی	۶۳	۱۴	ضروری ہی	ضروری ہے
۱۶	۵	ہمیں کو کہتے	ہمیں کو بشیر کہتے	۶۴	۱۷	ثواب الیصال	ایصال ثواب
۲۶	۱۴	علماء دیوبند	علماء مدرسہ دیوبند	″	۱۸	اور موتف	اور قول مولف
۲۶	۷	مستکم	مثبت حکم	۶۶	۹	مقدمہ کا	مقدمہ کو
″	۱۱	لائح ہی	لائح ہے	۶۷	۱۸	اس لی	اس کی
	۱۶	آیہ ولاتفرقوا وکونوا	آیہ ولاتفرقوا الخ وحدیث کونوا	۷۲	۱۳	ہنووے	ہووے
۲۹	۸	پانچوین	چوتہی	۷۶	۱۶	خیالات	خیانت
۳۱	۱۹	اسکو بہی	اسکو ہی	۷۷	۱۶	اکرموا لخبز	اکرموا الخبز
۳۶	۱۲	عقائد مسائل	عقائد کے مسائل	۸۰	۱۹	مارد	وارد
۵۱	۹	حدیث مین	کتب فقہ مین	۹۰	۱۷	نظیر	نظر
″	۱۹	تائل	تاویل	۹۳	۱۱	ہوگی	ہوگئی
۵۲	۴	تال کاری	آل کی	۹۵	۱۷	قران کرنے	قران نہ کرنے
″	۲	یہ عقیدہ	بعقیدہ	۹۶	۶	سقطہ	سفسطہ
۵۳	۳	سقط	سفسطہ	۹۹	۱۱	تحث	بحث
۵۳	۱۸	ابن جوزی	ابن جرزی	۱۰۲	۱۷	البتی	التی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰۸	۱۳	مین	من	۲۰۰	۱۴	صقاتہ	صفاتہ
۱۱۱	۱۹	تہایہ	سہایہ	۲۰۱	۱۸	کذالقیام	کذالقیام
۱۱۴	۱۹	گہڑا	گرِدھا	۲۰۵	۱۷	قول کیونکہ ہم	بقول کیونکہ ہم
؍؍	؍؍	ذات سے	ذات ہے	۰	۰	۱۱۳	۲۱۳
۱۱۷	۱۵	بیان	یہان	۲۱۷	۱۸	اوراونپر	اوراورونپر
۱۱۹	۱۷	وقت سے	وقت کی وجہ سے	۲۲۲	۶	تعہدی	تعبدی
۱۲۱	۱	لائی جاتا	لائی جاتی	۲۲۳	۳	ابوالمعانی	ابوالمعالے
۱۴۷	۸	تذاکرہ	مذاکرہ	۲۳۱	۹	ذات مبارک کا معلوم ہو	ذات مبارک معلوم کا ہو نہ
۱۴۹	۱۸	معقل	معقل	؍؍	۱۰	سشبلی	سبکی
۱۵۰	۱۹	مطلق بلاقید	مطلق ہو بلاقید	۲۳۲	۱	اور جو تذکرہ	اور جو ذکر
۱۶۱	۱۳	قیاس مقید	قیاس سے مقید	۲۳۴	۱۱	علت کا ہونا	علت کا نہ ہونا
؍؍	۱۴	کوہ	کوہی	۲۳۸	۲	معمور	مخمور
۱۶۳	۶	اس سے قید	اس سے کوئی قید	۲۳۹	۳	تہادوا وتحالو	تہادوا تحابوا
۱۶۴	۹	فی السنتہ	فی السنۃ الثانیہ	۲۴۱	۱۵	یارد	یارد
۱۶۷	۱۰	ہوگئی	ہوگی	۲۴۹	۱	موجب تہاعص	موجب تباغض
۱۷۶	۱	ذات الوا	ذات الواط	۲۵۵	۱۵	کہ معترض اعتراض	معترض نے یہ اعتراض
؍؍	۹	ہورہی ہین	ہورہی ہے	؍؍	۱۷	ممنوع کرلیوین	ممنوع عقیدہ کرلیوین
۱۷۸	۱۹	تجبید	تجدید	۲۵۶	۱۱	ہوئی	ہوگی
۱۸۱	۴	امرونہی ووجب	امرونہی واجب	۲۵۹	۱۲	کردیایہہ ذکر	کردیاکہ یہہ ذکر
۱۹۰	۱۳	چولی	چوکی	۲۶۱	۱۷	پوچہا	یوجہا
۱۹۲	۲	حبل	حمل	۲۷۰	۵	لوما	لوٹا
۱۹۴	۱۹	قید سے	قید ہے	؍؍	۱۶	باقابل	ماقال
۱۹۵	۴	اختواء	احتواء	۲۷۳	۱۹	الی	انی
؍؍	۱۹	اوروا جب	اور واجب	۲۷۴	۲	الانوار	انوار
۱۹۸	۷	علے ہذا ذکر فخر	علے ہذا نہ ذکر فخر	۲۷۶	۱۱ ۱۲	ردنکیر	ردوتکیر
۱۹۹	۳	حکم ہولہ	حکم ہواکہ	۲۷۷	۵	دہنی کی آسکی	دہنی کروٹ اوسکی

التماس نصیحت اساس

بعد حمد و صلوٰۃ بخدمت دانشمندان با انصاف و حق بینان راہ انصاف التماس ہے کہ اگرچہ
چونکہ اس کتاب مستطاب کی تصنیف و تشہیر سے مقصود صرف اعلاے سنت اماتۂ بدعت صرف ہدایت ہے
نہ یہ کہ شہرت و نفسانیت یا دنیوی فلاح و منفعت تو باوجودیکہ یہ کتاب بہ نسبت انوار ساطعہ تقریباً دو چند
ہو گی اور خود انوار ساطعہ بھی مع وہابی آخرہا فقط اس خیال سے کہ دیکھنے والونکو فہم مطلب مین دقت نہو
اسکے حاشیہ پر چھاپی گئی پھر بھی اسکی قیمت ۸؍ سے زیادہ مقرر نہ کی گئی حالانکہ انوار ساطعہ ۱؍ سے
کم فروخت نہین ہوتی بعد ازان کاغذ بھی عمدہ ہی اور صحت مین بھی بہت سعی بلیغ عمل مین آئی ہے لہذا اہل انصاف
طالبان حق سے عرض ہے کہ جس قیمت کو فقط انوار ساطعہ مجموعہ بدعات ملتی ہے اسی قیمت کو ایسا
دافع ظلمات مع انوار ساطعہ خرید فرمائین اور چشم فہم و انصاف سے دونونکو ملاحظہ فرمائین شعر
صاحب نظران از سر انصاف ببینند ۔ ارزان چہ قدر کردہ ام این جنس گران را ۔ اس پر بھی اگر کوئی اپنا
سرمایۂ ہدایۃ و چشمۂ فیض سے کامیاب نہو تو بجز محرومی قسمت اور کیا کہا جاوے اور واضح ہو کہ
اسکے مصنف نے بہت جلد اس کتاب کی تصنیف سے فراغت حاصل کی تھی مگر مطبع مین بعض
موانع ایسے پیش آئے کہ اس چھپنے کتاب مین تقریباً ایک برس صرف ہوا لہذا ہدیۂ ناظرین ہونے مین
کسیقدر دیر ہوئی سالانوار ساطعہ کے اور دو جواب جنمین علاوہ تحقیقات علمائے ہر مسئلہ کی پوری
پوری شرح و بسط ہی لکھی گئی ہین خدای مسبب الاسباب سے دعا ہے کہ جلد سامان طبع کا ادا کرے
سو وہ بھی انشاء اللہ تعالی ہدیۂ ناظرین ہونگے ۔ وما علینا الا البلاغ و
اللہ یہدی من یشاء وہو اعلم بالمتقین ۔